بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولیاء کرام رحمۃاللہ علیہ

مرتب

الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ

بلقیس اظہر

جماعت عائشہ رض

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ

مرتب:
الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ
بلقیس اظہر
جماعت عائشہؓ

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	سلسلے	3
2	حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	6
3	حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہ	10
4	حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ	13
5	حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ	15
6	سیدنا غوث الثقلین (غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ)	18
7	سلسلہ چشتیہ	27
8	سلسلہ چشتیہ کے مریدین کے لئے ارادو وظائف	29
9	حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ	31
10	حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ	38
11	حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ	44
12	حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ (محبوب الٰہی)	53
13	حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ	57
14	حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ	62
15	حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ	64
16	حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ	67
17	حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	70
18	حضرت نصیر الدین محمد چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	76
19	حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ	78
20	حضرت امام بری قادری رحمۃ اللہ علیہ	80
21	شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	84
22	مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ	85
23	مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ	89
24	مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	93
25	حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ	95
26	حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ	98
27	حضرت لعل شہباز قلندر رحمۃ اللہ علیہ	111
28	حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ	117
29	نور بصیرت	120

سلسلے

بجلی کا علم کتاب میں ہے۔لیکن اِس بجلی کو روشنی پاور ہاؤس سے لینی پڑتی ہے۔اور پاور ہاؤس کھمبوں کے واسطے اور وسیلے سے یہ روشنی گھر گھر پہنچاتا ہے۔ بالکل اِسی طرح ایمان کا علم کتاب میں ہے۔لیکن ایمان کا نور کتاب میں نہیں ہے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس منبع نور ایمانی ہے۔صحابہ کرامؓ نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے براہ راست (Direct) نور حاصل کیا۔پھر جوں جوں پاور ہاؤس سے فاصلہ بڑھتا گیا کھمبے بڑھتے گئے۔جس نے کسی کھمبے سے رابطہ قائم کرلیا وہ روشن ہوگیا۔بجلی کی روشنی حاصل کرنے کے لیئے لوہے کے کھمبے ہوتے ہیں اور نور مصطفی خاتم النبیین ﷺ حاصل کرنے کے لیئے دِلوں کے کھمبے ہوتے ہیں انہیں سَلاسل طریقت کہتے ہیں۔

اس وسیع کائنات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اور (سورۃ التین، آیت نمبر-4)

ترجمہ: ''بے شک میں نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا''۔

لقد کرمنا بنی آدم (سورۃ بنی اسرئیل، آیت نمبر-70)

کا شرف عطا فرما کر اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز کیا اور اسے خلافت ارضی کا منصب سونپا۔یوں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں کیا جا سکتا۔لیکن جو خصوصی نعمت انسان کو دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہ السلام کے ذریعے اس کی ہدایت کا سامان کیا گیا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی جہاں

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (سورۃ المائدہ، آیت نمبر-3)

کا اعلان فرمایا وہاں اہل ایمان کو اپنا یہ احسان بھی یاد دلایا:

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسول من انفسھم (سورۃ آل عمران، آیت نمبر-164)

ترجمہ: ''اللہ نے مومنین پر یہ احسان کیا کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج دیا''۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے تلاوت آیات اور تعلیم القرآن کے ساتھ اپنے صحابہ کرامؓ کی تربیت کی اور پھر حکمت اور تزکیہ باطن کے وہ نمونے پیدا کئے کہ رہتی دنیا تک ان کی نظیر نہیں مل سکتی۔جس طرح تعلیم کتاب اور تعلیم شریعت کا یہ سلسلہ صحابہ کرامؓ کی جماعت سے آگے منتقل ہوتا چلا گیا۔اسی طرح تزکیہ باطن اور روحانی تربیت کا طریقہ بھی صحابہ کرامؓ نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے سیکھ کر آئندہ نسلوں کو پہنچایا۔صحابہ کرامؓ جہاں بھی گئے یہ روشنی اپنے ساتھ لے کر گئے اور انہوں نے اس روشنی سے لوگوں کے قلوب منور فرمائے۔بعد میں جب دین کا یہ پہلو منظم ہوا تو مذاہب فِقہ کی طرح تربیت وتزکیہ کے بھی چار بڑے سلسلے ہمارے ہاں رائج ہوئے۔اپنی طرف سے دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنا اور اسے جُز دین بنا دینا جس کی کوئی اصل حدیث وقرآن میں نہیں ملتی وہ بدعت ہے۔اور یہ بہت ہی بری، ناپسندیدہ اور حرام ہے۔لیکن جو چیز بوجوہ شرعی، قرون ثلاثہ میں موجود تھی وہ سنت ہے۔اس لیے وہ اذکار واشغال جس کا اصل کتاب وسنت میں موجود ہے اور ان کی جزئیات مشائخ نے اس اصل سے اخذ کی ہوں وہ داخل سنت ہیں۔

اذکار: کا مقصد تعلق مع اللہ اور توجہ الی اللہ کا حاصل کرنا ہے۔جس طریقے سے بھی حاصل ہو اختیار کرنا فرض ہے۔علمائے مجتہدین نے اپنے خداداد علم وذہانت سے قرآن و سنت پر غور وغوض کر کے جو فقہی مسائل اختیار کئے ہیں وہ اجتہاد ہیں۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے زمانے میں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرامؓ تھے جن میں سے 149 مجتہد ہوئے۔یعنی اجتہاد کر سکتے تھے۔صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین اور تبع تابعین میں بہت سے لوگ مجتہد ہوئے لیکن چار بہت مشہور ہوئے۔جن کے پیروکار پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

1۔امام اعظم امام ابوحنیفہؒ 2۔ امام مالک بن انسؒ 3۔امام شافعیؒ 4-امام احمد بن حنبلؒ

مجتہدین نے اپنی روحانی قوت سے روحانی تربیت کے طریقے اخذ کئے اور مجتہدین تصوف کہلائے۔انہیں شیخ طریقت بھی کہتے ہیں۔مجتہدین تصوف بھی مجتہدین شریعت کی طرح بہت ہوئے۔مگر چار روحانی سلسلے زیادہ مشہور اور رائج ہیں۔

سلسلہ قادریہ: جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے سینہ مبارک سے سینہ بسینہ صحابہ کرامؓ اور پھر مشائخ کرام کو فیض باطنی ہوا اور پھر انہوں نے سینہ بہ سینہ عام کیا۔

سلسلہ چشتیہ: جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سینے سے پھیلا۔

سلسلہ نقشبندیہ: جو حضرت ابو بکرؓ کے سینہ مبارک سے سینہ بسینہ پھیلا۔

سلسلہ سہروردیہ: نقشبندی اور قادریوں کے باہم فیض سے سلسلہ سہروردیہ وجود میں آیا۔

سلسلے اور بھی ہیں مثلاً فاروقیہ، عثمانیہ، صابریہ وغیرہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک سلسلہ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک سلسلہ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی ایک ایک سلسلہ چلا اور ایک سلسلہ حواریہ اور اویسیہ بھی ہے۔

چار فقہی مسالک اور چار روحانی سلسلوں کو ملا کر ظاہری اور باطنی اصلاح (اجتہاد وارشاد) کا جو نظام بنتا ہے اسے مسلک اہلسنت والجماعت کہتے ہیں۔ یعنی:

1۔ نبوت کا ظاہری علمی اور عملی پہلو، چار فقہی مسلکوں نے سنبھال لیا اور

2۔ نبوت کا باطنی اور روحانی پہلو چار روحانی سلسلوں نے سنبھال لیا اور اس طرح امت مسلمہ علوم نبوت اور انوار نبوت کی وارث اور امین ٹھہری۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی چیز کو سمجھنے کے لیے تین قوتیں عطا فرمائی ہیں۔

1) وہم 2) عقل 3) نور بصیرت

عقل کے مقابلے میں وہم ہیچ ہے اور نور بصیرت کے مقابلے میں عقل ہیچ ہے۔ عالم ظاہر بین نور بصیرت سے محروم ہوتے ہیں۔ یہ دولت انبیاء کرامؑ سے ان کے صحیح ورثا علمائے ربانی اور صوفیاء عارفین کو ملی ہے۔ یہ القائی اور انعکاسی چیز ہے اور القا اور صحبت سے حاصل ہوتی ہے۔

سلسلہ اویسیہ کیا ہے؟

اس اصطلاح کو حضرت اویس قرنیؓ سے کوئی نسبت ہوسکتی ہے تو صرف اس بنا پر کہ انہوں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی صحبت میں رہ کر تربیت نہیں پائی تھی۔ بلکہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی روح پرفتوح سے فیض حاصل کیا تھا۔ **<u>یعنی روح سے فیض حاصل کرنے کو اصطلاح میں اویسی طریقہ کہتے ہیں۔</u>** اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ یہ سلسلہ حضرت اویس قرنیؓ سے چلتا ہے بلکہ بزرگان دین میں سے کسی بھی بزرگ کی طرف سے فیض آنے لگتا ہے۔ یعنی انسان روحانی طور پر فیض پانے لگتا ہے اور روحانی فیض سے مراد وہ روحانی تربیت ہے جو اہل اللہ سے حاصل کی جاتی ہے۔ قبر پر جانے کے بجائے روحانی رابطہ قائم کیا جاتا ہے۔ جہلا والا فیض نہیں کہ قبروں کا طواف کرتے رہیں۔ قبروں پر سجدے کرتے رہیں اور انہیں حاجت روا اور مشکل کشا مانتے رہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ **<u>اویسی وہ ہوتا ہے جسے کسی ولی اللہ کی روح سے فیض حاصل ہوجائے۔</u>** بڑے بڑے اولیاء اللہ اس سلسلے اویسیہ کے طریقے سے فیض لیتے رہے ہیں۔ اس سلسلے والے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی روح پُرفتوح سے بھی فیض لیتے ہیں۔ ان تمام منازل کو طے کرنے کے لیے تین طریقے ہیں۔

1۔ یہ کہ عارف کی تربیت روح پرفتوح آنحضرت محمد خاتم النبیین ﷺ خود فرمائیں۔

2۔ یہ کہ اتباع سنت نبوی خاتم النبیین ﷺ کے واسطے سے سالک کو براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے فیض ملے۔

3۔ یہ کہ جس کو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ یا فیض ربانی سے تربیت حاصل ہو رہی ہو اس کی ذات بابرکات سے فیض ملے (یا اس کی تربیت میں رہ کر یا اس کے غیبی توجہ سے فیض ملتا ہے)

اس دولت کا ملنا شیخ یا روحانی استاد کی صحبت اور القا و انعکاس کے بغیر محال ہے۔ انبیاء کرامؑ کے بعد انبیاء کرامؑ کا تربیت یافتہ گروہ ہی وراثت یافتہ گروہ کہلاتا ہے اور وسیلہ بنتا ہے اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔

تاہم تمام طریقوں اور سلسلوں کا مقصد انبیاء کرامؑ کی تعلیمات کی بنیاد پر حصول اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نظام ہدایت وحکمت ایسے افراد پیدا کرتا رہتا ہے جن کے قلوب الہامی طرز فکر سے روشن ہوجاتے ہیں۔ ان افراد کے اندر سے نکلنے والے نور سے نہ صرف ان سے نسبت والے افراد فیض یاب ہوتے ہیں بلکہ عام افراد بھی فیض حاصل کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص ایسے قدسی نفس حضرات سے نسبت ارادت قائم کر لیتا ہے (مرید ہوجاتا ہے) تو اس کے شعور اور تحت شعور میں ایک نورانی ربط اس شخصیت سے قائم ہوجاتا ہے۔ کشش کے قانون کے تحت آدمی اپنے جیسے بشر کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور اس کی باتوں کو بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے اور اس کے حواس میں

نورانی لہروں کوجذب کرنے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے اوراس طرح عالم قدس سے اس کی غیر شعوری اورشعوری وابستگی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

بعض اولیاء ان سلسلوں کے علاوہ صرف اتباع سنت،عبادت،خلوص اورمجاہدوں سے اللہ تک پہنچتے ہیں اوربعض پیدائشی ولی ہوتے ہیں۔بلاتعلیم،بلاعلم،بلامحنت خودبخودان کی روح میں کشش ربانی پائی جاتی ہے اوراللہ تک پہنچتے ہیں اوراکثرمجذوب کہلاتے ہیں۔لیکن مندرجہ بالا دونوں قسموں کے اولیاء شاذونادرہی ہوتے ہیں۔ ولایت کا راستہ شاہرہ عام میں سلسلہ طریقت صوفیہ سے ہی ہے اورطریقت میں رابطہ رہبر،رابطہ مرشداوررابطہ روحانی استادایسا ہی ہے جیسے کہ شریعت میں خانہ کعبہ مخلوق اور خالق کے درمیان عبادت کے واسطے رابطہ ہے۔

حضرت بابابلھے شاہؒ نے کیاخوب کہاہے: **''خداخودمیرساماں است ارباب توکل را''**

توکل کرنے والوں کے لیےخوداللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہی سازوسامان فراہم کرنے والی ہے۔اللہ تعالیٰ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کوتین طرح کاعلم دیا۔

1۔ وہ علم جسے تمام جہانوں کے لیے عام کرنے کاحکم فرمایا۔

2۔ وہ علم جوصرف اورصرف نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے لیےمخصوص تھا۔آپ خاتم النبیین ﷺ کےعلاوہ کوئی اوراس علم کامتحمل ہی نہیں ہوسکتا تھا۔

3۔ وہ علم جوآپ خاتم النبیین ﷺ کودیااورآپ خاتم النبیین ﷺ کواختیاردیاکہ جس کودیناچاہیں اورجتنادیناچاہیں۔

1۔ پہلاعلم شریعت جس کوعام کرنے کاحکم دیاگیا۔شریعت فرائض کی پابندی کا نام ہے۔یہ نماز،روزہ،حج،زکوٰۃ،ذکر،تبلیغ اور جہادہے۔سال میں ایک ماہ کے روزے رکھنے والا،ڈھائی فیصدزکوٰۃاداکرنے والا،حافظ،عالم،قاری،سب مقام شریعت پرہیں۔ان کےنفس نہ مرے نہ پاک ہوئے بس ذراسدھرگئے۔مقام شریعت کادعویٰ داردن میں پانچ ہزارمرتبہ لفظ''اللہ''اپنے منہ سے نکالتاہے۔

2۔ دوسراعلم جونبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے لیےمخصوص ہےیعنی آپ خاتم النبیین ﷺ کےعلاوہ کوئی اوراس علم کامتحمل نہیں ہوسکتا۔

خدا کی عظمتیں کیا ہیں محمد مصطفی ﷺ جانیں
مقام مصطفی کیاہے محمد ﷺ کاخداجانے

3۔ تیسراعلم آپ خاتم النبیین ﷺ کودینے کے بعدآپ خاتم النبیین ﷺ کواختیاربھی دے دیاکہ آپ خاتم النبیین ﷺ جس کودیناچاہیں اس کودیں اورجتنا دیناچاہیں اتنادیں۔یہ علم آپ خاتم النبیین ﷺ کی صحبت سے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کےتمام صحابہ کرامؓ نے حاصل کیا۔یہ باطنی علم کہلاتا ہے۔اس علم کوانعکاسی علم بھی کہتے ہیں۔یہ علم آپ خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرامؓ پرخصوصی نظرکرکے،سرپردست شفقت رکھ کر،لعاب دہن چٹاکر،سینے سے سینہ ملاکر،دعافرماکر،اورمحبت کی نگاہوں سے دیکھ کرمختلف صحابہ کرامؓ کودیااورصحابہ کرامؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ سےخوب لیا۔پھران کے سینوں سے یہ علم سلسلہ بہ سلسلہ آگےمنتقل ہوا۔اس طریقے کوتزکیہ باطن یاباطن کاعلم یاروحانی تربیت کاطریقہ بھی کہتے ہیں۔نیزاس کوعرف عام میں اخلاص،روحانیت یاتصوف کانام دیاجاتاہے۔

اپنا پیغام پہنچانے کے لیےقدرت دیئے سے دیاجلاتی ہے۔معرفت کی شمع (مشعل)ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہتی ہے۔آخر یہ ولی،ابدال، اوتاد،قطب،غوث اورقلندرکیاہیں؟۔یہ قدرت کے وہ ہاتھ ہیں جوروحانی روشنی کی مشعل لے کرچلتے ہیں اوراس روشنی سے اپنی ذات کوبھی روشن کرتے ہیں اورروشن رکھتے ہیں اوردوسروں کوبھی یہ روشنی انعکاس(منعکس،منتقل) کرتے ہیں۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی
الٰہی کیاچھپاہوتاہے؟ اہل دل کے سینوں میں؟
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہوتودیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
تمنا درد دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

****

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

تعارف:- آپ باعمل عالم اورزاہدومتقی تھے،سنت نبوی خاتم النبیین ﷺ پر سختی سے عمل کرتے اور ہمیشہ اللہ سے ڈرتے۔

آپ کی والدہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کی کنیز تھیں۔اور جب بچپن میں آپ کی والدہ کسی کام میں مصروف ہوتیں اورآپ رونے لگتے تو اُم سلمہؓ آپ کواپنی گود میں لیتیں اوراپنادودھ پلایا کرتیں تھیں۔اب جس نے اُم المومنین کا دودھ پیا ہو اس کے مراتب کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟

بچپن میں سعادت:- بچپن میں ایک مرتبہ آپ نے حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے پیالے کا پانی پی لیا، جب حضور خاتم النبیین ﷺ نے دریافت کیا کہ میرے پیالے کا پانی کس نے پیا ہے۔تو اُم المومنین نے جواب دیا ''حسن نے''۔یہ سن کرآپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ ''اس نے جس قدر میرے پیالے کا پانی پیا ہے اس قدر میرا علم اس میں سرایت کر گیا ہے''۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی دعا:- ایک دن حضور پاک خاتم النبیین ﷺ حضرت اُم سلمہؓ کے مکان پر تشریف لائے تو انہوں نے حسن بصریؒ کو آپ کی آغوش مبارک میں ڈال دیا۔اس وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے آپ کے لئے دعا فرمائی اوراس دعا کی برکت سے آپ کو بے پناہ مراتب حاصل ہوئے۔

نام کی وجہ تسمیہ:- ولادت کے بعد جب آپ کو حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا نام حسن رکھو کیونکہ یہ بہت ہی خوبرو ہے۔حضرت اُم سلمہؓ نے آپ کی تربیت فرمائی وہ ہمیشہ آپکو یہ دعا دیا کرتیں تھیں کہ ''اللہ حسن کو مخلوق کا رہنما بنادے''۔چنانچہ آپ یکتائے روزگار بزرگوں میں سے ہوئے۔آپ نے ایک سو بیس صحابہؓ سے شرف نیاز حاصل کیا ان میں 70 شہدائے بدر بھی شامل ہیں۔لیکن تحفہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ آپ حضرت علیؓ سے بیعت تھے اورانہیں کے خلفاء میں سے ہوئے۔-----ابتدائی دور میں جواہرات کی تجارت کرتے تھے جس کی وجہ سے آپ کا نام حسن موتی بیچنے والا پڑ گیا۔

ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے روم گئے،اور جب وہاں کے وزیر سے ملاقات کے لئے پہنچے تو وہ کہیں جانے کی تیاری کررہا تھا۔وزیر نے پوچھا" آپ بھی میرے ساتھ چلیں گے "فرمایا"ہاں"۔چنانچہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوکر جنگل میں جا پہنچے۔وہاں پرآپ نے دیکھا کہ رومی ریشم کا ایک بہت ہی شاندار خیمہ نصب ہے اور اس کے چاروں طرف مسلح فوج کے دستے طواف کرکے واپس جارہے ہیں۔پھر علماء اور باحشمت لوگ وہاں پہنچے اور خیمے کے قریب کچھ کہہ کر رخصت ہوگئے۔پھر حکما اور میر منشی وہاں پہنچے اور کچھ کہہ کر رخصت ہوگئے۔پھر خوبرو کنیزیں جواہرات کے تھال لے کر آئیں اور وہ بھی اسی طرح کچھ کہہ کر چل دیں۔پھر بادشاہ اوروزیر خیمے کے پاس گئے اوروہ بھی کچھ کہہ کر واپس آگئے،آپ بہت زیادہ حیرت زدہ ہوئے۔اوروزیر سے معاملہ دریافت فرمایا،اس نے بتایا کہ بادشاہ کا ایک خوبصورت جوان بیٹا مر گیا تھا اور وہی اس خیمے میں دفن ہے۔چنانچہ آج کی طرح ہر سال یہ تمام لوگ یہاں آتے ہیں سب سے پہلے فوج آتی ہے اورآکر کہتی ہے،

''اگر جنگ کرکے تیری موت ٹل سکتی تو ہم تجھے بچا لیتے مگر اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنا ممکن نہیں''۔

اس کے بعد حکما آکر کہتے ہیں کہ:''اگر عقل وحکمت سے موت کو روکا جاسکتا اور ہم یقیناً اسے روک دیتے''۔

پھر علماء ومشائخ آکر کہتے ہیں کہ:''اگر دعاؤں سے موت کو دفع کیا جاسکتا تو ہم ضرور دفع کردیتے''۔

پھر خوبصورت کنیزیں آکر کہتیں ہیں کہ:''اگر حسن وجمال سے موت کو ٹالا جاسکتا تو ہم ضرور ٹال دیتیں''۔

پھر بادشاہ اپنے وزیر کے ساتھ آکر کہتا ہے کہ:''میرے بیٹے ہم نے حکماء اطبا کے ذریعے ہر کوشش کر ڈالی لیکن تقدیر الٰہی کو کون مٹا سکتا ہے؟ اب آئندہ سال تک تجھ پر ہمارا اسلام ہو"-یہ کہہ کر سب واپس ہوجاتے ہیں،اور ہر سال اس طرح ایک مرتبہ کیا جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ پر اس واقعے کا اتنا اثر ہوا کہ اس وقت قسم کھائی کہ زندگی بھر نہیں ہنسوں گا۔اور دنیا سے بے زار ہوکر فکر آخرت میں گوشہ نشینی اختیار کر لی۔مشہور ہے کہ ستر سال تک ہمیشہ وضو سے رہتے تھے،کسی نے ایک مرتبہ کسی بزرگ شخص سے پوچھا حسن بصری سے زیادہ افضل کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا ''حسن کے علم کی ہر فرد کو ضرورت ہے اور حسن کو سوائے اللہ کے کسی کی حاجت نہیں ہے''۔

سبق آموز جوابات:- ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے سوال کیا " کیا آپ اپنے واعظ میں کثیر لوگوں کے اجتماع سے خوش ہوتے ہیں "؟ آپ نے جواب دیا ''میں تو اس وقت خوش ہوتا ہوں جب کوئی عشق الٰہی میں دل جلا آجاتا ہے''۔

کسی نے سوال کیا "اسلام کیا ہے؟اور مسلمان کس کو کہتے ہیں"؟ آپ نے فرمایا"اسلام دین حق اور مسلمان اس پر چلنے والا ہے "اور جب آپ سے دین کے اساس کے بارے میں سوال کیا گیاتو آپ نے فرمایا" تقویٰ دین کی اساس ہے۔اور لالچ تقویٰ کوختم کر دیتا ہے"۔

سوال کیا گیا" کیا روحانی طبیب کسی دوسرے کا علاج کرسکتا ہے "؟فرمایا"اس وقت تک نہیں جب تک خود اپنا علاج نہ کرلے، کیونکہ جوخود ہی رستہ بھولے ہوئے ہو وہ دوسرے کا علاج کیسے کرسکتا ہے"؟فرمایا "میرے واعظ سنتے رہوتمہیں فائدہ ہوگا"۔لوگوں نے عرض کیا"ہمارے قلوب توسوئے ہوئے ہیں ان پر آپ کا وعظ کیا اثر کرے گا "؟فرمایا کہ''خوابیدہ قلوب کو بیدار کیا جاسکتا ہے۔البتہ مردہ دلوں کی بیداری ممکن نہیں ہے''۔لوگوں نے عرض کیا"بعض جماعتوں کے اقوال ہمارے قلوب میں خوف خشیت پیدا کر دیتے ہیں"۔فرمایا''تم دنیا میں ڈرانے والوں کی صحبت اختیار کروتا کہ روزمحشر رحمت خداوندی تم سے قریب تر ہو''۔عرض کیا "بعض افراد کا خیال ہے کہ لوگوں کو واعظ اورنصیحت اس وقت کی جائے جب خود تمام برائیوں سے پاک ہو جائے "۔فرمایا" ابلیس تو یہی چاہتا ہے اوامر ونواہی کا سدباب ہوجائے"۔(یعنی نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے والے یہ کام نہ کریں)لوگوں نے پوچھا "مسلمان کوبغض وحسد کرنا جائز ہے"؟فرمایا "برادران یوسف کا واقعہ کیا تمہارے علم میں نہیں ہے کہ بغض وحسد کی وجہ سے انہیں کیا کیا نقصان پہنچا"؟

ریاکاری باعث ہلاکت ہے:- آپ کے ایک عقیدت مند کی یہ کیفیت تھی کہ آیات قرآنی سن کے بے ہوش ہوجاتا تھا۔آپ نے فرمایا"اپنے فعل میں اس امر کو ملحوظ رکھا کرو کہ آواز نہ نکلنے پائے کیونکہ آواز نکلتے ہی ریاکاری محسوس ہونے لگتی ہے۔جو انسان کیلئے باعث ہلاکت ہے اور اگر کسی پر حال طاری نہ ہواور وہ قصداً طاری کرے اور کوئی نصیحت بھی اس پر کارگر نہ ہوتو وہ گناہ گار ہے۔اور اس کا رونا شیطان کا رونا ہے"۔

بے باک مردِ خدا:- ایک مرتبہ دوران وعظ حجاج بن یوسف بمعہ برہنہ شمشیر اپنی افواج کے ہمراہ وہاں پہنچا۔اس محفل میں ایک بزرگ نے اپنے دل میں یہ خیال کیا" آج حسن بصری کا امتحان ہے کہ وہ تعظیم کے لئے کھڑے ہوتے ہیں یا اپنے وعظ میں مشغول رہتے ہیں"۔ چنانچہ آپ نے حجاج بن یوسف کی آمد پر کوئی توجہ نہیں دی اور اپنے کام میں مشغول رہے۔اختتام واعظ پرحجاج بن یوسف نے حضرت حسن بصریؒ کی دست بوسی کرتے ہوئے فرمایا،"لوگو اگر تم کسی مردخدا کو دیکھنا چاہتے ہوتوحسن بصریؒ کو دیکھ لو"۔پھر بعض لوگوں نے حجاج بن یوسف کواس کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا کہ میدان حشر میں کسی کی تلاش میں ہیں۔اور جب ان سے پوچھا گیا" کس کی تلاش ہے "؟تو کہنے لگے "میں اس جلوہ خداوندی کا متلاشی ہوں جس کوموحدین (ایک خدا کو ماننے والے) تلاش کیا کرتے ہیں "۔

لوگ کہتے ہیں کہ مرتے وقت حجاج کی زبان پر یہ کلمات تھے کہ:

''اللہ تو غفور ہے تجھ سے برتر کوئی نہیں ہے،لہٰذا اپنی غفاری ایک کم حوصلہ مشت خاک پر بھی ظاہر کرکے اپنے فضل سے میری مغفرت فرمادے کیونکہ پورا عالم یہی کہتا ہے کہ اس کی بخشش ہرگز نہیں ہوسکتی اور یہ عذاب میں گرفتار رہے گا،لیکن اگر تو نے مجھے بخش دیا تو سب کو یقین آجائے گا کہ یقیناً تری شان ''فعال المایرید اللہ تعالیٰ ''،یعنی اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے وہ کرتا ہے''۔

جب حسن بصری نے یہ واقعہ سنا تو فرمایا''یہ بدخصلت حصول آخرت بھی اپنی ہی مرضی سے کرنا چاہتا ہے''

مبلغ کی عظمت:- حضرت علیؓ جب بصرہ میں آئے تو تمام واعظین کوواعظ گوئی سے منع کرتے ہوئے فرمایا"تمام منبروں کوتوڑ کر پھینک دو"۔

لیکن جب حضرت حسن بصری کے واعظ کی مجلس میں پہنچے توسوال کیا''تم عالم ہو یا طالب علم'' آپ نے جواب دیا کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔البتہ جو کچھ احادیث نبوی سے سنا ہے وہ لوگوں کو پہنچا دیتا ہوں۔یہ سن کر حضرت علیؓ نے آپ کوفرمایا" آپ کوواعظ کہنے کی اجازت ہے"۔اور جب حضرت حسن بصری کو معلوم ہوا کہ یہ حضرت علیؓ تھے وہ آپ کوتلاش کرنے کے لئے نکل پڑے،اور جب آپؓ کو پایا تو فرمایا "مجھے وضو کرنے کا طریقہ بتادیجئے"،اس پر حضرت علیؓ نے پانی منگوایا اور آپ کو وضو کرنے کا طریقہ بتایا۔

خوفِ خدا:- ایک مرتبہ آپ پوری رات مصروف گریہ رہے،لوگوں نے عرض کیا "حضرت آپ تو صاحب تقویٰ ہیں آپ اس قدر گریہ وزاری کیوں کرتے ہیں"؟فرمایا "میں تو اس دن کے لئے روتا ہوں جس دن مجھ سے کوئی ایسی خطا ہوگئی ہو کہ اللہ باز پرس کرکے یہ فرمادے''اے حسن ہماری بارگاہ میں تیری کوئی وقعت نہیں اور ہم تمہاری عبادت کورد کرتے ہیں''۔

دنیا کا انجام:- ایک مرتبہ ایک جنازے میں گئے اور مردے کو دفن کرنے کے بعد اس کے سرہانے کھڑے ہو کر اس قدر روئے کہ قبر کی خاک تر ہوگئی پھر فرمایا''جب آخری منزل ہی آخرت ہے تو پھر ایسی دنیا کے خواہش مند کیوں ہو؟ جس کا انجام قبر ہے اور اس عالم سے خوفزدہ کیوں نہیں جس کی ابتدائی منزل قبر ہے''۔آپ کی اس بات پر لوگ شدت گریہ کے باعث بے حال ہوگئے۔

نصیحت:- ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے آپ کو مکتوب ارسال کرتے ہوئے تحریر کیا "مجھے کوئی ایسی نصیحت کیجئے جو میرے تمام اُمور میں معاون ہو سکے"۔جواب میں آپ نے لکھا کہ''اگر اللہ تعالیٰ تمہارا معاون نہیں ہے تو پھر کسی سے بھی امداد کی توقع ہرگز نہ کرنا''۔

پھر دوسرے مکتوب میں آپ نے یہ تحریر فرمایا''اس دن کو بہت ہی نزدیک سمجھتے رہو جس دن دنیا فنا ہو جائے گی اور صرف آخرت باقی رہ جائے گی''۔

آپ نے سعید بن جبیرؒ کو تین نصیحتیں کیں۔

1) "صحبت سلطان سے اجتناب کرنا

2) کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ رہنا خواہ وہ رابعہ بصری ہی کیوں نہ ہوں۔

3) راگ رنگ میں کبھی شرکت مت کرنا کیونکہ یہ برائی کی طرف جانے کا پیش خیمہ ہے"۔

مالک بن دینارؒ نے ایک مرتبہ آپؒ سے پوچھا "لوگوں کی تباہی کس چیز میں پوشیدہ ہے"؟ فرمایا "مُردہ دلی میں"۔انہوں نے کہا "مُردہ دلی کیا ہے"؟ فرمایا "دنیا کی جانب راغب ہو جانا"۔

جنات کو تبلیغ:- ایک مرتبہ حضرت عبد اللہؒ فجر کے لئے آپ کی مسجد میں تشریف لے گئے تو باہر سے آمین آمین کی آوازیں آئیں جبکہ مسجد اندر سے بند تھی اور آپ مشغول دعا تھے۔چنانچہ اس خیال سے کہ شاید اندر آپ کے ارادت مند ہوں گے باہر ہی کھڑے ہو گئے، جب صبح کو دروازہ کھلا اور میں نے اندر جا کر دیکھا تو آپ اکیلے نماز پڑھ رہے تھے جب میں نے صورت حال دریافت کی تو آپ نے فرمایا، "پہلے وعدہ کرو کہ کسی کو کوئی بات نہ بتاؤ گے "میں نے وعدہ کیا تو فرمایا،"یہاں جنات آتے ہیں میں نے ان کے سامنے واعظ کیا اور دعا کر رہا تھا تو وہ آمین آمین کہہ رہے تھے"۔

کرامت:- کچھ بزرگ آپ کے ہمراہ حج کے لئے گئے بعض کو راستے میں بہت پیاس لگی، چنانچہ راستے میں ایک کنواں نظر پڑا جس پر رسی اور ڈول کچھ بھی نہ تھا۔آپ نے فرمایا کہ جب میں نماز میں مشغول ہو جاؤں تو تم کنویں کا پانی پی لینا، چنانچہ آپ نماز میں مشغول ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی کنویں سے پانی اُبل پڑا۔اور لوگوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ایک شخص نے احتیاطاً پانی اپنے کوزے میں ڈال لیا اس کے ساتھ ہی کنویں کا جوش ختم ہو گیا،آپ نے فوراً فرمایا ہم نے اللہ تعالیٰ پر اعتماد نہیں کیا یہ اس کا نتیجہ ہے۔

آگے جا کر آپ نے کچھ کھجوریں زمین سے اُٹھائیں اور اپنے ساتھ آنے والوں میں تقسیم کیں، ان کھجوروں کی گھٹلیاں سونے کی تھیں جن کو فروخت کر کے لوگوں نے سامان خورد و نوش خریدا اور صدقہ بھی کیا۔

سبق آموز واقعات:

1۔ پہلا واقعہ: آپ نے فرمایا"میں چار افراد کے متعلق سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے : 1۔مخنث(ہیجڑا) 2-مست شخص 3۔لڑکا 4۔عورت

لوگوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا:

1) میں نے ہیجڑے سے گریز کرنا چاہا تو اس نے کہا"میری حالت کا اب تک کسی کو علم نہیں آپ مجھ سے گریزاں نہ ہوں ویسے عاقبت کی خبر اللہ کو ہے"۔

2) پھر فرمایا"ایک شخص مستی کے عالم میں کیچڑ کے اندر کھڑا ہوا تھا اور لڑکھڑاتا ہوا جا رہا تھا"،تو میں نے کہا" سنبھل کر قدم رکھنا کہیں گر نہ پڑنا "،اس نے میری طرف دیکھا پھر اس نے جواب دیا''آپ اپنے قدم مضبوط رکھیں میں گر گیا تو تنہا گروں گا لیکن آپ کے ہمراہ پوری قوم گر جائے گی'' چنانچہ میں اس کے قول سے آج تک متاثر ہوں۔

3) پھر فرمایا"ایک مرتبہ ایک لڑکا چراغ لئے ہوئے چل رہا تھا میں نے اس سے پوچھا"یہ روشنی کہاں سے لے کر آیا ہے"؟اس نے چراغ گل کرتے ہوئے کہا "پہلے آپ بتائیں کہ روشنی کہاں معدوم ہوگئی؟اس کے بعد میں آپ کے سوال کا جواب دوں گا کہ روشنی کہاں سے آئی ہے "؟

4) ایک مرتبہ ایک خوبصورت عورت منہ کھولے ہوئے ننگے سر میرے پاس آئی اور اپنے شوہر کا شکوہ کرنے لگی، میں نے کہا"پہلے تم اپنا منہ تو ڈھانپ لو"اس نے

جواب دیا" شوہر کے عشق میں میری عقل کھوگئی ہے، اور اگر آپ آگاہ نہ کرتے تو میں اسی طرح بازار چلی جاتی اور مجھے بالکل بھی محسوس نہ ہوتا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ آپ کو عشق الٰہی کا دعویٰ بھی ہے اور اس کی روشنی میں آپ سب کو دیکھتے ہیں اس کے باوجود بھی آپ اپنے ہوش پر قائم ہیں''۔

2۔ ایک مرتبہ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا" تم حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے صحابہ اکرام رضی اللہ کی طرح ہو"، یہ سن کر سب لوگ بہت خوش ہو گئے" تو آپ نے فرمایا" میرا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ تم کردار اور عادات میں ان کی طرح ہو بلکہ تمہارے اندر ان کی کچھ شباہت پائی جاتی ہیں"۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ کی کیفیت تو یہ تھی کہ تم ان کو دیکھ کر دیوانہ تصور کرتے اور اگر وہ تمہاری حالت دیکھتے تو تمہیں ہرگز مسلمان تصوّر نہ کرتے، وہ تو برق رفتار گھوڑوں پر آگے نکل گئے، اور ہم ایسے زخم خوردہ خچروں پر سوار پیچھے رہ گئے جو زخمی کمر کی وجہ سے چلنے کے قابل نہیں"۔

3۔ فرمایا" انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ نافع علم، اکمل علم، اخلاص، قناعت اور صبرِ جمیل کا توشہ تیار کرتا رہے، اور جب یہ چیزیں حاصل ہوجائیں تو اس کے اُخروی مراتب کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا"۔

4۔ فرمایا" بھیڑ بکریاں انسانوں سے زیادہ باخبر ہوتی ہیں چرواہے کی ایک ہی آواز پر چرنا چھوڑ کر اس کے پاس آجاتیں ہیں، اور انسان ہے کہ اپنی خواہشات کی خاطر رب تعالیٰ کے احکامات کی بھی پرواہ نہیں کرتا"۔

5۔ فرمایا" انسان دنیا سے تین تمنائیں لے کر آخرت کی طرف چلے جاتے ہیں (جمع کرنے کی حرص) (جو کچھ حاصل کرنا چاہا وہ حاصل نہ کرسکا) (توشہ آخرت جمع نہ کرسکا)-"

6۔ فرمایا" ہلکے پھلکے چھوٹ گئے اور بھاری بھرکم ہلاک ہوگئے، کیونکہ وہ دنیا کو محبوب تصور نہیں کرتے نجات ان کا حصہ ہے اور اسیر دنیا خود کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ اور جو لوگ دنیا کی نعمت پر ناز نہیں کرتے مغفرت انہی کا حصہ ہے کیونکہ دانش مند وہی ہے جو دنیا کو خیر باد کہہ کر آخرت کی فکر میں لگا رہے۔ خدا شناس لوگ دنیا کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں جبکہ دنیا شناس لوگ خدا کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں"۔

7۔ فرمایا" نفس سے زیادہ دنیا میں کوئی چیز سرکش نہیں ہے"۔

8۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا " کیا کبھی آپ کو کوئی خوشی حاصل ہوئی ہے "؟ فرمایا" ہاں ایک مرتبہ میں اپنے عبادت خانے کی چھت پر گیا برابر میں ہمسائے کی بیوی اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی، شادی کے بعد سے پچاس سال میں، میں نے صبر وسکون سے تیرے ساتھ نباہ کیا ہے اور تجھ سے کبھی کوئی ایسی شے طلب نہیں کی جس کا تو متحمل نہ ہوسکتا تھا۔ نہ کبھی غربت کا شکوہ کیا اور نہ کبھی اپنی تکلیف کی شکایت کی۔ لیکن یہ سب کچھ میں نے محض اس لئے برداشت کیا کہ تو میرا تھا۔ لیکن اگر اب تو دوسری شادی کا رادہ رکھتا ہے تو کیوں؟ میں امام وقت سے تیری شکایت کروں گی"۔ مجھے یہ باتیں سن کر بے حد خوشی ہوئی کیونکہ یہ قول قرآن کے عین مطابق تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ۝ (سورۃ النساء آیت 48)

ترجمہ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشے گا جنہوں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا اور ان کے علاوہ جس کو چاہے گا بخش دے گا اور جو اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا''۔

ایک مرتبہ آپ اللہ تعالیٰ سے مناجات کررہے تھے کہ ''اے اللہ تیری نعمتوں کا شکر نہ بجالا سکا اور تکلیف میں صبر کا دامن چھوڑ دیا۔ لیکن عدم شکر کے باوجود بھی تو نے اپنی نعمتوں سے محروم نہ رکھا۔ اور صبر نہ کرنے پر بھی تو میری مصیبتوں کا ازالہ کرتا رہا''۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''جو شخص دوسروں کے عیوب تم سے بیان کرے تو سمجھ لو کہ تمہارے عیوب بھی وہ دوسروں سے بیان کرے گا کیونکہ اس کو دوسروں کے پیٹھ پیچھے ان کے عیوب گنوانے کی عادت ہے''۔

کسی نے آپ سے خشوع کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ''قلبی خوف کا نام خشوع ہے''۔

وفات:—وفات کے وقت آپ مسکرا رہے تھے وفات کی شب میں کسی بزرگ نے خواب میں دیکھا آسمان کے دریچے کھلے ہوئے ہیں اور ندا دی جاری ہے "حسن بصری مولیٰ کے پاس حاضر ہوگئے ہیں اور اللہ ان سے راضی ہے"۔

****

حضرت رابعہ بصریؒ

پیدائش:- ولادت کے وقت آپؒ کے والد صاحب کے پاس اتنا تیل بھی نہ تھا کہ ناف پہ ڈال دیا جاتا اور نہ ہی اتنا کپڑا تھا کہ آپؒ کو لپیٹ دیا جاتا۔آپؒ تین بہنوں کے بعد ہوئیں تھیں اس لئے آپ کا نام رابعہ رکھا گیا۔

آپؒ کی والدہ نے آپؒ کے والد کو کہا کہ پڑوس سے تھوڑا سا تیل لے آئیں آپؒ کے والد گئے اور بغیر تیل مانگے واپس آ گئے ،اور کہا کہ پڑوسی دروازہ نہیں کھولتا، کیونکہ آپؒ کے والد یہ عہد کر چکے تھے کہ سوائے اللہ کے کسی سے بھی کچھ نہیں مانگیں گے۔اس پریشانی میں آپ کے والد کی آنکھ لگ گئی ،خواب میں حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا ''تیری یہ بچی بہت ہی مقبولیت حاصل کرے گی اور اس کی شفاعت سے میری امت کے ایک ہزار افراد بخش دیئے جائیں گے''اس کے بعد حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ والئی بصرہ کے پاس جا اور ایک کاغذ پر تحریر کر کہ تو ہر روز ایک سو مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے اور جمعہ کی رات چار سو مرتبہ۔لیکن گزشتہ رات جو گزری ہے تو درود شریف پڑھنا بھول گیا لہذٰا بطور کفارہ حامل ھذا کو چار سو دینار دے دے''۔

صبح کو جب آپؒ کے والد بیدار ہوئے تو بیحد روئے اور خط تحریر کیا اور دربان کے ہاتھ والئی بصرہ کو بھجوا دیا۔اس نے مکتوب پڑھتے ہی حکم دیا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی یاد آوری کے شکرانے میں دس ہزار درہم فقراء کو تقسیم کر دیئے جائیں اور چار سو درہم اس شخص کو دو۔اس کے بعد والئی بصرہ خود بطور تعظیم آپؒ سے ملاقات کے لئے آئے اور عرض کی کہ آپؒ کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے مطلع فرمادیا کریں، چنانچہ انہوں نے چار سو دینار لے کر ضرورت کا سارا سامان خرید لیا۔

حالات:- حضرت رابعہ بصریؒ نے جب ہوش سنبھالا تو والد کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا۔ایک ظالم نے آپ کو پکڑ کر انتہائی قلیل رقم میں آپ کو فروخت کر دیا۔اس شخص نے آپ کو اپنے گھر لا کر بے حد مشقت والے کام لینے شروع کر دیئے۔ایک مرتبہ آپ کہیں جا رہیں تھیں کہ کسی نامحرم کو اپنے سامنے دیکھ کر اس زور سے گریں کہ آپ کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔اس وقت آپ نے سر بسجود ہو کر عرض کیا کہ ''یا اللہ میں پہلے ہی بے یارو مددگار تھی اب تو میرا ہاتھ بھی ٹوٹ گیا ہے اس کے باوجود میں تیری رضا چاہتی ہوں''۔چناچہ غیب سے آواز آئی ''اے رابعہ غمگین نہ ہو کل تجھے وہ مقرب مرتبہ حاصل ہو گا کہ فرشتے بھی تجھ پر رشک کریں گے''، یہ سن کر آپ خوشی خوشی اپنے مالک کے پاس پہنچ گئیں۔

آپ کا یہ معمول تھا کہ دن میں روزہ رکھتیں اور رات بھر عبادت کرتیں ،ایک شب آپ کے مالک کی آنکھ کھلی تو اس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا اور اس وقت ایک گوشے میں آپ کو سر بسجود پایا۔اور معلق نور آپ کے سر پر چمکتا ہوا دیکھا اور آپ اللہ تعالیٰ سے عرض کر رہیں تھیں ''مالک میرے بس میں ہوتا تو سارا وقت تیری عبادت میں گزار دیتی۔چونکہ تو نے مجھے غیر کا محکوم بنا دیا ہے اس لئے تیری بارگاہ میں دیر سے حاضر ہوتی ہوں''۔یہ سن کر آپ کے آقا نے دل میں کہا کہ اس عورت سے مجھے خدمت لینے کے بجائے اس کی خدمت کرنی چاہئے۔صبح ہوتے ہی آپ کو آزاد کر دیا اور کہا کہ اگر یہاں رک کر عبادت کرنا چاہیں تو میری سعادت ہو گی ،لیکن اگر آپ یہاں سے جانا چاہیں تو آپ کو اختیار ہے۔یہ سن کر آپ حجرہ سے باہر نکل آئیں اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئیں۔آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت پڑھا کرتیں اور حضرت حسن بصریؒ کے واعظ میں جایا کرتیں تھیں۔

سفر حج پر روانہ ہوئیں تو آپ کا ذاتی گدھا بے حد کمزور تھا اور سفر حج کے راستے ہی میں وہ مر گیا۔اہل قافلہ آپ کو تنہا چھوڑ کر آگے چل دیئے۔اس وقت آپ نے بارگاہ الہٰی میں عرض کیا کہ الہٰی ایک نادار اور عاجز کے ساتھ یہ کیسا سلوک؟ پہلے تو اپنے گھر کی جانب مدعو کیا اور راستے میں گدھا مر گیا،اور مجھ کو ساتھیوں نے جنگل میں اکیلا چھوڑ دیا۔ابھی اللہ تعالیٰ سے یہ باتیں کر ہی رہیں تھیں کہ آپ کا گدھا دوبارہ زندہ ہو گیا اور تندرست و توانا آپ اس پر سوار ہو کر مکہ معظّمہ روانہ ہوئیں۔

آپ مکہ معظّمہ پہنچیں تو کچھ ایام بیاباں میں مقیم رہ کر اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ میں اس لئے دل گرفتہ ہوئی کہ میری تخلیق تو خاک سے ہوئی ہے اور کعبہ پتھر سے تعمیر کیا گیا ہے لہذٰا میں تجھ سے بلاواسطہ ملاقات کی خواہش مند ہوں۔چنانچہ بلاواسطہ اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا ''اے رابعہ کیا تمام عالم درہم برہم کر کے اہل عالم کا خون اپنی گردن لینا چاہتی ہو'' کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب موسیٰؑ نے دیدار کی خواہش کی اور ہم نے اپنی تجلیات میں سے ایک چھوٹی سی تجلی طور سینا پر ڈالی ،تو وہ پاش پاش ہو گیا۔اس کے بعد جب آپ دوبارہ حج کو گئیں تو آپ نے دیکھا کہ کعبہ خود آپ کے استقبال کے لئے آ رہا ہے۔آپ نے کہا "الہٰی مجھے مکان کی حاجت نہیں ہے مکین کی ضرورت ہے کیونکہ مجھے حسن کعبہ سے زیادہ جمال خداوندی کے دیدار کی تمنا ہے"۔

یقین کی دولت:- دو بھوکے افراد رابعہ بصریؒ کے ہاں بغرض ملاقات حاضر ہوئے اور باہمی گفتگو کرنے لگے۔ کہ اگر رابعہ اس وقت ہمیں کھانا پیش کریں تو بہت اچھا ہو ،آپ کے ہاں اس وقت صرف دو ہی روٹیاں تھیں آپ نے سامنے رکھیں لیکن اسی اثناء میں باہر سے سائل کی آواز آئی ،آپ نے فوراً یہ دونوں روٹیاں اٹھا کر باہر سائل کو دے دیں۔ یہ دونوں افراد بہت ہی پریشان ہوئے لیکن کچھ ہی وقفے کے بعد ایک کنیز بہت سی گرم گرم روٹیاں لے کر آئی اور عرض کیا کہ یہ میری مالکن نے بھجوائی ہیں۔ آپ نے ان روٹیوں کو شمار کیا تو وہ اٹھارہ تھیں آپ نے کنیز کو روٹیاں واپس کرتے ہوئے کہا کہ یہ روٹیاں میرے لیئے نہیں ہیں ،کنیز وہ روٹیاں واپس لے گئی۔ اور کچھ دیر کے بعد وہ دوبارہ حاضر ہوئی اس مرتبہ اس کے پاس پوری بیس روٹیاں تھیں۔ آپ نے ان کو لے لیا اور مہمانوں کے آگے رکھا اور وہ محو حیرت ہو کر کھانے میں مصروف ہو گئے۔

فراغت طعام کے بعد رابعہ بصریؒ سے واقعے کی نوعیت معلوم کرنا چاہی تو فرمایا کہ جب تم یہاں آئے تھے تو مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ تم بھوکے ہو، اور جو کچھ گھر میں تھا وہ میں نے تمہارے سامنے رکھ دیا تھا۔ اسی دوران ایک سائل آن پہنچا اور وہ دونوں روٹیاں میں نے اسے دے دیں، پھر میں نے اللہ سے دل میں کہا "تیرا وعدہ ایک کے بدلے میں دس دینے کا ہے اور مجھے تیرے قول پر مکمل یقین ہے"۔ لیکن جب کنیز اٹھارہ روٹیاں لے کر آئی تو میں نے سمجھ لیا کہ یقیناً کوئی غلطی ہو گئی ہو گی ان سے، اس لئے میں نے وہ روٹیاں واپس کر دیں۔ لیکن جب وہ دوبارہ پوری بیس روٹیاں لے کر آئی تو میں نے وعدہ کی تکمیل میں لے لیں۔

دوستی کا حق:- ایک مرتبہ تھکاوٹ کی وجہ سے نماز ادا کرتے ہوئے نیند آ گئی، اسی دوران ایک چور آپ کی چادر اٹھا کر فرار ہونے لگا، جب وہ واپس مڑا تو اسے باہر نکلنے کا راستہ نظر نہ آیا، اس نے چادر دوبارہ آپ کے پاس رکھ دی تو راستہ نظر آ گیا۔ اس نے پھر چادر اٹھالی تو دروازہ پھر نظروں سے اوجھل ہو گیا، غرض اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا تو غیب سے آواز آئی ''تو اپنے آپ کو آفت میں کیوں مبتلا کرتا ہے، اس لئے کہ چادر والی نے برسوں سے اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دیا ہے، اور اس وقت سے شیطان تک اس کے پاس نہیں پھٹک سکتا پھر کسی کی کیا مجال کہ چادر چوری کر سکے' اگر چہ ایک دوست محو خواب ہے لیکن دوسرا دوست تو بیدار ہے''۔

معرفت:- لوگوں نے آپ سے سوال کیا "آپ کہاں سے آئی ہیں؟ اور کہاں جائیں گی"؟ جواب دیا" جس جہاں سے آئی ہوں وہیں لوٹ جاؤں گی"۔ پھر سوال کیا گیا "اس جہاں میں آپ کا کیا کام ہے"؟ فرمایا" کف افسوس ملنا"۔ اور جب افسوس کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا کہ ''رزق تو اس جہاں کے مالک کا کھاتی ہوں اور کام اس جہاں کے کرتی ہوں''۔

لوگوں نے سوال کیا" خدا بندے سے کس وقت خوش ہوتا ہے "؟ فرمایا کہ ''جب بندہ مصیبت کے وقت اس کے دیے کا شکر ادا کرے جیسا کہ نعمت ملنے پر کرتا ہے''۔

بطور آزمائش کچھ لوگوں نے آپ سے عرض کیا "اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے اور وصف نبوت صرف مردوں کو ہی حاصل ہے۔ اس کے باوجود بھی آپ کو اپنے اوپر فخر اور تکبر ہے اور لا حاصل ریا کاری میں مبتلا ہیں"؟ فرمایا" یہ تم لوگ بالکل ٹھیک کہتے ہو لیکن یہ تو بتاؤ کہ کیا کبھی کسی عورت نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے؟ اور کیا کوئی عورت بھی ہیجڑہ ہوئی ہے جبکہ سینکڑوں مرد مخنث پھرتے ہیں"۔

حضرت عبدالواحد محاصریؒ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت سفیان ثوریؒ رابعہ بصریؒ کی مزاج پرسی کے لئے حاضر ہوئے کچھ ایسے مرعوب ہوئے کہ لب کشائی کی ہمت ہی نہ ہو سکی، حتیٰ کہ رابعہ نے خود ہی فرمایا کچھ گفتگو کیجئے تو ہم دونوں نے کہا" اللہ تعالیٰ آپ کا مرض دور فرمائے"۔ رابعہ نے عرض کیا" اللہ تعالیٰ آپ کا مرض دور فرمائے۔ اور میں اس عطا کردہ شے کا شکوہ کیسے کر سکتی ہوں کیونکہ یہ کسی دوست کے لئے بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ رضا کے دوست کی مخالفت کرے"۔ پھر حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا" کیا آپ کو کسی چیز کی حاجت ہے؟ کسی چیز کی خواہش ہے"؟ فرمایا" تم صاحب معرفت ہو کر ایسا سوال کرتے ہو"۔ پھر فرمایا" بصرہ میں کھجور کی ارزانی کے باوجود بارہ سال سے مجھے اس کی خواہش ہے لیکن میں نے اس لئے نہیں چکھی کہ بندے کو اپنے مرضی کے مطابق کوئی کام نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ رضائے الہیٰ کے بغیر کوئی کام کرنا کفر کے ہم معنی ہے"۔

پھر حضرت سفیان ثوریؒ نے دعا کی درخواست کی تو فرمایا" اگر تمہارے اندر دنیا نہ ہوتی تو تم نیکی کا مجسمہ ہوتے"، انہوں نے کہا "یہ کیا فرما رہی ہیں"؟ آپ نے کہا "یہی بات کہہ رہی ہوں اگر ایسا نہ ہوتا تو تم کم عقلی کی باتیں نہ کرتے۔ اس لئے کہ جب تمہیں یہ علم ہے کہ دنیا فانی ہے اور فانی شے کی ہر شے فانی ہوا کرتی ہے، اس کے باوجود بھی تم نے سوال کیا کہ تمہاری طبیعت کس چیز کو چاہتی ہے "؟

کارسازی کی کارفرمائی:- حضرت مالک بن دینارؒ کہا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں رابعہ بصریؒ سے ملاقات کے لئے گیا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا مٹی کا لوٹا ہے

جس سے آپ وضو کرتی اور پانی پیتی ہیں، اور ایک بوسیدہ چٹائی ہے جس پر اینٹ کا تکیہ ہے، میں نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو آپ کے لئے کچھ حاضر کروں میرے بہت سے احباب دولت مند ہیں۔ آپ نے جواب دیا " کیا مجھے، تمہیں اور دولت مندوں کو رزق عطا کرنے والی ذات ایک نہیں ہے؟ جب وہ ذات ہر فرد کی ضرورت سے واقف ہے تو پھر اسے یاددہانی کی کیا ضرورت "؟

صدق کی تعریف:- حضرت رابعہ بصریؒ نے فرمایا "جو مالک کے دیدار پر اپنے زخموں کی اذیت فراموش نہ کرسکے وہ اپنے دعویٰ صدق میں جھوٹا ہے"۔

وفات:- وفات کے وقت آپؒ نے تمام حاضرین سے فرمایا آپ حضرات یہاں سے ہٹ کر ملائکہ کے لئے جگہ چھوڑ دیں، چنانچہ سب باہر نکل آئے اور دروازہ بند کر دیا گیا، اس کے بعد اندر سے آواز آئی،

ترجمہ: ''اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ اس حالت میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی''۔ (سورۃ الفجر، آیت نمبر 27)

اور جب اندر سے آواز آنی بند ہوگئی تو لوگوں نے جب اندر جا کر دیکھا تو روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ مشائخ کا قول ہے کہ رابعہؒ نے کبھی اپنے مالک کے سامنے دکھ سکھ کا گِلہ نہیں کیا۔ اور مخلوق سے کچھ طلب کرنا تو درکنار اپنے مالک سے بھی کچھ طلب نہ کیا، اور انوکھی شان کے ساتھ اس جہان فانی سے رخصت ہوگئیں۔

انا للہ وانا الیہ الراجعون٥

کسی نے رابعہ بصریؒ کو خواب میں دیکھ کر دریافت کیا "منکر نکیر کے ساتھ کیسا معاملہ ہے "؟ جواب دیا کہ انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ ''تیرا رب کون ہے؟'' تو میں نے جواب دیا کہ ''رب سے جا کر کہہ دو کہ جب تو نے پوری مخلوق کے خیال کے باوجود ایک ناتواں عورت کا خیال دنیا میں رکھا تو پھر وہ تجھے کیسے بھول سکتی ہے؟ اور جب دنیا میں تیرے سوا اس کا کسی سے کوئی تعلق نہ تھا تو پھر ان ملائکہ کے ذریعے جواب طلبی کے کیا معنی "؟

****

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

تعارف۔ آپ جلیل القدر تابعین اور مقتدائے اربعین میں سے ہیں۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

''اویس رحمۃ اللہ علیہ احسان ومہربانی کے اعتبار سے بہترین تابعین میں سے ہیں''۔ (مسند احمد، جلد 11 حدیث نمبر 12010)

بعض اوقات آپ خاتم النبیین ﷺ یمن کی طرف روئے مبارک کر کے فرمایا کرتے تھے''میں یمن کی جانب سے رحمت کی ہوا آتی ہوئی پاتا ہوں''۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

''روزِ محشر ستر ہزار ملائکہ کے جلوس میں جو اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے شبیہہ ہوں گے حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ کو جنت میں داخل کیا جائے گا تاکہ مخلوق ان کو شناخت نہ کر سکے سوائے اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ خود ان کے دیدار سے مشرف کرنا چاہے۔ یہ اس لیے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے خلوت نشین ہو کر مخلوق سے روپوشی اختیار کر کے محض اس لیے عبادت وریاضت کی کہ دنیا آپ کو برگزیدہ نہ تصور کرنے لگے اور اسی مصلحت کے پیشِ نظر روزِ محشر آپ کی پردہ داری قائم رکھی جائے گی''۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

"میری امت میں ایک ایسا شخص ہے کہ جس کی شفاعت سے قبیلہ ربیعہ ومضر کی بھیڑوں کے بال کے برابر گناہ گاروں کو بخش دیا جائے گا" (ربیعہ ومضر دو قبیلے ہیں جن میں بھیڑیں بکثرت پائی جاتی ہیں)۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ! وہ کون شخص ہے؟ اور کہاں مقیم ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "بس اللہ کا ایک بندہ ہے''، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے حد اصرار کے بعد فرمایا ''وہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ ہے''۔ (مستدرک از ابن عباس)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا "یا رسول خاتم النبیین ﷺ اللہ، کیا وہ کبھی آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں "؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''کبھی نہیں، لیکن چشم ظاہری کے بجائے چشم باطنی سے اس کو میرے دیدار کی سعادت حاصل ہے۔ اور اس کا مجھ تک نہ پہنچنا دو وجوہات کی بناء پر ہے، اول غلبہ حال اور دوم تعظیمِ شریعت کیونکہ اس کی والدہ بوڑھی بھی ہیں اور نابینا بھی اور اویس اونٹوں کی رکھوالی کر کے ان کے لیے معاش حاصل کرتا ہے''۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ، کیا ہم ان سے ملاقات کر سکتے ہیں "؟ تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "نہیں۔ البتہ عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ سے اُن کی ملاقات ہوگی اور ان کی شناخت یہ ہے کہ اس کے پورے جسم پر بال ہیں اور ہتھیلی کے بائیں پہلو پر ایک درہم کے مساوی سفید رنگ کا داغ ہے جو کہ برص کا داغ نہیں ہے۔ لہٰذا جب ان سے ملاقات ہو تو انہیں میرا اسلام کہنا اور انہیں میری امت کے لیے دعا کرنے کا پیغام بھی دینا''۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے آپ خاتم النبیین ﷺ کے پیراہن کے بارے میں پوچھا تھا "یہ کس کو ملے گا "؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ یہ ''اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو دے دینا''۔

[illegible]۔ دورِ خلافت راشدہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچے اور اہلِ یمن سے ان کا پتہ معلوم کیا تو کسی نے کہا "مجھے ان کے بارے میں پوری طرح معلوم نہیں ہے البتہ شاید آپ ایک دیوانے کے بارے میں معلوم کر رہے ہیں جو آبادی سے دور عرفہ کی وادی میں اپنے اونٹ چرایا کرتا ہے، خشک روٹی اس کی غذا ہے، لوگوں کو ہنستا ہوا دیکھتا ہے تو خود روتا ہے اور لوگوں کو روتے ہوئے دیکھ کر خود ہنستا ہے "۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جب وہاں پہنچے تو دیکھا "آپ رحمۃ اللہ علیہ نماز میں مشغول ہیں اور ملائکہ ان کے اونٹ چرا رہے ہیں "۔ فراغتِ نماز کے بعد جب اُن سے ان کا نام معلوم کیا تو جواب دیا "عبداللہ (اللہ کا بندہ)"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "آپ اپنا اصلی نام بتایئے"، کہا: "میرا اصلی نام اویس ہے "۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "اپنا ہاتھ دکھایئے"، انہوں نے جب اپنا ہاتھ دکھایا تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بیان کردہ نشانی کو دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی دست بوسی کی۔ اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا لباس مبارک پیش کیا اور سلام پہنچایا اور امت محمدی کے حق میں دعا کرنے کا پیغام بھی دیا۔ یہ سُن کر حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ قرنی نے کہا "آپ خوب اچھی طرح دیکھ بھال کر لیں شاید وہ کوئی دوسرا فرد ہو جس کے متعلق نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے نشاندہی فرمائی ہے "۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "جس علامت کی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں نشاندہی فرمائی ہے وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ میں موجود ہے "۔ یہ سُن کر حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ قرنی نے عرض کیا: "اے عمر رضی اللہ عنہ تمہاری دعا مجھ سے زیادہ کارگر ثابت ہو سکتی ہے "۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "میں تو دعا کرتا ہی رہتا ہوں البتہ آپ کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی وصیت پوری کرنی چاہیے-" چنانچہ حضرت اویس رحمۃ اللہ علیہ قرنی نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا لباس مبارک کچھ فاصلے پر لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی:۔

''یا رب! جب تک تو میری سفارش پر امت محمدی خاتم النبیین ﷺ کی مغفرت نہ کر دے گا میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا لباس ہرگز نہ پہنوں گا کیونکہ تیرے نبی خاتم النبیین ﷺ نے اپنی امت کو میرے حوالے کیا ہے''۔ چنانچہ ندائے غیبی آئی کہ ''ہم نے تیری سفارش پر کچھ افراد کی مغفرت کر

دی ہے'' لیکن آپ نے پھر عرض کیا، "یا رب! پوری امت کی مغفرت فرما دے "۔ جواب آیا، ''ہم نے ایک ہزار افراد کی مغفرت کر دی''۔ آپ اسی طرح مشغول دعا تھے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آپ کے سامنے پہنچ گئے۔ آپ کو دیکھ کر حضرت اویسؒ قرنی نے کہا" آپ دونوں یہاں پر کیوں آ گئے میں تو آج پوری امت کی مغفرت کروا کر یہ لباس پہننا چاہتا تھا "۔

حضرت عمرؓ نے آپ کے کمبل کے اندر آپؒ کو ایسی حالت میں دیکھا جس کے نیچے تونگری کے ہزاروں عالم پوشیدہ تھے۔ یہ دیکھ کر آپؓ کے دل میں خلافت سے دستبرداری کی خواہش پیدا ہوئی اور فرمایا ''کوئی ہے جو ایک روٹی کے عوض عمرؓ سے اُس کی خلافت خرید لے''۔ یہ سُن کر حضرت اویسؒ قرنی نے حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا اور کہا کہ ''امیر المومنین خلافت کو تو کوئی بیوقوف ہی خریدے گا، اس کو اُٹھا کر پھینک دیں اور پیچھے مُڑ کر نہ دیکھیں پھر جس کا جی چاہے گا اسے اُٹھائے گا'' یہ کہا اور پھر اس کے بعد حضرت اویسؒ قرنی نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا لبادہ زیب تن کر لیا اور فرمایا کہ: ''میری سفارش پر بنو ربیعہ اور بنو مضر کی بھیڑوں کے بالوں کے مساوی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مغفرت فرما دی ہے''۔ اور جب حضرت عمرؓ نے آپ سے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی زیارت نہ کرنے کے متعلق دریافت کیا تو حضرت اویسؒ قرنی نے اُن سے سوال کیا" کیا آپ دیدار نبی خاتم النبیین ﷺ سے مشرف ہوئے ہیں، اگر ہوئے ہیں تو بتائیے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی بھنویں کشادہ تھیں یا گھنیں "، لیکن دونوں صحابہ کرامؓ جواب دینے سے محروم رہے۔ پھر حضرت اویسؒ قرنی نے سوال کیا "اگر آپ احباب نبی خاتم النبیین ﷺ میں سے ہیں تو یہ بتائیے کہ جنگ اُحد میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا کون سا دانت مبارک شہید ہوا تھا؟ اور آپ لوگوں نے اتباع نبوی خاتم النبیین ﷺ میں اپنے کتنے دانت توڑے "؟ یہ کہہ کر انہوں نے اپنے تمام ٹوٹے ہوئے دانت دکھا کر کہا " جب آپ خاتم النبیین ﷺ کا ایک دانت مبارک شہید ہوا تھا تو میں نے اپنا ایک دانت توڑ ڈالا۔ پھر خیال آیا کہ شاید کوئی دوسرا دانت شہید ہوا ہو، اسی طرح ایک ایک کر کے جب میں نے تمام دانت توڑ ڈالے تب مجھے سکون نصیب ہوا"، یہ دیکھ کر دونوں صحابہؓ پر رقت طاری ہو گئی اور اندازہ ہو گیا کہ پاس ادب یہی ہوتا ہے کہ حضرت اویسؒ قرنی دیدارِ نبی خاتم النبیین ﷺ سے مشرف نہ ہو سکے لیکن اتباع رسالت کا مکمل حق ادا کر کے دنیا کو درسِ ادب دیتے ہوئے رخصت ہوئے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے لیے دعا کی درخواست کی تو آپ نے کہا کہ نماز میں تسمیہ کے بعد میں یہ دعا کرتا ہوں:

''اللھم اغفر للمومنین والمومنات ترجمہ: ''اے اللہ! تمام مومنین اور مومنات کی مغفرت فرما دے''۔

اے عمرؓ اگر تم ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے تو تمہیں سرخروئی حاصل ہو جائے گی- ورنہ میری دعا بے سود ہو کر رہ جائے گی''۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا" کوئی وصیت کر دیجیے " تو حضرت اویسؒ قرنی نے کہا ''اے عمر! اگر تم خدا شناس ہو تو اس سے زیادہ افضل اور کوئی وصیت نہیں کہ تم اللہ کے سوا کسی دوسرے کو نہ پہچانو''۔

پھر سوال کیا "اے عمرؓ! کیا تو اللہ تعالیٰ کو پہچانتا ہے "؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا، "ہاں "۔ حضرت عمرؓ کے جواب پر حضرت اویسؒ قرنی نے فوراً کہا کہ: ''اللہ کے سوا تمہیں کوئی نہ پہچانے یہی تمہارے لیے افضل ہے''۔

آخر میں حضرت عمرؓ نے درخواست کی " آپ یہاں تھوڑی دیر کے لیے ٹھہریں میں آپ کے لیے کچھ لے کر آتا ہوں "۔ تو آپ نے جیب سے دو درہم نکال کر دکھاتے ہوئے کہا کہ یہ اونٹ چرانے کا معاوضہ ہے۔ اور اگر آپ یہ ضمانت دیں کہ یہ درہم ختم ہونے سے پہلے میری موت نہیں آئے گی تو پھر آپ کا جو جی چاہے عنایت فرما دیں۔ ورنہ یہ درہم میرے لیے بہت ہیں "، پھر فرمایا " یہاں تک آنے میں آپ حضرات کو جو اذیت ہوئی ہے اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں، اب آپ دونوں واپس چلے جائیں کیونکہ روزِ محشر قریب ہے اور میں زادِ راہ جمع کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہوں"۔

پھر یہ دونوں صحابہ کرامؓ واپس آ گئے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی واپسی کے بعد حضرت اویسؒ قرنی کی عظمت لوگوں کے قلوب میں جاگزین ہوئی اور مجمع لگنے لگا تو آپ گھبرا کر کوفہ میں سکونت پذیر ہو گئے۔

کوفہ میں آنے کے بعد یدم بن حبّانؒ کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے آپ کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ یدم بن حبّان نے جب سے آپ کی شفاعت کا واقعہ سُنا تھا اشتیاقِ زیارت میں آپ کو تلاش کرتے ہوئے کوفہ پہنچ گئے تھے۔

(تذکرۃ الاولیاء، حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ)

****

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ المعروف غازی بابا کراچی، سندھ پاکستان کے نہایت معروف و برگزیدہ ولی اللہ مانے جاتے ہیں۔

مذہب : اسلام، سنّی العقیدہ شجرہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ

دیگر اسماء : ابومحمد

لقب : الاشتر

خطاب: شہنشاہِ کراچی، غازی بابا

دور: خلافت عباسیہ

مرتبہ: ولیوں میں سب سے قدیم، دور تابعین کے ولی

پیدائش: 99ھ؛المدینہ المنورہ

شہادت: 151ھ

مزار شریف: کلفٹن، کراچی

حالاتِ زندگی:- حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ 98ھ میں حضرت محمد نفس ذکیہ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے-آپ حسنی وحُسینی سادات میں سے ہیں۔آپ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے-

تاریخ نے شجرہ عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ اپنے دامن میں کچھ یوں لکھا ہے:-

حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ کا رشتہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے کیا ان کے دو بیٹے ہوئے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ جو کہ جنت کے جوانوں سردار ہیں۔حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کی بیٹی حضرت بی بی فاطمہ صغری رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت امام حسن رضی اللہ تعالی عنہ کے بیٹے حضرت حسن مثنی رضی اللہ تعالی عنہ کا نکاح ہوا اور ان کا بیٹا ہوا حضرت عبداللہ محض رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا بیٹا ہوا حضرت محمد ذوالنفس الزکیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا بیٹا ہوا حضرت عبداللہ شاہ غازی اشتر رحمۃ اللہ علیہ۔

آپ کی ولادت 98 ہجری مدینہ منورہ میں ہوئی اور حضور پاک (خاتم النبیین ﷺ) کے روضے کے سائے میں ہی آپ بڑے ہوئے اور دین حق کی تعلیمات آپ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کرتے رہے۔آپ عمر میں حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے 15 سال چھوٹے تھے اور حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ کی شہادت کے وقت آپ کی عمر مبارک سترہ سال تھی۔آپ کی ولادت سے تقریبا تین سال پہلے حضرت امام زین العابدین نے شہادت پائی تھی اور آپ امام موسی کاظم رحمۃ اللہ علیہ سے تقریبا30 سال بڑے تھے۔

تلوار چلانے اور اونٹ سواری میں آپ کا ثانی نہیں تھا اس لئے آپ کو الاشتر یعنی اچھا اونٹ چلانے والا جو کہ آپ کے نام کا جز بن گیا۔آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے والد کے زیر سایہ ہوئی آپ علم حدیث میں مہارت رکھتے تھے اس لیے آپ کا محدثین میں بھی شمار کیا گیا۔آپ ''میں علم کا شہر ہوں علی اس کا دروازہ ہیں'' کے خانوادے کے روشن چراغ تھے آپ میں علم کے جوہر موجود تھے آپ علم کی تابانیوں سے عرش تا فرش بقعہ نور تھے۔آپ کا تابعی ہونا بھی ممکنات میں سے ہے آپ کے زمانے میں کئی صحابہ کرام روئے زمین پر موجود اپنے علم کے نور بکھیر رہے تھے۔

آپ کی پیدائش کا زمانہ بنو امیہ کی حکومت کا آخری دور تھا بنوامیہ کی 92 سالہ حکومت زوال پذیر تھی 92 سالہ دور حکومت سادات پر ظلم و جبر اور بربریت کا سخت دور تھا۔اموی حکمراں اہل بیت اطہار کو اپنی حکمرانی کیلئے ہمیشہ خطرہ سمجھتے تھے۔ہزاروں سادات شہید کئے گئے۔ہزاروں جلاوطن کئے گئے۔ہزاروں نے اپنے اعلیٰ نسب کو چھپا کر گم نامی کی زندگی گزاری الغرض بنوامیہ کی حکومت کے خاتمے کے بعد 132ھ میں عبداللہ بن محمد سفاح پہلا عباسی حکمراں بنا بغداد عباسیوں کا دارالسلطنت بنا۔ عبداللہ بن محمد سفاح کے انتقال کے بعد اس کا بھائی ابوجعفر عبداللہ، المعروف ابوجعفر منصور مسند اقتدار پر بیٹھا منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کے دلوں میں اپنی

ہیبت بٹھانے کیلئے وہ مظالم کئے جو تاریخ کے خونی اوراق میں کسی سے کم نہیں، منصور نے خصوصیت کے ساتھ سادات پر جو مظالم ڈھائے وہ سلاطین عباسیہ کی پیشانی کا بہت بڑا ابد نما داغ ہیں۔

138ھ میں حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت محمد نفس ذکیہ نے نظام رسالت وخلافت راشدہ کی بحالی کیلئے تحریک کا آغاز کیا جسے تاریخ میں علوی تحریک کے نام سے جانا جاتا ہے۔حضرت محمد نفس ذکیہ تقویٰ و پرہیز گاری کے لحاظ سے نہایت ممتاز بزرگ شمار ہوتے تھے۔حجاز مقدس وعراق میں ہزاروں عقیدت مند ان کی آواز پر لبّیک کہتے تھے۔حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی حمایت میں فتویٰ جاری کیا۔14 رمضان المبارک 145ھ میں مدینہ منورہ کے شمال میں جبل سلع کے قریب عباسی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے نفس ذکیہ بہت شجاع فن حرب کے ماہر قوی وطاقتور تھے،ایک بڑی فوج سے مقابلہ کیا حضرت محمد نفس ذکیہ نے اپنے بیٹے عبداللہ الاشتر کو سندھ اور بھائی حضرت سید ابراہیم کو بصرہ کی جانب روانہ کر دیا تھا۔بصرہ میں سید ابراہیم کے ہاتھ پر ہزاروں لوگوں نے بیعت کی۔بصرہ میں قیام کے دوران سید ابراہیم نے بڑی قوت حاصل کر لی آپ بصرہ سے کوفہ منتقل ہو گئے،کوفہ میں ایک لاکھ افراد آپ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے بڑے بڑے علماء وفقہا نے ان کا ساتھ دیا بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ حضرت نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کی حمایت و مالی مدد کی جنگ میں بعض مجبوریوں کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے جس کا امام اعظم کو آخری وقت تک افسوس رہا۔حضرت سید ابراہیم کو بھی منصور کے مقابلے میں شکست ہوئی اور سید ابراہیم شہید کر دیئے گئے۔منصور نے جنگ سے فارغ ہو کر ان لوگوں کی خبر لی جنہوں نے اس کے خلاف خروج میں کسی بھی طرح کا تعاون کیا تھا ان کے ساتھ سختی سے پیش آیا۔کئی افراد کو قتل اور کئی کو قید و بند کی سزائیں اور کئی کو کوڑے مارے گئے جن میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بھی شامل تھے۔بعد ازاں ابوجعفر منصور نے امام اعظم کو قید میں زہر دے کر شہید کروا دیا۔

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کوفہ سے ہوتے ہوئے سندھ میں ایک تاجر کی حیثیت سے پہنچ چکے تھے۔اُس وقت سندھ میں گورنر عمر بن حفص تھا جو سادات سے بڑی عقیدت رکھتا تھا۔اگر چہ آپ کے والد نے آپ کو خلافت علوی کے نقیب کے طور پر سندھ بھیجا تھا مگر آپ نے اپنی زیادہ توجہ تبلیغ اسلام کی جانب مرکوز رکھی مگر ایک دن موقع پا کر آپ کے ایک ساتھی نے اس وقت کے گورنر سندھ عمر بن حفص کو سادات کی حکومت کے قیام میں مدد کی دعوت دی جسے گورنر نے فوراً قبول کر لیا؛ کچھ دنوں بعد بغداد سے ایک تاجر بحری جہاز کے ذریعے سندھ پہنچا جو اپنے ہمراہ گورنر کی بیوی کا خط گورنر کیلئے لایا تھا۔جس میں اُس کی بیوی نے لکھا کہ سید محمد نفس ذکیہ اور اُن کے بھائی سید ابراہیم عباسیوں کے ہاتھوں شہید ہو چکے ہیں۔گورنر وہ خط حضرت عبداللہ شاہ الاشتر کے پاس لے کر گیا اور اُن سے ان کے والد اور چچا کی شہادت پر تعزیت و افسوس کا اظہار کیا خط وحالات سن کر آپ غمگین ہوئے تو اس موقع پر عمر بن حفص نے آپ کو حوصلہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ رنجیدہ نہ ہوں میں آپ کو یہاں کے ایک ہندو راجہ کے پاس بھیج دیتا ہوں جو اگر چہ اپنے ہندو نظریہ پر قائم ہے مگر رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) اور اُن کی آل ک ا بے حد احترام کرتا ہے۔اور وہ آپ کو بڑے احترام سے رکھے گا اور وہ خود مختار ہے۔اس لیے حکمران اُسے کسی بات پر مجبور نہیں کریں گے،الغرض گورنر سندھ کی مدد سے ساحلی ریاست (ممکنہ طور پر ساکروندی کے قریب) جانے کا فیصلہ کیا راجہ نے آپ کو خوش آمدید کہا اور انتہائی عزت واحترام کے ساتھ پیش آیا اور آپ کے مشن میں شریک سفر ہو گیا۔تقریباً چار سال آپ راجہ کے مہمان رہے راجا آپ کے حسن واخلاق و کردار سے متاثر ہو کر آپ کا نیاز مند ہو گیا اور اپنی بیٹی آپ کے عقد میں دے دی جس سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد ابوالحسن رکھا۔یہاں تقریباً چار سو افراد مشرف بہ اسلام بھی ہوئے۔آپ نے اہل سندھ کے اندر دین متین کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ ان کے معاشی اور معاشرتی حقوق اور سماجی انصاف کیلئے بھی شعور اجاگر کیا۔

151ہجری میں ابوجعفر منصور کو معلوم ہوا کہ عبداللہ شاہ الاشتر سندھ میں مقیم ہیں جس پر منصور کی پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔وہ حضرت عبداللہ شاہ غازی کو سندھ میں عباسی حکومت کیلئے خطرہ محسوس کر رہا تھا،اُس نے گورنر عمر بن حفص سے جواب طلبی کی اور اُسے گورنر سندھ سے معزول کر کے افریقہ کا گورنر بنا کر افریقہ بھیج دیا اور ہشام بن عمرو تغلبی کو سندھ کا نیا گورنر بنا کر خصوصی ہدایات کے ساتھ بھیجا کہ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر و اور راجہ کی طرف سے کسی قسم کی رکاوٹ ہو تو راجہ کو قتل کر دیا جائے مگر ہشام بن عمرو جو خود بھی سادات کا احترام کرتا اور اُن سے دلی عقیدت رکھتا تھا اور پھر عبداللہ شاہ الاشتر کی سندھ میں غیر معمولی شہرت ومقبولیت کی وجہ سے نئے گورنر ہشام بن عمرو نے انہیں گرفتار کرنے میں تردد کا شکار رہا مختلف حیلوں اور بہانوں سے حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری سے متعلق ابوجعفر منصور کو ٹالتا رہا انہی دنوں میں سندھ کے ایک اور علاقے میں بغاوت ہوئی۔جو کہ عبداللہ شاہ غازی کے قیام کے قریب کا علاقہ تھا گورنر ہشام بن عمرو نے اپنے بھائی شفیع بن عمر کو اُس بغاوت کو کچلنے کیلئے بھیجا۔عبداللہ شاہ غازی بمعہ مریدوں کے سیر وشکار پر نکلے ہوئے تھے شفیع بن عمر و لشکریوں کے ہمراہ اس علاقے میں ٹھہرا ہوا تھا دور سے عبداللہ شاہ غازی

کی سواریوں سے اُٹھنے والی گرد سے اس کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ دشمن کا لشکر آ رہا ہے، سپاہیوں کو حکم دیا کہ لڑائی کیلئے تیار ہو جائیں۔ جب حضرت عبداللہ شاہ غازی قافلے کے قریب آئے تو لشکریوں نے آپ کو پہچان لیا اور شفیع کو بتایا کہ یہ تو حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ الاشتر ہیں یہ اہل بیت کے خاندان سے ہیں، سابقہ گورنر عمر بن حفص نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور موجودہ گورنر ہشام بن عمرو بھی ان کے عقیدت مندوں میں سے ہے اور یہاں شکار کی غرض سے آتے رہتے ہیں مگر شفیع نے اپنے لوگوں کی باتوں پر دھیان نہیں دیا اُس نے حضرت عبداللہ شاہ غازی سے گرفتاری دینے یا جنگ کیلئے پیغام دیا آپ جنگ کیلئے تیار نہ تھے شفیع جو اہل بیت کے شہزادوں کی تلوار بازی کو اچھی طرح جانتا تھا، شفیع نے اپنے لشکر کے ساتھ آپ پر یکبارگی حملہ کر دیا، آپ اپنے نو ساتھیوں کے ہمراہ تھے دونوں فریق آمنے سامنے ہوئے آپ نے بڑی جوانمردی کے ساتھ ایک بڑے لشکر کا مقابلہ کیا، باوجود اس کے کہ مقابل ایک فوجی لشکر تھا، مگر آپ کے مختصر لشکر کے سامنے آنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا مقابل لشکر نے ایک ساتھ آپ پر حملہ کیا آپ زخمی ہوئے شاہی لشکر کے لوگ میدان چھوڑ کر بھاگ رہے تھے کہ ایک ظالم نے پیچھے سے تلوار کا وار کر کے آپ کو شہید کر دیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

قرب وجوار کے لوگوں کو جب آپ کی شہادت کے واقعہ کا علم ہوا تو بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے ادھر شفیع نے اپنے بھائی گورنر ہشام بن عمرو کو اس کی اطلاع دی گورنر کچھ بول نہیں سکا کیونکہ یہ عباسی حکمراں ابوجعفر منصور کے حکم کی بجا آوری تھی اس نے اس کی اطلاع بغداد میں ابوجعفر منصور کو دی۔ ادھر آپ کے مریدین آپ کے جسد مبارک کو چھپا کر دور ایک اونچی پہاڑی پر لے گئے اور اسی پہاڑی پر آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

یہ پہاڑی کراچی کے کلفٹن کی پہاڑی ہے اس وقت یہ ایک مچھیروں کی چھوٹی سی بستی ہوا کرتی تھی کئی کئی میل کوئی آبادی نہیں تھی بحری آمد و رفت بھی اُس وقت صرف ''دیبل'' موجودہ بن قاسم پورٹ پر ہوا کرتی تھی جو اس وقت بھی کلفٹن سے کئی کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کا سر مبارک کو تن سے جدا کر کے بغداد ابوجعفر منصور کے دربار میں بھیجا گیا۔ پھر بغداد سے مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں مدفن کیا گیا۔ آپ کی شہادت کے بعد ابوجعفر منصور کو یہ خدشہ تھا کہ لوگ آپ کے صاحبزادے محمد ابوالحسن کو آپ کا جانشین نہ بنالیں جو آپ کے سُسر راجہ صاحب کے پاس اپنی والدہ صاحبہ کے ہمراہ مقیم تھا ہشام بن عمرو نے 151ھ میں ہی راجہ صاحب کی ریاست پر حملہ کر دیا خونریز معرکہ آرائی میں راجہ کو قتل اور ریاست پر قبضہ کر لیا گیا آپ کی اہلیہ محترمہ اور بیٹے کو پہلے بغداد پھر مدینہ منورہ بھجوا دیا گیا۔ حضرت عبداللہ شاہ غازی کا مزار کئی سو سال تک جسے مریدوں نے درختوں کی لکڑیوں و پتوں سے بنایا ہوا تھا۔ مریدین آپ کی قبر کے قریب ہی رہتے کہ کہیں عباسی (سرکاری) اہلکار جسم اطہر کو قبر سے نکال کر بغداد نہ لے جائیں یا نامعلوم مقام پر منتقل نہ کر دیں۔ مریدوں کو سب سے زیادہ دِقّت یہ پیش آتی کہ وہاں پینے کا میٹھا پانی میسر نہیں تھا سمندری زمین پر پہاڑی جہاں میٹھے پانی کا ہونا ناممکن تھا۔ مریدوں کی دعا سے حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کے صدقے پہاڑی کے نیچے سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہوا جو آج بھی جاری وساری ہے۔ یہ حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے۔

اہل بیت رسول آل ابراہیم واسماعیل علیہ السلام ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیاں رگڑنے سے عرب کے ریگستان میں ''زم زم'' کا چشمہ ابل آیا تھا جو آج بھی ہے یہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں، یہ رب کی رضا پر راضی رہنے والے ہیں چاہے کتنی بڑی آزمائش کیوں نہ آجائے اس لئے یہ بھی اللہ سے جو چاہیں منوالیں۔
اللہ کے پیارے محبوب حضرت محمد (خاتم النبیین ﷺ) نے فرمایا ''میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میری اہل بیت''۔ (نسائی، السنن الکبری، حدیث نمبر 8148)

افسوس تو یہ ہے کہ انسان نہ تو قرآن کی اہمیت کو جان سکے اور نہ آل رسول (خاتم النبیین ﷺ) کو۔ قرآن کو بند کر کے دیواروں پر سجا دیا اور صرف قسموں اور رسموں تک محدود کر دیا اور آل رسول (خاتم النبیین ﷺ) کا خون کبھی بیابانوں میں بہتا ہے---تو کبھی ان کے سر مبارک نیزوں پر سوار ہوتے ہیں۔--کبھی آل رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی بیٹیوں کو بازار میں گمایا جاتا ہے---تو کبھی آل رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جاتے ہیں۔

آپ کا عرس مبارک ہر سال ماہ ذوالحجہ کی 22,21,20 تاریخ کو بڑی عقیدت واحترام کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ آپ کی خدمات دینیہ کے پیش نظر اہل سندھ اور دنیا بھر سے لوگ اپنی عقیدت کے اظہار کے لئے آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہو کر شاندار ہدیہ تبرک پیش کرتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سیدنا غوث الثقلین (غوثِ اعظمؒ)

نام وکنیت:- اسم گرامی عبدالقادر تھا۔کنیت ابومحمد تھی اور لقب محی الدین تھا۔عامتہ المسلمین میں آپ غوث اعظمؒ کے عرف سے مشہور ہیں۔آپ ''نجیب الطرفین سید'' ہیں والد ماجد ''حضرت سید ابوصالح موسیٰؒ'' تھے۔اور والدہ ماجدہ ''ام الخیر فاطمہؒ'' ہیں حضرت غوثِ اعظمؒ نے سادات کرام کے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جہاں ہر وقت ''قال اللہ وقال رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ'' کی صدائیں گونجتی تھیں۔یعنی ہر وقت قرآن اور حدیث کا ذکر ہوتا تھا۔حضرت غوثِ اعظمؒ کے والد ماجد ایک ولی کامل تھے انکا لقب ''جنگی'' تھا کہتے ہیں کہ آپ کو جہاد سے بے حد انس تھا اس لیئے لوگ آپ کو ''جنگی دوست'' کہا کرتے تھے۔اسی طرح آپ کی والدہ ماجدہ ''سیدہ فاطمہ المتہ الجبار اُم الخیر نہایت عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔شیخ المشائخ حضرت جنید بغدادیؒ جو حضرت غوث الاعظمؒ سے دوسو سال پہلے گزرے ہیں وہ ایک دن مراقبے میں تھے کہ یکا یک سر اٹھایا اور فرمایا: ''اسکا قدم میری گردن پر،اسکا قدم میری گردن پر'' جب مراقبہ سے فارغ ہوئے تو خدام نے انکے ارشادات کی حقیقت دریافت کی۔فرمایا مجھے اشارہ غیبی ہوا ہے کہ پانچویں صدی ہجری کے آخیر میں ایک عظیم بزرگ پیدا ہونگے۔انکا نام ''عبدالقادر'' اور لقب ''محی الدین'' ہوگا۔جیلان میں ان کی ولادت مسعود ہوگی۔اور بغداد میں سکونت اختیار فرمائیں گے۔ایک دن وہ حکم الٰہی سے کہیں گے: ترجمہ ''میرا قدم تمام اولیاءاللہ کی گردن پر'' حالت کشف میں انکی یہ عظمت دیکھ کر میری زبان پر بھی بے اختیار یہ الفاظ جاری ہوگئے۔''انکا قدم میری گردن پر''۔

زمانہ رضاعت:- سیدنا غوثِ اعظمؒ مادرزاد ولی تھے۔ابھی ہوش نہیں سنبھالا تھا کہ والد محترم فوت ہوگئے،بچپن کی عمر کھیل کود کی عمر ہوتی ہے۔آپ جب بھی دوسرے بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتے تو غیب سے آواز آتی۔اِلَیَّ یَا مُبَارَک: ''اے برکت والے میری طرف آ'' شروع شروع میں یہ آواز سن کر آپ ڈر کر ماں کی گود میں چھپ جاتے تھے۔آہستہ آہستہ آپ اس آواز سے مانوس ہوگئے اور اس آواز سے ڈرنے کے بجائے کھیل کود کا ارادہ ترک کر دیا۔جب آپ کی عمر پانچ برس کی ہوئی (اور بعض روایتوں کے مطابق سوا چار برس کی) تو آپ کی والدہ نے آپ کو ایک مکتب میں بٹھایا۔جب آپ مکتب جاتے تو اپنے پیچھے عجیب نورانی صورتوں کو چلتے دیکھتے۔جب مدرسے پہنچتے تو ان صورتوں کو یہ کہتے ہوئے سنتے کہ ''اللہ کے ولی کو جگہ دو''۔۔۔اللہ کے ولی کو جگہ دو'' آپ کی عمر مبارک جب اٹھارہ برس کی ہوئی تو ایک دن آپ کے دل میں سیر کرنے کا ارادہ پیدا ہوا۔آپ باہر نکلے ایک بیل راستے میں جا رہا تھا اس نے مڑ کر آپ کی طرف دیکھا اور انسانی آواز میں بولا۔ترجمہ ''اے عبدالقادر! تو اس لیئے نہیں پیدا کیا گیا اور نہ ہی تجھے اسکا حکم دیا گیا ہے''۔

تعلیم اور کرامات:- جب آپ کی والدہ ماجدہ کی عمر 87 برس ہوئی تو آپ نے بغداد جانے کا ارادہ ظاہر کیا۔اس زمانے میں لوگ قافلوں،گھوڑوں،اونٹوں پر یا پھر پیدل سفر کیا کرتے تھے۔بغداد جیلان سے تقریباً 400 میل کی دوری پر تھا۔لیکن پاک باطن ماں اپنے فرزند کو کیسے روک سکتی تھی؟ فرمایا ''میری آنکھوں کے نور تیری جدائی تو ایک لمحے کے لئے بھی مجھ سے برداشت نہیں۔لیکن جس مبارک مقصد کے لیئے تم بغداد جانا چاہتے ہو میں اس راستے میں حائل نہیں ہونگی۔حصول تعلیم وتکمیل علم ایک مقدس فریضہ ہے،میری دعا ہے کہ تم ہر قسم کے علوم ظاہری اور باطنی میں درجہ کمال حاصل کرو۔میں تو شاید اب جیتے جی تمہاری صورت نہ دیکھ سکوں۔لیکن میری دعائیں ہر حال میں تیرے ساتھ رہیں گی۔'' پھر فرمایا۔'' تیرے والد محترم (مرحوم) کے ترکہ سے اسیؔ دینار میرے پاس ہیں چالیس دینار تیرے بھائی کے لئے رکھتی ہوں اور چالیس زادراہ کے لئے تیرے سپرد کرتی ہوں میری ایک نصیحت کو یاد رکھنا ہمیشہ سچ بولنا اور جھوٹ کے نزدیک بھی نہ پھٹکنا'' پھر آپ بغداد پہنچے اپنے حصے سے کھانا خریدا اور فقراء کو آواز دی۔سب نے ملکر کھانا کھایا اور اس کے بعد سیدنا غوثِ اعظمؒ نے بغداد میں اپنی زندگی کا آغاز کیا۔

غیب سے مدد:- سیدنا غوثِ اعظمؒ ایک دن بیاباں میں بیٹھے سبق یاد کر رہے تھے کہ غیب سے آواز آئی ''اے عبدالقادر! تجھے کئی دن سے فاقہ ہے اور حصول تعلیم میں دقت ہو رہی ہے۔جا اور سنت انبیاء پر عمل کر اور کسی سے قرض لے'' -آپ نے جواب دیا ''میں ایک نادار شخص ہوں قرض لے کر ادا کیسے کرونگا''؟ غیبی اشارہ کے مطابق آپ ایک نانبائی کے پاس پہنچے اور کہا ''بھائی اگر ہو سکے تو مجھے ڈیڑھ روٹی روز قرض دے دیا کرو جب مجھے قدرت ہوگی تیرا قرض اتار دوں گا۔نانبائی بھی کوئی مرد حق تھا فوراً راضی ہوگیا آپ روزانہ ڈیڑھ روٹی نانبائی سے لے کر آتے اور اپنا دن گزارتے۔کچھ عرصہ بعد آپ کو قرض اتارنے کی فکر ہوئی۔غیب سے آواز آئی۔عبدالقادر! فلاں جگہ جا اور جو کچھ وہاں ملے نانبائی کو دے دینا''۔جب آپ وہاں پہنچے تو سونے کا ٹکڑا پڑا پایا۔آپ نے یہ ٹکڑا نانبائی کو دیا اور قرض سے سبکدوش ہوگئے۔

عبادات وریاضات:- سیدنا غوثِ اعظمؒ نے 496ھ ہجری میں ہر قسم کے علوم پر کامل عبور حاصل کرلیا۔اسکے بعد آپ عبادات،ریاضت اور مجاہدے میں مشغول ہو

گئے ہر قسم کے علوم ظاہری و باطنی میں کامل دسترس اور کثرت ریاضات ومجاہدات نے آپ کو نہ صرف استقامت کا پہاڑ بنا دیا بلکہ حق و باطل اور نور و ظلمت میں امتیاز کرنے کی کلی تمیز عطا کر دی۔ آپ اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہو گئے تھے کہ شریعت مطہرہ میں قیامت تک تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا جو احکام شریعت کے خلاف ہوا وہ بلاشبہ شیطان ہے۔ آپ کے صاحبزادے شیخ ضیاء الدین ابونصر موسیٰؒ فرماتے ہیں کہ میرے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ میں ایک بے آب و گیاہ بیابان میں پھر رہا تھا۔ پیاس سے زبان پر کانٹے پڑ گئے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا میرے سر پر نمودار ہوا اور اس میں ٹپ ٹپ بوندیں گرنے لگیں، مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ بارانِ رحمت ہے چنانچہ بارش کے اس پانی سے میں نے اپنی پیاس بجھائی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک عظیم الشان روشنی نظر آئی ہے جس سے آسمان کے کنارے روشن ہو گئے۔ اس میں ایک صورت نظر آئی اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ: اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں جس نے تیرے لیے سب چیزیں حلال کر دیں۔'' میں نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھ کر اسے دھتکار دیا۔ وہ روشنی فوراً ظلمت میں بدل گئی اور وہ صورت دھواں بن گئی۔ اس دھوئیں سے میں نے یہ آواز سنی ''اے عبدالقادر! خدا نے تم کو تمہارے علم وفقہ کی بدولت میرے مکر سے بچا لیا۔ ورنہ میں اس مکر سے ستر صوفیہ کو گمراہ کر چکا ہوں'' میں نے کہا کہ'' بے شک میرے مولا کریم کا کرم ہے جو میرے ساتھ شامل حال ہے''۔

سیدنا غوثِ اعظمؒ سے پوچھا گیا ''حضرت آپ نے کیسے جانا کہ وہ شیطان ہے؟ فرمایا'' اسکے یہ کہنے سے کہ میں نے حرام چیزیں تیرے لئے حلال کر دیں''۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فحش باتوں کا حکم نہیں دیا۔

برج عجمی میں قیام:- بغداد کے قریب ویرانے میں ایک پرانا برج تھا۔ سیدناؒ فرماتے ہیں کہ میں نے گیارہ برس اس برج میں عبادت کی ہے میں ہر وقت یادالٰہی میں مشغول رہتا تھا۔ میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اس وقت تک نہیں کھاؤں گا جب تک کوئی منہ میں لقمہ دے کر نہ کھلائے گا۔ اور اس وقت تک پانی نہیں پیئوں گا جب تک کوئی مجھے پانی نہ پلائے گا۔ ایک بار میں نے چالیس دن تک کچھ نہیں کھایا چالیس دن کے بعد ایک شخص آیا اور سالن اور روٹی میرے پاس رکھ کر چلا گیا۔ میرے نفس نے کہا'' کھالے'' لیکن میرے ضمیر نے کہا کہ میں اپنی قسم نہ توڑوں۔ پھر میں نے اپنے اندر ایک شور سنا جس سے ہائے بھوک، ہائے بھوک کی آواز سنائی دیتی تھی۔ میں نے اس طرف کچھ التفات نہ کیا۔ اسی اثناء میں حضرت شیخ ابوسعیدؒ کا گزر ہوا انکی فراست باطنی نے یہ شور سنا تو میرے قریب آئے اور پوچھا۔ "اے عبدالقادر یہ شور کیسا ہے"؟ میں نے کہا "یہ خواہش نفس کا شور ہے ورنہ روح تو مطمئن ہے اور یادالٰہی میں مشغول ہے"۔ انہوں نے کہا "فلاں باب تک آؤ وہاں میرا قیام ہے"۔ میں نے دل میں کہا" یہاں سے تو اب کسی بات ہی سے نکلونگا"۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت خضرؑ کا نزول برج عجمی میں ہوا آپؑ نے فرمایا'' اٹھ اور ابوسعیدؒ کے گھر جا'' چنانچہ میں اٹھ کھڑا ہوا اور شیخ ابوسعیدؒ کے گھر پہنچا۔ وہ دروازے پر کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے۔ فرمانے لگے'' عبدالقادر کیا میرا کہنا کافی نہ تھا"؟ یہ کہہ کر مجھے اپنے گھر کے اندر لے گئے اور اپنے ہاتھ سے مجھے روٹی کھلائی حتیٰ کہ میں خوب سیر ہو گیا۔

بیعت:- سیدنا غوثِ اعظمؒ کے دورِ بغداد کے وقت حضرت ابوالخیر حماد بن مسلم الرباسؒ اور حضرت قاضی ابوسعید مبارکؒ علوم طریقت کے مسلم رہنما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خود انہیں اس شاگردِ رشید کے مرتبہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ ایک دن حضرت سیدنا غوثِ اعظمؒ ان کے پاس مسافر خانے میں بیٹھے تھے کسی کام سے اٹھ کر باہر گئے تو قاضی ابوسعیدؒ فرمانے لگے'' اس جوان کے قدم ایک دن تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہونگے اور اسکے زمانے کے تمام اولیاء اس کے آگے انکساری کریں گے''۔

پہلا سفرِ حج:- ''اذکار الابرار'' میں روایت ہے کہ ایک دفعہ آپؒ نے فرمایا'' میں نے پہلا حج بیت اللہ شباب میں کیا۔ سفرِ حج کے دوران میری ملاقات شیخ عدی بن مسافرؒ سے ہوئی وہ بھی اس وقت جوان تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا'' کہاں کا قصد ہے؟'' میں نے کہا حج بیت اللہ کے لئے مکہ معظّمہ جا رہا ہوں۔ انہوں نے پوچھا'' کیا میں بھی آپ کے ساتھ جا سکتا ہوں؟'' میں نے کہا'' بصد شوق''۔ چنانچہ ہم دونوں اکٹھے سفر کرنے لگے کچھ دور گئے تو ہمیں ایک نقاب پوش حبشیہ لڑکی ملی وہ میرے سامنے کھڑی ہو گئی اور غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔'' اے نوجوان تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ میں نے کہا، ارض گیلان کا۔'' کہنے لگی'' اے مرد خدا آج تو نے مجھے تھکا دیا'' میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگی کہ میں حالت کشف میں تھی کہ مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل کو نور سے بھر دیا ہے اور اپنے کرم اور فضل سے وہ کچھ عطا کیا ہے جو کسی دوسرے (ولی اللہ) کو نہیں دیا۔ اس مشاہدے کے بعد میرے دل میں تجھے دیکھنے کی تمنا پیدا ہوئی آج میں تمہارے ساتھ رہوں گی اور شام کو تیرے ساتھ روزہ افطار کرونگی۔ یہ کہہ کر وہ ایک طرف کو میرے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ اور ہم دوسری طرف جب شام ہوئی تو ہمارے پاس آسمان سے ایک طباق نازل ہوا۔ اس طباق میں چھ روٹیاں سرکہ اور سبزی تھی۔ یہ دیکھ کر حبشیہ نے کہا۔

ترجمہ: ''اللہ کا شکر ہے جس نے میری اور میرے مہمان کی عزت کی۔ میرے لئے ہر رات دو روٹیاں اترا کرتی ہیں آج چھ نازل ہوئیں ہیں۔ چنانچہ ہم نے دو دو روٹیاں سرکہ اور سبزی کے ساتھ کھالیں۔ پھر ہمارے لئے تین کوزے پانی کے نازل ہوئے، انکا پانی ایسا لذیذ اور شیریں تھا کہ زمین کے پانی کو اس سے کچھ نسبت نہ تھی۔ پھر وہ حبشیہ ہم سے رخصت ہوگئی۔ پھر ہم منزلوں پر منزلیں طے کرتے مکہ معظّمہ جا پہنچے۔ ایک دن ہم طواف کر رہے تھے کہ عدی پر انوار الٰہی کا نزول ہوا۔ وہ غش کھا کر گر پڑے اور ایسے بے ہوش ہوئے کہ ان پر مردہ ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ وہی عارفہ حبشیہ شیخ عدی کے سر پر کھڑی ہے اور ہلا ہلا کر کہہ رہی ہے'' جس اللہ نے تجھے مارا ہے وہی تجھے زندہ بھی کرے گا۔ پاک ہے وہ ذات جسکے نور و جمال وجلال کے سامنے کسی شے کے ٹھہرنے کی مجال نہیں سوائے اس کے کہ وہ خود اسے قائم رکھے۔ اور کائنات اس کے ظہور صفات کے وقت قائم نہیں رہتی بجز اس کے کہ وہ مدد کرے۔''

عارفہ کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہی عدی کو ہوش آ گیا اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حالت طواف میں مجھ پر اپنے انوار مقدس نازل فرمائے میں نے ہاتف غیبی کو یہ کہتے ہوئے سنا'' اے عبدالقادر! مجاہدہ ظاہر ترک کر اور توحید اختیار کر۔ میری رضا کے سوا کسی کی رضا نہ مانگ۔ خلقِ خدا کی فیض رسانی کے لئے بیٹھ جا۔ کیونکہ ہمارے کچھ خاص بندے ہیں جنہیں ہم تیرے وسیلے سے اپنا مقرب بنائیں گے۔ اسی وقت مجھے اس عارفہ حبشیہ کی آواز سنائی دی''۔ ''اے جوان تیرا عجب رتبہ ہے میں دیکھتی ہوں کہ تیرے سر پر ایک نورانی شامیانہ ہے اور اس کے ارد گرد آسمان تک فرشتوں کا ہجوم ہے اور تمام اولیاء اللہ کی نظریں تجھ پر لگی ہوئی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور اس کے بعد میں نے اسے کہیں نہ دیکھا۔''

زمین کی طنابیں کھینچ لیں:- شیخ ابوالحسن بغدادیؒ سے روایت ہے کہ 553ء میں ایک رات میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ یکا یک آپ اٹھ کر باہر تشریف لے گئے میں پانی کا لوٹا بھر کر انکے پیچھے پیچھے چلا۔ لیکن آپ نے کچھ توجہ نہ فرمائی۔ چلتے چلتے آپ فصیل شہر کے دروازے پر پہنچ گئے۔ دروازہ خود بخود کھل گیا۔ آپ شہر سے باہر نکل گئے میں آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ چند قدم کے بعد ایک عظیم الشان شہر نظر آیا۔ آپ اس میں داخل ہو گئے۔ ایک مکان کے اندر گئے وہاں چھ آدمی بیٹھے تھے۔ وہ ادب سے کھڑے ہو گئے اور آپ کو سلام کیا۔ مکان کے کونے سے کسی کے کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں وہ آواز آنی بند ہو گئی۔ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس کونے سے ایک میت کو کندھے پر اٹھا کر باہر چلا گیا۔ پھر ایک نصرانی وضع کا شخص آپ کے سامنے حاضر ہوا۔ اسکا سر برہنہ تھا بڑی بڑی مونچھیں تھیں آپ نے اس کے سر اور لبوں کے بال تراشے پھر اسے کلمہ شہادت پڑھایا اور ان چھ شخصیات سے مخاطب ہو کر کہا کہ'' میں بحکم الٰہی اس شخص کو متوفی کا قائم مقام کرتا ہوں'' ان سب نے ایک زبان ہو کر کہا ہمارے سر اور آنکھوں پر''۔

پھر آپ اس شہر سے باہر تشریف لے آئے چند قدم ہی چلے تھے کہ بغداد شہر کی پناہ آ گئی۔ پہلے کی طرح اسکا دروازہ کھل گیا۔ اور آپ اپنے دولت کدہ میں تشریف لے آئے۔ صبح ہوئی اور میں نے آپ سے درس لیا۔ آپ کو قسم دے کر رات کے واقعے کی تفصیل پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔ ''پہلے عہد کرو جب تک میں زندہ ہوں اس واقعے کا اظہار کسی سے نہیں کرو گے۔'' میں نے وعدہ کیا تو فرمایا۔ رات کو جس شہر میں ہم گئے تھے وہ ''نہاوند'' تھا جو بغداد سے دور دراز کے فاصلے پر ہے۔ کوسوں میل دور تھا۔ مکان میں جو آدمی تھے وہ ابدال تھے۔ جس شخص کے کراہنے کی آواز آئی وہ ساتواں ابدال تھا۔ اس وقت اس پر نزع کا عالم تھا جب وہ فوت ہو گیا تو اس کی میت حضرت خضرؑ اٹھا کر لے گئے۔ جس شخص کو میں نے کلمہ شہادت پڑھایا وہ قسطنطنیہ کا رہنے والا ایک عیسائی راہب تھا۔ میں نے اللہ کے فضل سے مرحوم ابدال کی جگہ اسے ابدال مقرر کیا۔ شیخ ابوالحسن بغدادیؒ کہتے ہیں کہ میں اس واقعے کو سن کر مبہوت رہ گیا۔

دور دراز سے غائبانہ امداد کرنا:- شیخ ابوعمر عثمانؒ اور شیخ عبدالخالق حریمیؒ کا بیان ہے کہ 3 صفر 555ء کو ہم شیخ عبدالقادرؒ کی خدمت میں موجود تھے کہ آپ نے غصے میں ایک چپل اتاری اور فضا میں پھینک دی۔ پھر ایک اور نعرہ لگایا اور دوسری چپل بھی فضا میں اچھال دی۔ آپ کو اس حال میں دیکھ کر کسی کو کچھ پوچھنے کی مجال نہ ہوئی۔ ہم نے اس واقعے کا دن اور وقت دیکھ لیا۔ تین دن کے بعد ایک قافلہ آپ کے پاس آیا۔ اہل قافلہ آپ کی خدمت میں بہت سے تحائف اور دونوں چپلیں لے کر حاضر ہوئے اور بتایا کہ 3 صفر 555ء کو ہم ایک جنگل سے گزر رہے تھے کہ مسلح ڈاکوؤں نے ہمیں لوٹ لیا۔ اسی وقت ہم نے سیدنا غوثِ اعظمؒ کی دھائی دی۔ ہم نے دو خوفناک نعرے سنے جن سے سارا جنگل لرز گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ قزاق دوڑتے ہوئے ہمارے پاس آئے اور کہا کہ'' خدا کے لئے ہمیں معاف کر دو۔ اور اپنا مال لے لو''۔ ہم انکے ساتھ گئے تو دیکھا کہ ان کے دو سردار مرے پڑے ہیں اور یہ دونوں چپلیں انکے سینے پر رکھیں ہیں۔ ہم نے اپنا مال وسامان واپس لے لیا۔ آج یہاں پہنچے ہیں تو معلوم ہوا کہ وقت وہی تھا جب آپ نے اپنی چپلیں ہوا میں پھینکی تھیں۔

ایک وقت میں ستر جگہ جانا:- ایک دفعہ رمضان المبارک میں ایک مرید آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کی کہ آج شام کو روزہ میرے غریب خانہ پر افطار فرمائیں۔ آپ نے اس کی درخواست قبول کرلی۔ اس طرح یکے بعد دیگرے آپ کو ستر مرید دعوت دینے آئے اور آپ نے ہر ایک کی دعوت کو قبول کرلیا جب افطار کا وقت آیا تو آپ ہر مرید کے گھر میں موجود تھے۔ صبح کو جب یہ سب مرید مدرسہ میں جمع ہوئے تو ہر ایک نے از راہ فخر بیان کیا کہ کل شام حضرت میرے گھر پر تھے۔ غرض سب ایک دوسرے کو جھٹلانے لگے۔ مدرسے کے خدام کا کہنا تھا کہ کل تو حضرت مدرسے سے باہر گئے ہی نہیں۔ جھگڑا بڑھا سب حضرت کے پاس پہنچے۔ آپ نے فرمایا ''تم سب سچے! اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو اتنی قوت عطاء کی ہے کہ وہ بیک وقت بہت سے مقامات پر موجود ہو سکتے ہیں۔''

لوگوں کے دلوں پر قبضہ:- شیخ عمر بزازؒ کہتے ہیں کہ 15 جمادی الاخر 556ء کو حضرت شیخ عبدالقادرؒ کے ساتھ نماز جمعہ کے لیے جار ہا تھا راستہ میں کسی شخص نے سلام تک نہ کیا حالانکہ پہلے آپ جس راستے سے گزر جاتے تھے ہجوم زیارت کے لئے ٹوٹ پڑتا تھا۔ میں حیران تھا کہ آج کیا معاملہ ہے۔ ابھی میں یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور چاروں طرف سے لوگ سلام اور زیارت کے لئے امڈ پڑے۔ آپ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا۔ ''تو یہی چاہتا تھا نا؟ تمہیں معلوم نہیں کہ لوگوں کے دل اللہ کے فضل وکرم سے میرے ہاتھ میں ہیں چاہوں تو اپنی طرف سے پھیر دوں چاہوں تو اپنی طرف متوجہ کرلوں۔''

دہن مبارک سے نوری شعاع:- شیخ ابوحفص عمر بن حسینؒ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں سیدنا غوث اعظمؒ کی مجلس میں حاضر تھا کہ یکا یک میں نے دیکھا کہ آپ کے دہن مبارک سے ایک نورانی شعاع بار بار نکلتی ہے اور آسمان کی طرف چلی جاتی ہے۔ میں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو بھی یہ دکھاؤں آپ نے میرے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہا۔ ''عمر خاموش رہو، مجلس کی باتیں امانت ہوتی ہیں چنانچہ آپ کے وصال سے پہلے میں نے کسی سے اس واقعے کا تذکرہ نہ کیا۔

جنات کا بکثرت مجلس میں حاضر ہونا:- شیخ ابوزکریا ابن ابی نصرؒ بغدادی کا بیان ہے کہ میرے والد ایک ماہر عامل تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے عمل کے زور سے جنات کو بلایا لیکن خلاف معمول وہ بہت دیر کے بعد آئے اور آتے ہی کہنے لگے ''اے شیخ جب سیدنا غوثِ اعظمؒ وعظ فرما رہے ہوں تو ہمیں نہ بلایا کرو۔'' میرے والد نے پوچھا ''کیوں''؟ کہنے لگے کہ ہم ان کی مجلس میں حاضر ہو کر انکے واعظ سے مستفید ہوتے ہیں۔ وہاں آدمیوں سے زیادہ ہماری تعداد ہوتی ہے ہم میں سے ہزاروں نے ان سے ہدایت پائی ہے۔ اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

ہر موضع پر تقریر فرمادی:- شیخ ابوالحسن الخیرؒ کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ شیخ عبدالقادرؒ کی مجلس میں حاضر ہوا۔ اور سب لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ ''زہد'' کے موضوع پر تقریر فرما رہے تھے۔ میرے دل میں خواہش ہوئی کہ آپ معرفت کا بیان کریں۔ آپ نے یکا یک زہد کا بیان چھوڑ کر ''معرفت'' کا بیان شروع کردیا۔ پھر میں نے دل میں خیال کیا کہ آپ شوق کے بارے میں کلام فرمائیں۔ آپ نے فوراً شوق کے موضوع پر تقریر شروع کردی۔ اب میں نے چاہا کہ آپ فنا اور بقا کا مسئلہ بیان کریں۔ پھر میرا دل '' محبت حضور خاتم النبیین ﷺ'' کے موضوع پر آپ کے ارشادات سننے کو بیتاب ہوا۔ آپ نے اس موضوع پر سیر حاصل تقریر کی''۔ پھر میری طرف دیکھا اور پھر با آواز بلند فرمایا۔ ''ابوالحسن! آج تمہیں یہی کافی ہے''۔ میں فرطِ حیرت سے دم بخود ہو گیا اور پھر عالم بے خودی میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔

علالت:- 561ء سیدنا غوثِ اعظمؒ کی عمر مبارک 91 سال تھی کہ یکا یک جسم مبارک میں درد محسوس ہوا۔ ماہ ربیع الثانی کے آغاز میں شدت اختیار کی۔ آپ نے اہل خانہ کو خبر دے دی کہ بہت جلد تم سے دائمی مفارقت اختیار کرنے والا ہوں۔

وصیت:- دوران علالت آپ کے صاحبزادہ شیخ عبدالوہابؒ نے آپ سے پوچھا ''قبلہ مجھے ایسی وصیت فرمائیں جس پر آپ کے وصال کے بعد عمل کرسکوں۔'' آپ نے فرمایا اللہ کے تقویٰ اور اسکی عبادت کو اپنا شعار بنا۔ کسی اور سے نہ ڈر اور نہ امید رکھ۔ تمام حاجتیں اللہ کے سپرد کردے اور اسی سے مانگ۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی اور پر بھروسہ اور اعتماد نہ کر۔ توحید کو لازم پکڑ، توحید کو لازم پکڑ۔ تمام چیزوں کا مجموعہ توحید ہے'' پھر فرمایا ''جب دل اللہ کے ساتھ درست ہو جائے تو کامل و مکمل ہے۔ میں سراسر مغز ہوں چھلکا نہیں ہوں''

آخری دن اور رات:- آپ کے صاحبزادے نے فرمایا کہ رحلت سے ایک دن پہلے اور رات آپ کی زبان مبارک پر یہ کلمہ تھا۔ ترجمہ: ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی بخشے اور تمہیں بھی۔ میری توبہ قبول فرمائے اور تمہاری بھی۔ بسم اللہ تشریف لاؤ اور رخصت نہ کئے جاؤ'' ایک صاحبزادے نے طبیعت پوچھی۔ فرمایا مجھ سے کوئی کچھ نہ پوچھو میں وہی ہوں کہ علم خداوندی میں کروٹیں بدل رہا ہوں'' صاحبزادہ شیخ عبدالجبارؒ نے دریافت کیا حضور کو کہیں درد تو نہیں ہے فرمایا ''دل مسرور و مطمئن ہے

اوراس کے سواسب اعضاء ستار ہے ہیں۔''

آخری لمحات:۔ وصال سے کچھ دیر پہلے آپ نے تازہ پانی سے غسل کیا۔نماز عشاء ادا کی اور دیر تک بارہ گاہ الٰہی میں سجدہ ریز رہے اور بار بار یہ دعا مانگی کہ:

''اے اللہ محمد خاتم النبیین ﷺ کی امت کوبخش دے-اے اللہ محمد خاتم النبیین ﷺ کی امت پر رحم فرما-اے اللہ محمد خاتم النبیین ﷺ کی امت سے درگزر فرما''۔

پھر جب سر اٹھایا توغیب سے آواز آئی۔''اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔تو اس سے راضی ہے اور وہ تجھ سے راضی۔پس میرے بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت میں داخل ہوجا''اس کے بعد آپ بستر پر لیٹ گئے اور کہا میرے اردگرد سے پرے ہٹ جاؤ کہ میں بظاہر تمہارے ساتھ ہوں مگر باطن میں کسی اور کے ساتھ (اللہ)۔پھر فرمایا''میرے پاس تمہارے علاوہ اور لوگ آتے ہیں (ارواح مقدس وملائکہ) جگہ چھوڑ دو۔انکا ادب کرو۔یہاں پر اژدھام ہے ان پر جگہ کو تنگ نہ کرو''۔اس کے ساتھ آپ بار ہا اپنا دست مبارک ہلاتے اور فرماتے ترجمہ:''اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔توبہ کرو اور صف میں داخل ہوجاؤ''۔یہ بھی فرماتے''نرمی کرو۔۔۔۔۔نرمی کرو''حتیٰ کہ موت کی بے ہوشی آپ پر طاری ہوگئی اور یہ الفاظ مبارک آپ کی زبان پر جاری تھے۔

ترجمہ''میں مدد لیتا ہوں اس خدا سے جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔جو زندہ ہے نہ کبھی مرے گا اور نہ اسے مرنے کا خوف ہے۔پاک ہے وہ رب جو طاقت میں سب پر غالب ہے اور اس نے اپنے بندوں پر موت کو غالب کیا نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد خاتم النبیین ﷺ اللہ کے رسول ہیں''۔

پھر فرمایا:''اللہ،اللہ،اللہ''اس کے ساتھ ہی آپ کی آواز پست ہوگئی زبان اقدس حلق کے بالائی حصہ سے جا ملی اور آپؒ کی روح مبارک قفسِ عنصری سے اعلیٰ علیین کو پرواز کرگئی۔وفات مبارک 11 ربیع الثانی 561 ہجری میں ہوئی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔اس وقت عمر مبارک 90 سال نو ماہ تھی۔سیدناغوث اعظمؒ کے وصال کی خبر اہل بغداد کے سر پر برق بن کر گری۔ہر طرف کہرام مچ گیا۔بعض لوگ عالم غم سے بے ہوش ہوگئے۔بعض بے اختیار آہ وزاری کرنے لگے۔یہ ایک حادثہ کبریٰ تھا جس سے دنیائے اسلام میں بھونچال آگیا۔خدام نے بہت جلد آپ کو غسل دیا۔غرض کہ لاتعداد عقیدت مند اور مداحوں کے عظیم لشکر نے اس آفتاب ہدایت کو آخری آرام گاہ میں اتار دیا۔وہ ہجوم خلائق تھا کہ بڑے بڑے بادشاہوں کو نصیب نہیں ہوتا۔مزار پاک آج بھی بغداد میں مرجع خلائق ہے۔

سیدناغوثِ اعظمؒ کے ارشاد کردہ اورادو وظائف

1) عمل آسودہ حالی:- نماز فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان یہ کلمات روزانہ 100 بار پڑھیں۔

سُبحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبحَانَ اللّٰہِ العَلِیِّ العَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَستَغْفِرُ اللّٰہ انشاءاللہ زندگی میں آسودہ حالی اور راحت نصیب ہوگی۔

2) عمل کشائش رزق:- فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان 100 بار پڑھیں۔اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِی رِزْقاً کَثِیرًا،یَا مُجِیبَ الدَّعْوَاتِ وَیَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِین

3) عمل سورہ فاتحہ:- خیر وبرکت،آسودہ حالی،کشائش رزق اور حصول روزگار کے لئے یہ عمل عجیب وغریب اثرات کا حامل ہے۔صبح کی سنتوں کے بعد فرض سے پہلے سورہ فاتحہ بسم اللہ کے ساتھ ملا کر 11 بار پڑھیں۔نماز کے بعد خشوع اور خضوع سے حصول مقصد کے لئے دعا کریں۔انشاءاللہ بگڑے کام بھی بن جائیں گے۔

صلوٰۃ یا عمل بلندی درجات:- اس کا طریقہ یہ ہے کہ زوال کے بعد وضو کریں اور دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھیں اور اس کے بعد 2 رکعت نماز اس طرح پڑھیں کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص ایک بار پڑھیں اور پھر 100 بار''یَا قَہَّارُ''اور سو بار''یَا رَافِعُ''کا ورد کریں۔سلام پھیرنے کے بعد خشوع وخضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے اس کی حمایت اور نصرت کے لئے دعا مانگیں۔

مراقبہ توحید یا عمل استقامت:- نماز تہجد کے بعد دو رکعت نماز نفل پڑھیں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد 11 بار سورہ اخلاص پڑھیں سلام پھیرنے کے بعد ان کلمات کا 100 مرتبہ ورد کریں- 1-لَا مَعبُودَ اِلاَّ اللّٰہ　　2-لَا مَقصُودَ اِلاَّ اللّٰہ　　3-لَا مَوجُودَ اِلاَّ اللّٰہ

اس عمل سے قلب نور معرفت سے لبریز ہوجاتا ہے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے دل میں کسی کا خوف نہیں رہتا۔

ارشادات:- سیدعبدالقادر جیلانیؒ ارشاد فرماتے ہیں۔مخلوق تین طرح کی ہیں۔　فرشتہ۔انسان۔شیطان

فرشتہ تو سرتاپا خیر ہے۔ شیطان سرتاپا شر اور انسان مخلوط ہے خیر بھی رکھتا ہے اور شر بھی جس انسان پر خیر غالب ہو وہ فرشتوں سے جاملتا ہے اور فرشتہ صفت مشہور ہوجاتا ہے۔جس انسان پر شر غالب ہو وہ شیطان سے جاملتا ہے۔اور شیطان صفت مشہور ہوجاتا ہے۔جس انسان میں کچھ خیر اور کچھ شر ہو وہ انسان کہلاتا ہے۔

تعلیم طریقت وتصوف (غوثیہ)

ولی کی صفات:۔ 40 بہترین متقیوں میں سے ایک ولی ہوتا ہے۔ ولی میں بارہ صفات کا ہونا ضروری ہے۔

1- عیب پوش ہو　2- رحم دل ہو　3- شفیق ہو　4- رفیق ہو　5- حق پسند ہو　6- حق گو ہو　7- نیکی کا منبع ہو

8- برائیوں سے روکنے والا ہو　9- شجاع ہو　10- شب بیدار ہو　11- غریب پرور ہو یعنی غریبوں کو کھانا کھلانے اور ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا ہو۔ (فضول گفتگو سے پرہیز کرنے والا ہو۔)

اہل مجاہدہ کی صفات:-

1- قسم کھانے سے پرہیز کرتے ہیں۔　2- جھوٹ نہیں بولتے۔　3- وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

4- مخلوق خدا پر کسی قسم کا بوجھ نہیں ڈالتے۔　5- متواضع ہوتے ہیں۔　6- کسی پر لعنت نہیں کرتے۔

7- کسی کو بددعا نہیں دیتے۔　8- طمع اور حرص سے خالی ہوتے ہیں۔

9- ظاہری اور باطنی گناہ کبیرہ سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔　10- ہر حال میں اللہ کا شکرگزار ہو۔

قرب الٰہی:- اللہ تبارک وتعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے خواہش مند کو چاہیے کہ فرض کی ادائیگی کے بعد ان اذکار واشغال میں مصروف رہے جن کی وہ طاقت رکھتا ہے اور ہر لمحہ یہ خیال رہے کہ اس کا اٹھنا بیٹھنا، دوڑنا بھاگنا، رونا اور ہنسنا، غرض ہر قول وفعل اللہ کے لیے ہو۔

افضل الذکر:- تمام اذکار سے افضل و بہتر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ذکر ہے جس قدر زیادہ ممکن ہے کیا جائے۔

اسم اعظم:۔ اسم اعظم ''اللہ'' ہی ہے اس کا اثر البتہ اس وقت ہوتا ہے جب پڑھنے والے کے دل میں سوائے اللہ کے کچھ نہ ہو۔ عارف کا بسم اللہ کہنا ایسا ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا ''کن'' کہنا۔ اسم اعظم کے اثر سے دنیا کی ہر مصیبت دور ہوجاتی ہے اور ہر آرزو پوری ہوجاتی ہے۔

علم الیقین:۔ علم الیقین وہ یقین ہے کہ جو غور وفکر اور دلیل سے حاصل ہو۔

عین الیقین:۔ عین الیقین وہ علم ہے جو بذریعہ کشف اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہو۔

حق الیقین:- حق الیقین وہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ حقیقی حاصل ہوجائے اور انسان اپنے وجود سے بے خبر ہوجائے یعنی یہ مقام وصل ہے۔

معانی وتشریحات غوثیہ

1- **تصوف:** دل کو ہر قسم کی آلائش سے صاف کرنے کا نام تصوف ہے۔

2- **توحید:** دل وجان سے صرف اللہ کا ہوجانا توحید ہے۔

3- **دنیا:** جو چیز انسان کو اللہ سے دور کردے وہ دنیا ہے۔

4- **فنا:** اگر باطن میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا شعور نہ رہے تو یہ فنا ہے۔

5- **بقا:** بقا یہ ہے کہ کسی فانی شے کا اس کے ساتھ تعلق نہ رہے۔

6- **سُکر:** عشق الٰہی میں مخمور ہونا سُکر ہے ''یا اللہ'' کے ذکر کے وقت دل میں جوش پیدا ہونے کا نام سُکر ہے۔

7- **شُکر:** اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا شکر ہے۔

8- **صبر:** اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ وقوع پذیر ہو اس پر ثابت قدم رہنے کا نام صبر ہے۔

9- **تعزز** عزت اگر اللہ کے لئے حاصل کی جائے اور اسی کی راہ میں خرچ کی جائے تو یہ تعزز ہے۔

10- **تکبر:** عزت اگر اپنی ذات کے لئے حاصل کی جائے اور اپنی خواہشات میں صرف کی جائے تو یہ تکبر ہے۔

11- **رضا:** جب انسان اللہ تعالیٰ کی قضا اور قدر کو اطمینان دل سے قبول کرے اور ہر حال میں سچے دل سے راضی رہے۔

12- **وصل:** جب انسان کو حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے زہد کو فراموش کردیتا ہے۔ تو اس حالت کا نام وصل ہے۔

13- **زہد:** دنیا کی فانی چیزوں سے دل سرد ہوجانے کا نام زہد ہے۔

14- **ورع:** ورع یہ ہے کہ جس کام کی شریعت اجازت دے وہ کرے دوسرے کام چھوڑ دے ورع کے لئے دس شرطیں لازمی ہیں

1-اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ 2-ہر حال میں اللہ کا شکر 3-نماز پنجگانہ 4- تکبر سے بچنا 5- کسی کو حقیر نہ سمجھنا
6-راہ حق میں مال خرچ کرنا 7- حق گو ہونا 8- حرام اور مشتبہ اشیاء سے بچنا 9-زبان کو تالو میں رکھنا (خاموش رہنا، زیادہ گفتگو سے پرہیز)
10-غیبت نہ کرنا۔

15-**حیا:** حیا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں بندہ وہ بات نہ کہے جس کا وہ اہل نہیں اور حیا یہ ہے کہ اللہ سے شرما کر گناہوں کو ترک کر دے۔

16-**خوف:** ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

17-**حسن خلق:** حسن خلق یہ ہے کہ لوگوں کے جو دوستم کی پروانہ کرے۔

18-**رجا:** رجا یہ ہے کہ بغیر کسی غرض یا طمع یا طلب کے اللہ تعالیٰ کے طرف متوجہ ہو۔

19-**مقام فقر:**

1) مقام فقر یہ ہے کہ انسان کثرت سے نمازیں پڑھے 2) کثرت سے روزے رکھے 3) ہمیشہ ذکر فکر کرے 4) راستباز ہو 5) وسیع القلب ہو
6) کسی کا راز ظاہر نہ کرے 7) کج بحث 8) کسی سے برائی کا بدلہ نہ لے 9) امانت میں خیانت نہ کرے 10) غیبت نہ کرے
11) کم سخن ہو فضول باتوں سے پرہیز کرے 12) آواز سے نہ ہنسے 13) حق کی تلقین کرے 14) جاہل کو علم سکھائے 15) ہمسایوں کو آرام پہنچائے
16) صابر و شاکر ہو 17) متوکل ہو 18) قانع ہو 19) خوش اخلاق ہو 20) حلیم ہو

تعلیماتِ سیدنا غوثِ اعظمؒ

1- جو اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے مانگتا ہے اس نے اللہ کے مرتبہ کو اور اس کے درجہ کو نہیں پہچانا۔

2- دلی کی علامت یہ ہے کہ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اور ہر بات میں اللہ سے مدد مانگتا ہے۔

3- صدیق وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے سچی دوستی کرے۔

4- اپنی حاجتیں حق تعالیٰ سے طلب کرو۔ مخلوق سے مت مانگو اگر مخلوق سے مانگے بغیر چارہ نہ ہو تو اول اپنے قلب کو اللہ تعالیٰ کی محبت سے معمور کرو۔ پس تم کو جہتوں میں سے کسی خاص جہت سے مانگنے کا الہام ہو جائے گا۔ پھر تم کو وہاں سے کچھ ملا یا نہ ملا دونوں امر اللہ ہی کی طرف سے ہوں گے نہ کہ مخلوق کی طرف سے۔

5- مومن کی علامت یہ ہے کہ حلال روزی کی تلاش میں مصروف ہوتا ہے قسمت پر بھروسہ کر کے بیکار نہیں بیٹھتا۔ اگر تلاش میں کامیاب ہوا تو روزی بھی اور تلاش کا ثواب بھی اور تلاش میں ناکام رہا تو تلاش کا ثواب تو مل ہی جاتا ہے۔

6- دنیا کو بقدر ضرورت ہاتھ میں تھامے رکھو۔ یعنی دولت دنیا حاصل نہ کرو۔ یعنی وہ تمہارے ہاتھ میں آتی جاتی رہے۔ دل پر قبضہ نہ کرنے پائے۔

7- مالدار بننے کی آرزو مت کرو۔ 8- علم بغیر عمل کے مفید نہیں ہوتا۔ 9- اللہ کا شکوہ بندوں سے نہ کرو۔

10- اپنے نفس کا ساتھ مت دو۔ 11- عبادت پر گھمنڈ نہ کرو۔

12- علماء صلحاء اور اولیا پہاڑوں کی طرح ہوتے ہیں وہ توحید کے مقام سے مطلق جنبش نہیں کر سکتے۔

12- تقدیر کا مختار اللہ ہے کوئی اس میں دخل دینے کی طاقت نہیں رکھتا۔ نہ کسی کی یہ مجال ہے کہ اس پر زور دے کر مقدر بدلوائے۔

13- اتباع رسول خاتم النبیین ﷺ ہی نجات کا راستہ ہے۔ 14-اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو۔

15- اللہ سے ڈرنا کامیابی کی کنجی ہے۔ 16-واعظ بننا زیبا نہیں جب تک باطن صاف نہ ہو۔

17- بدکاروں کی صحبت سے پرہیز کرو۔ 18- حقیقی تصوف شریعت کی پابندی ہے۔

19- باطن کا جہاد ظاہر کے جہاد سے زیادہ سخت ہے۔

20- جس نے بیداری پر نیند کو فوقیت دی اس نے ایک اعلیٰ اور افضل شے چھوڑ کر ایک ادنیٰ و ناقص شے کو اختیار کیا۔

21- حرام غذا نورِ ایمان کو ڈھانپ لیتی ہے۔ایمان کی روشنی بجھ گئی تو پھر نہ عبادت ہے، نہ اطاعت، نہ نماز ہے نہ روزہ، نہ اخلاص ہے، نہ ایثار۔

22- اپنے نفس کو توحید کے تیغے سے مار اور اس کو توفیق کا خول پہنا پھر اس کے لئے مجاہدہ کا نیزہ اور تقویٰ کی ڈھال پکڑ اور یقین کی تلوار سنبھال ایک مرتبہ تلوار مار، ایک مرتبہ نیزہ چلا اسی طرح کرتا رہ۔ یہاں تک کہ نفس تیرے سامنے ذلیل ہو جائے اور تو اس پر سوار ہو کر لگام پکڑ لے۔نفس ایک منہ زور گھوڑا ہے اس کو لگام دی تو سوار کی مرضی ہے اس کو جہاں لے جائے اور اس کو لگام نہ دی گئی تو گھوڑے کی مرضی ہے جہاں سوار کو لے جائے۔

23- یاد رکھو کہ اولیا اللہ نبیوں کے خلیفہ ہوتے ہیں جس چیز کا حکم دیں قبول کرو کیونکہ وہ تمہیں اللہ کے امر کا حکم کرتے ہیں اور جس چیز سے اللہ نے منع کیا ہے اس سے منع کرتے ہیں۔ وہ بلائے جاتے ہیں تو بولتے ہیں، دیئے جاتے ہیں تو لیتے ہیں اور اپنے نفسوں سے کوئی حرکت نہیں کرتے۔ اپنی خواہشوں کو اللہ تعالیٰ کے دین میں شریک نہیں کرتے۔ اپنے اقوال وافعال میں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے تابع ہیں اور یہی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے اللہ کا فرمان سن لیا ہے۔کونسا فرمان؟ ترجمہ:''جو کچھ تمہیں اللہ کا رسول خاتم النبیین ﷺ فرمائے لے لو اور جس سے منع فرمائے رک جاوٴ''

24- زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔

25- دل کی اصلاح تقویٰ سے ہوتی ہے۔

26- خیر خیرات اعمال حسنہ کا ایک جزو ہیں۔

27- علم کی زکوٰۃ علم کا خرچ کرنا ہے اور لوگوں کو راہ حق کی طرف بلانا ہے۔

28- اپنی مصیبت چھپانا نیکی کا بہت بڑا خزانہ ہے۔

29- عمل کر اور اجر کا ایک ذرہ نہ مانگ۔

30- ظلم دل کو تاریک بنا دیتا ہے۔نہ خود ظلم کر اور نہ ظالم کا ساتھ دے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے چند ارشادات

1- مجھے علم نے مہذب بنا دیا ہے۔

2- لوگوں میں علم پھیلانا اور راہ حق کی طرف بلانا علم کی زکوٰۃ ہے۔

3- علم زندگی اور جہالت موت ہے۔

4- علم الیقین غور وفکر اور دلیل سے حاصل ہوتا ہے۔

5- میں علم دین سیکھ کر قطب بن گیا ہوں۔

6- دنیا بندے کو اللہ سے دور کر دیتی ہے۔

7- خوف خدا ہی کامیابی اور کامرانی کی کنجی ہے۔

8- ہر شخص کو حدود شریعت کی حفاظت کرنی چاہیے۔

9- عالم باعمل کا درجہ اللہ کے نائب کا ہے۔

10- عارف کا بسم اللہ کہنا اللہ کے ''کن فیکون'' کہنے کے برابر ہے۔

11- حرام غذا نورِ ایمان کو ڈھانپ لیتی ہے۔

12- ظلم دل کو تاریکی کی گہرائیوں میں ڈال دیتا ہے۔

13- کھانا کھلانا اور حسن اخلاق افضل و اکمل اعمال ہیں۔

14- صرف بت پرستی ہی شرک نہیں، نفس کی پیروی کرنا بھی شرک ہے۔

15- شکر باللسان دل کی کیفیت کا اظہار ہے۔

16- دل توحید اور معرفت کی جگہ اور سینہ واردات اور عجائب غیبی کے نازل ہونے کا مقام ہے۔

17- سب بدیوں سے بری بدی نیند اور نیک کاموں سے غفلت ہے جو سوئے گا اس کی بہت سی نیکیاں فوت ہو جائیں گی۔

18- تیری تعلیم سے اگر اللہ کسی ایک شخص کو بھی ہدایت فرما دے تو اس دن سے بہتر ہے کہ اللہ اس پر آفتاب طلوع کرے۔

چار قسم کے لوگ

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا لوگ چار قسم کے ہیں:

1- وہ جو نہ دل رکھتے ہیں اور نہ زبان، بے کار اور ناتجربہ کار۔ان کی مثال بھوسے کی سی ہے ایسے لوگ بے قیمت اور بے کار ہوتے ہیں۔تُو ایسے لوگوں میں شامل نہ ہو۔تو ایسے لوگوں میں شامل ہو جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور نیکی پھیلانے والے ہوں۔ کیونکہ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا ''اگر تمہاری تعلیم سے ایک شخص بھی ہدایت حاصل کرے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے''۔(صحیح بخاری)

2- دوسرا وہ شخص جو نصیحت اور حکمت کی باتوں کا تذکرہ کرتا ہے لیکن خود ان پر عمل نہیں کرتا۔ وہ دوسروں کے عیب برے سمجھتا ہے لیکن خود عیوب سے پرہیز نہیں کرتا، اس شخص کی مثال انسانوں کے روپ میں بھیڑیے کی سی ہے تو ایسے شخص سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ۔

3- تیسرا وہ شخص ہے جو مومن ہے اور اللہ نے اس پر پردہ ڈالا ہے۔ وہ اپنے نفس کے عیبوں پر نظر رکھتا ہے۔ اس کا دل منور ہے وہ خاموشی اور گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے۔ کیونکہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ خاموشی میں عافیت ہے (ترمذی) خاموشی عبادت کا ایک اہم حصہ ہے۔ ایسے شخص کو اللہ اپنے محبوب اور نیک بندوں میں شامل کر لیتا ہے۔

4- چوتھا وہ شخص ہے جسے اللہ نے عالم ملکوت میں بزرگی بخشی ہے اس قسم کے لوگ اللہ کے علم کو جانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں یہ علم دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں۔ یہ اللہ کی آیات سے واقف ہوتے ہیں اللہ انہیں اپنے بھیدوں سے آگاہی بخشتا ہے۔ اللہ ان کے ذریعے دوسرے لوگوں کو بھی ہدایت بخشتا ہے۔ اس طرح کے لوگوں کے پاس بیٹھا کر گویا:۔

1- پہلی قسم کے لوگ وہ ہیں جو نہیں جانتے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ نہیں جانتے۔ یہ جاہل ہیں ان سے دور بھاگو۔

2- دوسرے قسم کے لوگ وہ ہیں جو جانتے ہیں اور نہیں جانتے کہ وہ جانتے ہیں یہ سوئے ہوئے ہیں انہیں جگاؤ۔ ان کو خبردار کرو۔ ان کی اچھائیاں اور برائیاں الگ الگ کر کے انہیں بتاؤ اور سمجھاؤ۔

3- تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو نہیں جانتے اور جانتے ہیں کہ وہ نہیں جانتے یہ ہدایت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ انہیں علم دیا جائے اور ان کو ہدایت دی جائے۔

4- چوتھی قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جو جانتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں یہ عالم ہوتے ہیں ان کی اطاعت کی جائے۔ ان کے پاس سلامتی ہوتی ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی صحبت اختیار کی جائے۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی چند ضروری وصیتیں

حضرت غوث پاکؒ نے فرمایا میری وصیت ہے کہ:

1۔ اغنیا سے اپنا وقار قائم رکھ کر ملو اور فقرا سے عاجزی اختیار کرو۔
2۔ اپنے بھائی کی حق بات پر اعتماد رکھو اور بھروسہ رکھو۔
3۔ تواضع حُسن ادب اور سخاوت کو اپناؤ۔ اپنے نفس کو مار کر زندہ رَہو۔
4۔ لوگوں کو حق اور صبر کی نصیحت کرو۔
5۔ اپنے چھوٹے سے لڑنا نامردی ہَے۔ بڑے سے جھگڑا بے شرمی ہے اور ہم عمر سے لڑنا بدخلقی ہے
6 ۔ علم تصوف کوشش (مجاہدہ) سکھاتا ہَے۔ لہٰذا کوشش کرتے رہَو۔
7۔ صوفی کے لیے لازم ہَے کہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ بہتر کاموں میں مشغول رہَے۔ ہر حالت میں اپنے پروردگار سے دعا کرے اور بھلائی کی کوشش کرتا رہے۔ صدقہ دیتا رہَے اور مرنے والوں کے لیے دعائے مغفرت کرتا رہَے۔
8۔ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّار کا صبح شام ورد کرتا رہے۔
9۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے اور مخلوق کی خدمت کرتا رہَے۔
10۔ سورہ حشر کی آخیری آیات صبح شام پڑھتا رہَے۔

ختم غوثیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

1) درود ابراھیمی (11 مرتبہ)　2) سورہ التکاثر (11 مرتبہ)　3) سورہ الکافرون (11 مرتبہ)
4) سورہ اخلاص (11 مرتبہ)　5) سورہ فلق (11 مرتبہ)　6) سورہ الناس (11 مرتبہ)
7) سورہ فاتحہ (11 مرتبہ)　8) آیت الکرسی (11 مرتبہ)
9) دعا و استغفار　(11 مرتبہ)　اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِی لَآ اِلٰـهَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ
10) سورہ البقرہ، آیت نمبر 5-1　(11 مرتبہ)
11) یا شیخ عبدالقادر جیلانی شَیْئًا لِلّٰہِ　(11 مرتبہ)　12) درود شریف　(11 مرتبہ)

****

سلسلہ چشتیہ

سلسلہ چشتیہ کا آغاز امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتا ہے۔مشہور روایات کے مطابق حضرت علیؓ نے خواجہ حسن بصریؒ کو خرقہ خلافت عطا فرمایا۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کو برصغیر پاک و ہند کے بیشتر لوگ محض ایک صوفی بزرگ کی حیثیت سے جانتے ہیں۔مگر تاریخ بتائی ہے کہ حضرت حسن بصریؒ ایک عظیم محدث تھے اور درجہ امامت پر اس طرح فائز تھے کہ امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ بھی آپؒ کا بہت احترام کرتے تھے۔حضرت حسن بصریؒ کو تمام اولیاء کرام کے درمیان یہ شرف حاصل ہے کہ آپؒ کی والدہ محترمہ ام المومنین حضرت سلمہؓ کی کنیز تھیں۔بچپن میں جب حضرت حسن بصریؒ کی والدہ محترمہ کسی کام میں مصروف ہوتیں اور آپؒ رونے لگتے تو ام المومنین آپؒ کو گود میں اٹھا کر اپنا دودھ پلا دیتیں۔

حضرت امام نو ویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ کے کلام میں جو غیر معمولی وضاحت اور حکمت پائی جاتی ہے وہ سب اس مقدس شیر خوارگی کا صدقہ ہے۔ حضرت حسن بصریؒ کو حضرت ام سلمہؓ کی وساطت سے باقی تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں بھی آنے جانے کا موقع ملتا تھا آپ کی ولادت کے بعد جب آپؒ کو امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو مسلمانوں کے اس عظیم خلیفہ نے بے اختیار فرمایا''یہ بہت ہی خوبصورت ہے اس کا نام حسن رکھو''۔حضرت حسن بصریؒ کو ایک سوبیس صحابہ کرامؓ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شرف حاصل تھا۔ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے آپؒ کی تربیت کی اور آپؓ ہمیشہ یہی دعا کیا کرتیں تھیں کہ''اے اللہ حسنؒ کو دنیا کا راہنما بنادے''۔

حضرت امام حسنؒ کی زندگی میں ایسے بے شمار واقعات پیش آئے جو تاریخ کے اوراق میں نقش ہو کر رہ گئے ہیں ایک بار حضرت حسن بصریؒ کی مجلس درس آراستہ تھی۔آپؒ نہایت شریں اور پر جوش لہجے میں معرفت کے رموز و اسرار بیان فرمار ہے تھے کہ اچانک حاضرین مجلس پر سکتہ طاری ہو گیا۔حجاج بن یوسف اپنے سپاہیوں اور شمشیر بے نیام کے ساتھ حضرت حسن بصریؒ کے مکتب میں داخل ہوا۔اس ستم پیشہ او جفا کار انسان کو دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں پتھرا گئیں اور سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ بیشتر حاضرین مجلس حجاج بن یوسف کے خوف سے کھڑے ہو گئے اور دیکھنے لگے کہ کیا ہوتا ہے؟ لوگ اپنے اپنے ذہن کے مطابق سوچتے رہے کہ حسن بصریؒ ادب کے لیے کھڑے ہوتے ہیں یا نہیں؟ مگر حسن بصریؒ نے والی عراق کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا کہ آپؒ کے سامنے اس وقت دنیا کا سفاک ترین انسان کھڑا تھا۔بالآخر جب حسن بصریؒ کا وعظ ختم ہو گیا تو حجاج بن یوسف نے پکار کر کہا''اگر تم لوگ کسی مرد خدا سے ملنا چاہتے ہو تو حسنؒ کا چہرہ دیکھ لو''یہ کہا اور اپنے تمام آدمیوں سمیت واپس چلا گیا۔حضرت علیؓ کے تربیت یافتہ یہی وہ حسن بصریؒ ہیں جن سے سلسلہ چشتیہ کو دنیا میں فروغ حاصل ہوا۔آپؒ نے زندگی بھر دولت و اقتدار کی نفی کی اور پھر 4 محرم 111ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

جب حضرت بصریؒ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو آپؒ نے حضرت شیخ عبدالواحد بن زیدؒ کو خرقہ خلافت عطا کرتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ اس امانت کی حفاظت کرنا، ورنہ روز محشر اللہ تعالیٰ کے سامنے بڑے شرمسار ہوں گے۔(واضع رہے کہ یہ وہ شیخ عبدالواحدؒ نہیں ہیں جن سے بدخشاں کے ایک تاریک غار میں حضرت بابا فریدؒ نے ملاقات کی تھی)۔حضرت شیخ عبدالواحد بن زیدؒ 177ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے۔آپؒ نے اس عالم خاکی کو الوداع کہا تو سلسلہ چشتیہ کی یہ امانت حضرت فضیل بن عیاض کو منتقل کر دی۔حضرت فضیل بن عیاضؒ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپؒ فقہ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد تھے۔روایت ہے کہ آپؒ اپنے عہد شباب میں رہزنوں اور قزاقوں کے سردار تھے۔پھر جب ہدایت غیبی نصیب ہوئی تو اولیاء کی سرداری کے منصب پر فائز ہو گئے۔خلیفہ ہارون رشید ہمیشہ آپ کے بارے میں کہا کرتا تھا''حقیقتاً بادشاہ تو فضیل بن عیاضؒ ہیں'' پھر 187ھ میں شہنشاہ معرفت زیر خاک ہو گئے تو جانے سے پہلے خرقہ خلافت حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کو منتقل ہو گیا۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ بلخ کے حکمران تھے مگر جب آتش عشق نے آپؒ کے دل و دماغ کو جلا ڈالا تو تاج و تخت چھوڑ کر تخت شاہی کو یہ کہتے ہوئے نکل گئے''اے اللہ میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں''۔

بے شمار دلوں کا میل دھو کر اور لاتعداد ذہنوں کی کثافت دور کر کے حضرت ابراہیم بن ادہمؒ 265ھ یا 267ھ میں دنیا سے رخصت فرما گئے۔وفات سے چند روز پہلے آپؒ نے حضرت حذیفہ مرعشیؒ کو خرقہ خلافت پہنایا اور نہایت پرسوز لہجے میں تلقین کی۔''حذیفہ میں تجھے جو لباس پہنا رہا ہوں وہ بہت حساس اور نازک ہے۔ریا کاری کے پتھر سے شیشے کی اس قبا کو محفوظ رکھنا ورنہ ایک کنکری سے یہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائے گا۔اسے غلاظت سے بچانا کہ ساری دنیا ہی گناہوں کا تالاب ہے۔جس کا پانی گلی گلی اور کوچہ کوچہ بہہ رہا ہے۔بہت احتیاط سے قدم اٹھانا کہ اس کثیف پانی کی ایک چھینٹ پورے لباس کو داغدار کر دے گی''۔حضرت حذیفہؒ کا خاندانی نام خواجہ شدید الدینؒ تھا۔آپؒ''مرعش'' کے رہنے والے تھے۔جو شام کے قریب ایک آباد شہر ہے۔اس شہر کی نسبت سے آپؒ مرعشی کہلاتے ہیں۔

حضرت حذیفہؒ نے سات سال کی عمر میں نہ صرف قرآن پاک حفظ کر لیا تھا بلکہ ساتوں مشہور قرأتوں میں بھی مہارت حاصل کر لی تھی۔آپؒ کا طریقہ تھا کہ جس درویش سے بھی ملاقات کرتے۔اس سے اپنے حق میں دعائے خیر کرواتے۔حضرت فضیل بن عیاضؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ نے حضرت حذیفہ مرعشیؒ کو بچپن میں ایک بار دیکھا تھا۔حضرت بایذیر بسطامیؒ نے آپؒ کو دیکھتے ہی فرمایا تھا'' حذیفہ مردان خدا ہیں اور جوان ہوکر بہت سے لوگوں کو منزل مقصود تک پہنچائیں گے''۔حضرت حذیفہ مرعشیؒ نے پیران چشتیہ کا خرقہ ہیرہ بصریؒ کو منتقل کیا اور عالم خاکی سے عالم بالا کی طرف تشریف لے گئے۔حضرت ہیرہ بصریؒ نے سلسلہ چشتیہ کی یہ امانت حضرت شیخ محشاد علود ینوریؒ کے سپرد کی اور سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔حضرت شیخ محشاد علود ینوریؒ ایک امیر وکبیر خاندان سے تعلق رکھتے تھے،مگر جب آپؒ درویشی کی طرف راغب ہوئے تو ساری دولت محتاجوں میں تقسیم کر دی یہاں تک کہ اپنے افطار کے لیے بھی کچھ نہ رکھا،تمام سرمایہ لٹا دینے کے بعد حضرت شیخ نے دست دعا دراز کیا اور نہایت ہی رقت آمیز لہجے میں عرض کرنے لگے ''اے اللہ میرے اور تیرے درمیان جو ہلاک کر دینے والی شے حائل تھی میں نے اسے راستے سے ہٹا دیا ہے اب مجھے تیری رضا کے سوا کچھ نہیں چاہیے''۔

14 محرم 299ھ کو معرفت کا یہ آفتاب ضیا بار بجھ گیا۔مگر غروب ہونے سے پہلے حضرت شیخ محشادؒ نے پیران چشت سے حاصل کردہ یہ روشنی حضرت ابواسحاق چشتیؒ کو منتقل کر دی۔حضرت ابواسحاق چشتیؒ شام کے رہنے والے تھے اور یہ پہلے بزرگ ہیں جن کے نام کے ساتھ''چشتیؒ '' کا لفظ نظر آیا ہے۔''چشت'' خراساں کے ایک مشہور قصبے کا نام ہے اس قصبے میں کچھ بزرگان دین نے روحانی تربیت کا ایک بڑا مرکز قائم کیا تھا جسے بعد میں غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی اور وہ روحانی نظام اسی مقام کی نسبت سے چشتیہ کہلانے لگا۔حضرت ابواسحاق چشتیؒ نے وصال سے پہلے حضرت ابواحمد چشتیؒ کو خلافت عطا کرتے ہوئے فرمایا۔

''ابواحمد مخلوق خدا بیمار ہے اس کی مسیحائی کرو''۔حضرت ابواحمد چشتیؒ 335ھ میں دنیا سے رخصت ہوئے آپؒ نے اپنے صاحبزادے حضرت شیخ ابومحمد چشتیؒ کو پیران چشت کی امانت سپرد کی۔حضرت شیخ ابومحمد چشتیؒ کے بعد حضرت ابویوسف چشتیؒ اس روحانی خاندان کے وارث قرار پائے۔آپؒ نے 459ھ میں وفات پائی۔حضرت ابویوسف چشتیؒ کے روحانی وارث حضرت حاجی شریف زندانیؒ تھے۔حضرت حاجی شریف زندانیؒ نے حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی تربیت فرمائی۔حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کی بارگاہ جلال سے وہ خورشید معرفت طلوع ہوا۔جس کی روشنی سے پوری سرزمین ہند جگمگا اٹھی۔وہ مرد صفا حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ہیں جن کے آستانے پر ایک لاکھ سے زیادہ سرکش راجپوت سرخم ہوئے۔حضرت سلطان الہندؒ کے بعد حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے اور اہل کفر کے دلوں کو اس طرح فتح کیا کہ پتھر کے پجاریوں نے''زنار'' توڑ کر پھینک دی اور اپنے ہاتھوں سے''قشقے'' کا نشان(ماتھے پر نشان) کھرچ کر پھینک دیا۔حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے یہ امانت حضرت بابا فریدؒ کے سپرد کی اور اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔حضرت بابا فریدؒ نے 84 سال عمر پائی اور اپنی زندگی میں وہ مجاہدات کئے جن کی نظیر ملنا مشکل ہیں۔آپؒ 75 سال روزے سے رہے زندگی کا ہر دن ایک کرامت ظاہر کرتا تھا۔لیکن آپؒ کی عاجزی کا یہ عالم تھا کہ ایک گدڑی جس پر آپؒ دن میں بیٹھ کر درس دیتے تھے اور رات کو اسے اوڑھتے تھے اور جب اس کو سر پر ڈھانکنے کی کوشش کرتے تو پاؤں کھل جاتے تھے۔پاؤں پر ڈالنے کے لیے الگ ایک پیوند لگا کپڑا تھا۔اجودھن کی رہائش میں بہت سال ایسے گزرے کہ آپ نے''پیلو'' کے درخت کے پھل پر گزارہ کیا۔آپؒ کو دفن کرتے وقت کچی اینٹیں بھی آپؒ کے مکان سے نکال کر قبر اطہر پر لگائی گئیں۔کیا مرد عظیم تھے بابا فریدؒ۔ (سبحان اللہ)

بابا فریدؒ نے سلسلہ چشتیہ کی یہ امانت حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو سونپ دی۔آپؒ کی ذات اپنے مریدین کے لیے بہترین نمونہ تھی۔کوئی اس ریاضت اور مجاہدہ تک پہنچ جائے اور مردان خدا کی صف میں نہ کھڑا ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔جب حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا وقت رخصت قریب پہنچا تو آپؒ نے ایک مصلّٰی خاص دستار اور ایک پیرہن حضرت مولانا برہان الدینؒ غریب کو دے کر دکن کی طرف جانے کی اجازت دی۔ایک دستار اور پیرہن اور مصلّٰی شیخ یعقوبؒ کو عطا فرما کر گجرات کی طرف جانے کی اجازت دی۔مولانا شمس الدین یحییٰؒ کو بھی ایک دستار مصلّٰی اور پیرہن عطا فرمایا۔دوسرے دن بدھ کو آپؒ نے بعد نماز ظہر حضرت نصیر الدین چراغؒ کو طلب فرمایا اور عصا مصلّٰی،تسبیح،نعلین،چوبین،اور خرقہ اور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے دیگر تبرکات آپؒ کے سپرد کئے۔پھر حضرت نصیر الدین چراغؒ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ:

''تم کو دہلی میں رہ کر لوگوں کی جفا اور قضا اٹھانی چاہیے''۔اس طرح حضرت شیخ نصیر الدین چراغؒ کو یہ امانت سونپ کر آپؒ اگلے جہاں کی طرف رخصت ہو گئے۔حضرت شیخ نصیر الدینؒ نے شیخ ذین الدینؒ اور شیخ کمال الدین (بھانجے) کو وصیت فرمائی کہ ان کے وصال کے بعد ان کے شیخ کا خرقہ ان کی قبر میں ان کے سینے پر اور کاسہ چوبین ان کے سرہانے اور تسبیح ان کی انگلی میں اور عصا اور نعلین ان کے برابر رکھ دینا(مراۃ الاسرار)۔ان کے خلیفہ اول حضرت خواجہ بندہ نواز،حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسودراز ہوئے۔

****

سلسلہ چشتیہ کے مریدین کے لئے ارادوظائف

اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بہت طویل ہے۔اس کے آخیر تک پہنچنا ضروری نہیں---ضروری یہ ہے کہ جب ہمیں موت آئے تو ہم اس راستے پر موجود ہوں۔

جو لوگ فیض کے سلسلے بدلتے ہیں وہ کہیں کے نہیں رہتے۔اس لیئے یہ فیصلہ مستقل کر لیا جائے کہ فیض کہاں سے لینا ہے؟ پھر اس سلسلے سے جو استقامت ہوگی وہ فیض ضرور دلادے گی۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ فیض استقامت سے ملتا ہے۔سب سے بڑی کرامت استقامت ہے۔اس لیے کسی ایک کی اطاعت شروع کر دیں مسئلہ حل ہوجائے گا۔

اللہ کے پاس جائیں تو وہ رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کا تعارف کرواتے ہیں اور حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جائیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا تعارف کرواتے ہیں۔اس راز کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین سے آواز آسمان کی طرف جاتی ہے لا الہ الا اللہ اور آسمان سے آواز واپس آتی ہے محمد رسول اللہ۔

ہمیں یہ تجسس ہے کہ وہ روبرو کیوں نہیں؟
انہیں یہ مان ہے کہ مجھے ڈھونڈ کر ملیں

میاں صاحب محمد بخش عارف کھڑی شریف سے کسی نے سوال کیا کہ تمام عبادت نماز، روزہ، زکوۃ، حج، ذکر وغیرہ تو انسان نے خود کرنا ہوتا ہے پھر مریدی کی کیا ضرورت؟ یہ پیر کیا کرتا ہے؟ میاں صاحب نے جواب دیا پیر بس مرید کے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت ڈال دیتا ہے۔جیسے دودھ میں جاگ ڈال دی جائے تو دہی بن جاتا ہے۔اب دہی سے مکھن، پھر مکھن سے گھی، پھر گھی سے بے شمار اشیاء بنائی جاتی ہیں۔رسول پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے بڑے مرشد ہیں۔انہوں نے کیا کیا تھا؟ انہوں نے اللہ کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دی۔اس محبت سے اللہ کی پہچان کروائی۔اس پہچان نے کئی روپ دھار لئے---کوئی ابوبکرؓ، کوئی عمرؓ، کوئی عثمانؓ تو کوئی علیؓ بن گیا۔اللہ نے محمد (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کی پہچان کروائی اور محمد (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے اللہ کی پہچان کروائی۔

نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں لوگ نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر اسلام، ایمان، ہدایت، توفیق اور توبہ پر بیعت کیا کرتے تھے۔۔۔کبھی ہجرت اور جہاد پر بیعت ہوتی تھی۔یہ بیعت بھی دین پر استقامت اختیار کرنے کا ایک اقرار ہوتا ہے اور یہ مرشد حضرات ہم انہیں کچھ بھی نام دیں یہ رہبر ہی ہیں اور سب سے بڑے رہبر نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) خود ہیں۔آپ (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) کے پردہ فرمانے کے بعد صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔نبی کریم (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میرے خلفاء قیامت تک آئیں گے اور ان کی اتباع کرنا میری امت پر واجب ہوگا۔

مرشد کون ہوسکتا ہے؟ اس میں کیا خاصیتیں ہوں؟ مرشد کا مطلب رہبر ہے۔اس کو ہم شیخ، پیر، روحانی استاد، ہادی جو نام بھی دے دیں۔اس کے سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ خود عامل ہے یا نہیں۔اس سے فرائض اور سنت کی پیروی پوری دکھائی دیتی ہے یا نہیں۔اور یہ کہ اس کی صحبت میں رہنے سے دنیا بھول جائے۔اس کی صحبت دنیا کی محبت کو ختم کرنے والی ہوں۔اس کے پاس بیٹھنے کو دل چاہے۔اس کے پاس سے جانے کو دل نہ چاہے۔اس کی محبت سے بندے پر آہستہ آہستہ آخرت کا رنگ چڑھتا جائے اور دنیا کا رنگ اُترتا جائے۔اور پھر بندہ ہر وقت موت کی تیاری کرنے والا بن جائے۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ دنیا سے نفرت کرنے لگے۔نہیں۔۔۔بلکہ دنیا کو بقدر ضرورت ہاتھ میں رکھے۔دل میں اللہ کی یاد، اللہ کا خوف، موت کی تیاری کی لگن پیدا ہوجائے۔

اگر ایسی کوئی ہستی میسر ہے تو وہ مرشد رہبر کہلانے کی مستحق ہے۔لیکن اس کا سلسلہ۔۔۔سلسلہ بہ سلسلہ حضور پاک (خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم) سے جاملتا ہو۔

مریدین سلسلہ چشتیہ کے لئے مندرجہ ذیل وظائف کی پابندی ضروری ہے:-

1- صبح شام سات تسبیحات:- صبح کی تسبیحات ظہر تک اور شام کے تسبیحات رات سونے سے پہلے تک ختم کر لیں۔ہر تسبیح سو مرتبہ پڑھی جائے گی۔

i- تیسرا کلمہ　ii- پہلا کلمہ　iii- درود شریف　iv- استغفار　v- لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ

vi - سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيمِ　vii- اللهُ الصَّمَد

2- فجر کی نماز کے بعد:-

i- فجر کی سنت پڑھ کر گیارہ مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے ساتھ سورہ فاتحہ گیارہ مرتبہ پھر دعا پھر فجر کے فرض۔۔۔

ii- فجر کی نماز کے بعد کم از کم 100 آیات کی تلاوت۔

iii- تلاوت فجر کے بعد نہ ہو سکے تو دن میں کسی بھی وقت کر لیں۔لیکن رات سوتے وقت خیال رکھیں کہ آج 100 آیات کی تلاوت میں نے مکمل کر لی ہے؟؟

iv- فرض پڑھنے کے بعد تین مرتبہ استغفر اللہ---اس کے بعد آیت الکرسی---پھر دعا

v- پھر اَللّٰھُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ، وَشُكْرِكَ، وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ.

vi- پھر پانچ منٹ کے لیے مراقبہ تصور ذات اللہ۔۔۔زبان تالو سے لگا کر دل سے اللہ اللہ اللہ سو مرتبہ کہیں (آنکھیں بند کر سکتے ہیں)۔

3- ظہر کی نماز کے بعد:- درود شریف 3 مرتبہ، استغفر اللہ 3 مرتبہ، آیت الکرسی 1 مرتبہ، سورہ النصر 1 مرتبہ، سورۃ طارق 1 مرتبہ، اللہ الصَمَد 21 یا 11 یا کم از کم 7 مرتبہ۔

3-عصر کی نماز کے بعد:- استغفر اللہ تین مرتبہ، آیت الکرسی ایک مرتبہ، درود شریف، سورہ النبا ایک مرتبہ، سورہ مزمل ایک مرتبہ، یَامُغنِی 11 مرتبہ

4- مغرب کی نماز کے بعد:- تین مرتبہ استغفر اللہ، آیت الکرسی ایک مرتبہ، سورہ ملک ایک بار، ایک بار سورہ الم سجدہ

6-عشاء کی نماز کے بعد:- تین مرتبہ سورہ اخلاص کے بعد بِحَقِ مُحَمَدﷺ وَ اَصحابِہٖ مُحَمَد ﷺ وَبَارِک وَسَلِم پڑھنا ہے اور دعا کرنی ہے کہ اللہ ہر شریر کے شر سے محفوظ رکھے-اس کے بعد تمام نفلی عبادات تہجد، اشراق، چاشت، نماز فی زوال، اوّابین اور صلوٰۃ اللیل اپنے اپنے اوقات میں ادا کریں-

فتنہ وفساد اور جادو سے بچنے کے لئے علماء کرام نے قرآن پاک کی 100 آیات پر مشتمل ایک چھوٹی سی کتاب بنا کر اس کا نام منزل رکھا ہے-اس منزل کی تلاوت صبح (فجر کے بعد) اور شام (مغرب کے بعد) کی جائے تو بہت اچھا ہے ورنہ دن میں ایک بار فجر کے بعد کرنا بھی کافی ہوگا-

تمام نفلی روزے، ایام بیض کے روزے، پیر جمعرات کے روزے عاشورہ اور ماہ ذوالحجۃ کے دس روزے اور تمام جاگنے والی راتوں کی عبادت۔۔۔لیلۃ القدر، شب معراج، شب قدر میں جاگ کر عبادت کرنی ہے۔ذکر اسم ذات، ذکر پاس انفاس، ذکر نفی اثبات کریں۔

1- طریقہ ذکر اسم ذات:- اللہ کا ذکر فجر کی نماز کے بعد یا عشاء کی نماز کے بعد کم از کم ایک تسبیح اللہ کے نام کی اسم ذات کی اس طرح کرے کہ اللہ کی ہ کی ضرب دل پر لگے۔آنکھیں بند کر لیں (مراقبہ کی حالت میں) پوری توجہ (concentration) کے ساتھ اللہ، اللہ، اللہ کریں۔پہلے ذکر جہر کریں۔جب تسبیح پوری ہو جائے تو ذکر خفی یا شغل کریں۔(دل کے ذکر کو شغل کہتے ہیں)

زبان تالو سے لگا لیں۔۔۔آنکھیں بند اور دل سے اللہ، اللہ، اللہ کریں۔سانس ٹوٹ جائے تو سانس لے لیں اور پھر اسی طرح کریں۔شروع میں صرف پانچ منٹ کا مراقبہ کافی ہے پھر طبیعت کے موافق ٹائم بڑھاتے جائیں۔

2- ذکر پاس انفاس:- سانس اندر لے کر جاتے وقت لفظ اللہ کو سانس کے ساتھ اوپر کھینچیں اور ھو کے ساتھ چھوڑ دیں۔

طریقہ پاس انفاس سے تزکیہ باطنی بہت جلد ہو جاتا ہے۔اس ذکر کو خوب دھیان سے اس قدر عمل میں لائیں کہ زہد وتقوی اور بزرگی کا درجہ حاصل ہو جائے۔

3- ذکر نفی اثبات:- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا--- "لاَ" کو قوت خیال ناف سے اٹھا کر دماغ پر لے جائیں اور "اَلٰہَ" کو دماغ سے سیدھے مونڈھے پر لائیں اور "اِلّا اللہ" کو سیدھے مونڈھے پر سے قلب پر ضرب لگائیں اگر حبس دم کے ساتھ کریں تو فائدہ جلد ہوگا لیکن یہ شرط نہیں۔

سلسلہ چشتیہ میں مرید کرنے کا آسان طریقہ:- اول مرید کو دو رکعت نماز توبہ الاستقامت پڑھانا ہے۔

دونوں رکعت میں الحمد شریف کے بعد سورہ اخلاص تین تین بامعہ بسم اللہ شریف کے بعد سلام ایمان مجمل اور ایمان مفصل ایک بار۔

پھر دین پر استقامت اور دین حق کو پھیلانے کی پوری کوشش کرنے کا اقرار کرانا ہے۔پھر تمام ترفرائض، سنت، واجبات، مستحب اور نوافل عبادت کی پوری پوری ادائیگی کا اقرار کرے۔پھر دعا کی جائے۔پیر اور مرید دونوں دعا کریں۔پھر مرید مٹھائی پر، کسی بھی میٹھی چیز پر نیاز لگا کر سب سے پہلے نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ)، تمام اہل بیتؓ اور انبیاء کرامؑ، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، آئمہ کرامؒ، اولیاء کرامؒ علماء کرامؒ خاص طور پر نبی کے وسیلے سے حضرت علیؓ اور غوث اعظمؒ کو پھر سلسلہ چشتیہ کے تمام بزرگوار کو۔۔۔اس کے بعد کل مومنین اور مومنات جو قیامت تک ہونے والے ہیں ان کی بخشش کی دعا کریں اور خاص طور پر اپنے مرشد کے لئے دعا کریں اور اللہ تعالی سے دین و دنیا کی عافیت مانگی جائے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

(حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ولادت مبارک)

حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے 530 ہجری میں اس جہان کو زینت بخشی۔

نام نامی:- آپؒ کا پورا نام معین الدین رکھا گیا بعض تذکرہ نویسوں نے آپ کا پورا نام معین الدین حسن لکھا ہے آپؒ کے والدین پیار سے آپؒ کو حسن کہہ کر پکارتے تھے، حضرت خواجہ غریب نوازؒ اصفہان میں پیدا ہوئے۔آپؒ کی پرورش سنجان میں ہوئی جو سنجر کے نام سے مشہور ہے، اس زمانے میں اصفہان کے ایک محلے کا نام سنجر تھا اسی محلے میں خواجہ غریب نواز کی بود و باش تھی۔

خطابات:- ہند النبی، عطائے رسول، خواجہ اجمیریؒ، خواجہ بزرگؒ، غریب نوازؒ، سلطان الہند نائب رسول خاتم النبیین ﷺ فی الہند۔

القاب:- خاص خاص القاب جن سے آپ کو پکارا جاتا ہے حسبِ ذیل ہیں----- راہنمائے کاملین، سید العابدین، تاج العاشقین، برہان الواصلیں، آفتاب جہاں، پناہ بے کساں، دلیل العارفین، مخزن معرفت، سلطان العارفین، قطب رواں، وارث الانبیاء والمرسلین، امام شریعت وطریقت، مقتدائے ارباب دین

والد ماجد:- حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے والد ماجد کا نام خواجہ غیاث الدینؒ تھا۔آپ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہیں۔آپ نے علم وفضل میں درجہ کمال حاصل کیا۔ آپ نے صرف علم ظاہر پر اکتفا نہ کیا، بلکہ علمِ باطنی بھی حاصل کیا۔آپ کا شمار مشائخِ کبار میں ہوتا ہے۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے دولتِ دنیا سے بھی نوازا تھا۔

والدہ ماجدہ:- آپ کی والدہ کا نام بی بی امّ الورع تھا۔جبکہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی والدہ کا نام ماہ نور تھا۔آپ کی والدہ ماجدہ کے والد کا نام داؤد بن عبداللہ الحنبلی ہے۔حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے دو حقیقی بھائی تھے۔

غوث پاکؒ سے رشتہ داری:- حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ المعروف غوث پاکؒ اور غوث الاعظمؒ اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ آپس میں قریبی رشتہ دار ہیں۔حضرت غوث پاکؒ عبداللہ الحنبلی کے پوتے ہیں اور خواجہ غریب نواز کی والدہ محترمہ عبداللہ الحنبلی کی پوتی ہیں۔ان دونوں کے والد حقیقی بھائی تھے۔اس سے ظاہر ہوا کہ خواجہ غریب نوازؒ کی والدہ ماجدہ حضرت غوث پاکؒ کی چچازاد بہن ہیں۔پس حضرت غوث پاکؒ اس رشتے کی رو سے خواجہ غریب نوازؒ کے ماموں ہوتے ہیں۔خواجہ غریب نوازؒ اور غوث پاکؒ آپس میں خالہ زاد بھائی بھی تھے۔پس غوث پاکؒ خواجہ غریب نوازؒ کے ماموں بھی تھے اور خالہ زاد بھائی بھی۔

تربیت وابتدائی تعلیم:- آپؒ کی پرورش خراساں میں ہوئی۔آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔آپ کے والد ماجد خود ایک بہت بڑے عالم تھے۔گھر پر آپ نے انہیں سے تعلیم حاصل کی نُو سال کی عمر میں آپ نے قرآن حفظ کیا۔بعد ازاں سنجر کے ایک مکتب میں آپ کا داخلہ ہوا، وہاں پر آپ نے تفسیر، حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی تھوڑے ہی عرصے میں آپ نے کافی علم حاصل کر لیا، ابھی آپ کی عمر پندرہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ کے والد ماجد نے وفات پائی یہ واقعہ ماہ شعبان 544ھ کا ہے والد کے ترکہ میں سے خواجہ غریب نواز کے حصہ میں ایک باغ اور ایک پن چکی آئی، باغ اور پن چکی کی آمدنی سے خواجہ غریب نواز اپنی گزر بسر فرماتے تھے۔

تلاشِ حق:- خواجہ غریب نوازؒ نے قرآن پاک کے فرمان ''سیرُ وا فی الارضِ'' پر عمل کرتے ہوئے مسافرت اختیار کی۔سب سے پہلے خراساں میں رونق افروز ہوئے بعد ازاں سمرقند و بخارا تشریف لے گئے۔سمرقند و بخارا میں علوم ظاہری کی تکمیل میں مشغول رہے۔اُس زمانے میں بغداد، سمرقند اور بخارا اسلامی علوم وفنون کے مراکز تھے۔آپؒ نے یہ زمانہ تعلیم حاصل کرنے میں گزارا۔مولانا حسام الدین بخاریؒ اور مولانا شرف الدین صاحبؒ جیسی جلیل القدر ہستیوں اور مشہور عالموں سے خواجہ غریب نوازؒ نے علم حاصل کیا۔سمرقند اور بخارا سے آپ بغداد تشریف لے گئے۔عراق سے عرب اور پھر ہارون پہنچے بعد ازاں بغداد میں رونق افروز ہوئے۔

حضرت غوث پاکؒ سے ملاقات:- خواجہ غریب نوازؒ نے 550ھ بمطابق 1155ء میں بغداد میں جناب غوث پاکؒ سے پہلی ملاقات فرمائی، غوث پاکؒ نے خواجہ غریب نوازؒ کو دیکھ کر فرمایا ''یہ مرد مقتدائے روزگار ہے بہت سے لوگ اس سے منزل مقصود کو پہنچیں گے'' گفتگو کے دوران خواجہ صاحب نے ہندوستان کے سفر کا ارادہ ظاہر کیا، یہ سن کر غوث پاکؒ نے خواجہ غریب نوازؒ سے فرمایا ''اے معین الدین سرحد ہند پر ایک شیر بیٹھا ہے اس سے ڈرنا'' غوث پاکؒ کا یہ کنایہ حضرت شیخ علی ہجویری کی طرف تھا جو داتا گنج بخش کے لقب سے مشہور ہیں جن کا مزار لاہور میں ہے۔

سفرِ مبارک۔ سفرِ حرمین۔ سفرِ شام۔ سفرِ کرمان:- بغداد سے آپؒ سفرِ حرمین شریفین پر روانہ ہوئے یہ سفر آپ نے 551ھ بمطابق 1156ء میں کیا۔

ہارون: پھر آپ 552ھ میں ہارون پہنچے ہارون میں آپؒ نے حضرت خواجہ عثمانؒ سے بیعت سلسلہ کی۔

بغداد: ہارون میں ڈھائی سال اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ عثمانؒ کی خدمت میں رہ کر آپ 555ھ بمطابق 1160ء میں بغداد میں رونق افروز ہوئے یہاں آپ نے شیخ ضیاء الدین ابونجیب عبدالقادر سہروردیؒ سے جو شیخ شہاب الدین سہروردی کے پیرومرشد ہیں ملاقات کی۔

سفرِ شام: بغداد شریف میں چندروز قیام فرمانے کے بعد آپ نے شام کی طرف کوچ کیا۔

کرمان: خواجہ غریب نوازؒ نے 556ھ میں کرمان کی طرف رُخ کیا اس وقت کرمان کا فرماں رواں سلطان محی الدین طغرل تھا۔

خواجہ غریب نوازؒ 557ھ میں جب آپ کی عمر مبارک ستائیس سال کی تھی بغداد میں قیام پذیر ہوئے۔ بغداد سے روانہ ہوکر آپ ہمدان پہنچے، ہمدان سے تبریز تشریف لے گئے۔ تبریز میں آپ حضرت ابوسعید تبریزیؒ سے ملے۔ جو شیخ جلال الدین تبریزیؒ کے پیر ہیں تبریز سے آپ استرآباد تشریف لے گئے وہاں آپ شیخ ناصر الدینؒ استرآبادی سے ملے۔ بعدازاں بخارا کو زینت بخشی۔

اس کے بعد خواجہ غریب نواز خرقان پہنچے خرقان میں آپ نے حضرت شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کے مزار پُرانوار سے فیوض و برکات حاصل کئے۔ خرقان سے سمرقند تشریف لے گئے۔ بعدازاں میمنہ پہنچے وہاں خواجہ ابوالسعید ابوالخیرؒ کے مزار پُرانوار سے فیوض و برکات باطنی حاصل کئے۔ پھر ہرات پہنچے، ہرات میں آپ نے مجاہدات و ریاضات میں وقت گزارا۔ حضرت شیخ عبداللہ انصاریؒ کے مزار پر رہ کر آپ نے فیوض و برکات حاصل کئے۔ کبھی کبھی ساری رات مزار کے عقب میں جاگ کر گزار دیتے۔ آپ بتاریخ دس محرم 561ھ بمطابق 11 نومبر 1165ء میں ملتان تشریف لائے۔ ملتان سے لاہور رونق افروز ہوئے۔ لاہور میں حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر اعتکاف فرمایا آپ کا حجرہ جس میں آپ نے اعتکاف فرمایا تھا آج بھی مرجع عام و خاص ہے۔ مزار سے چلتے وقت آپ نے حسب ذیل تاریخی شعر پڑھا تھا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

چندروز لاہور رہنے کے بعد آپ واپس بغداد کو چلے گئے آپ کا شجرہ بیعت پندرہ واسطوں سے امام اولیاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے خواجہ غریب نواز بغداد پہنچ کر پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت تقرب یا بیعت ثانی سے مشرف ہوئے۔ اس بیعت کی تفصیل حضرت خواجہ غریب نوازؒ خود اس طرح فرماتے ہیں ''مسلمانوں کا یہ دعا گو معین الدین حسن سنجری بمقام بغداد شریف خواجہ جنیدؒ کی مسجد میں دولت پابوسی حضرت خواجہ عثمانؒ ہارونی قدس سرہ سے مشرف ہوا اس وقت مشائخ کبار حاضر خدمت اقدس تھے۔ جب اس دوریش نے سر نیاز زمین پر رکھا''

پیرومرشد نے ارشاد فرمایا: ''دو رکعت نماز ادا کر، میں نے ادا کی، پھر فرمایا قبلہ رُو بیٹھ، میں بیٹھ گیا حکم دیا کہ سورہ بقرہ پڑھ میں نے پڑھی۔ فرمان ہوا اکیس بار درود شریف پڑھ، میں نے پڑھا پھر آپ کھڑے ہوگئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف منہ کیا اور فرمایا: آ! تاکہ تجھے خدا تک پہنچادوں، بعدازاں مقراض لے کر دعا گو کے سر پر چلائی اور کلاہ چہارترکی اس درویش کے سر پر رکھی پھر ارشاد فرمایا: بیٹھ جاؤ، میں بیٹھ گیا، فرمایا ہمارے خانوادے میں ایک شبانہ کے مجاہدے کا معمول ہے تو آج رات مشغول رہ۔ یہ درویش بحکمِ محترم مشغول رہا، دوسرے دن جب حاضرِ خدمت ہوا۔ ارشاد فرمایا اور ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ، میں نے پڑھی فرمایا آسمان کی طرف دیکھ، میں نے دیکھا پوچھا کہاں تک دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا عرشِ اعظم تک، فرمایا زمین کی طرف دیکھ، میں نے دیکھا دریافت فرمایا کہاں تک دیکھتا ہے؟ عرض کیا کہ تحت الثریٰ تک۔ فرمایا پھر ہزار بار سورہ اخلاص پڑھ، میں نے پڑھی فرمایا پھر آسمان کی طرف دیکھ، میں نے دیکھا، فرمایا اچھا اب کہاں تک دیکھتا ہے؟ عرض کیا ''حجابِ عظمت تک'' فرمایا آنکھیں بند کر، میں نے بند کرلیں پھر فرمایا کھول، میں نے آنکھیں کھول دیں پھر مجھے اپنی انگلیاں دکھاتے ہوئے پوچھا کیا دیکھتا ہے؟ میں نے عرض کیا ''ہزار عالم'' دیکھتا ہوں۔ بعدازاں سامنے رکھی ہوئی ایک اینٹ اُٹھانے کے لیے فرمایا۔ میں نے اُٹھائی تو مٹھی بھر دینار برآمد ہوئے۔ فرمایا ان کو لے جا کر فقراء میں تقسیم کردے، میں نے حکم کی تعمیل کی بعدازاں حاضر خدمت ہوا تو ارشاد فرمایا چندروز ہماری صحبت میں رہو، میں نے عرض کیا تابع فرماں ہوں''۔ اور پھر خواجہ غریب نوازؒ کو سجادہ نشین اور اپنا جانشین بنایا۔ پھر حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنے پیرومرشد سے بغداد میں رخصت ہوئے، اس وقت خواجہ غریب نوازؒ کی عمر باون سال تھی۔

قطب الدین بختیار کاکیؒ کا مرید ہونا: (582ھ 1186ء):- حضرت خواجہ قطب الدین بختیارؒ کاکی شیخ محمود اصفہانی سے بیعت اعتقاد رکھتے تھے اور اُن سے

بیعت ہونا چاہتے تھے لیکن قدرت کو یہ بات منظور نہ تھی۔ انہی ایام میں خواجہ غریب نوازؒ اصفہان پہنچے، بختیار کا کی صاحب خواجہ غریب نوازؒ سے ملے۔ خواجہ صاحب غریب نوازؒ اس وقت دوتائی اوڑھے ہوئے تھے خواجہ غریب نوازؒ نے وہ دوتائی قطب صاحب کو دے دی اس سے مطلب یہ ہوا کہ خواجہ غریب نوازؒ نے قطب الدین بختیار کا کی کو مریدی کے شرف سے نوازا۔ خواجہ بختیار کا کی اس کے بعد ہمیشہ سفر میں یا قیام میں خواجہ غریب نوازؒ کے ساتھ رہنے لگے۔

زیارت حرمین :(1187ء بمطابق 583ھ):- خواجہ غریب نوازؒ مع قطب بختیار کا کیؒ صاحب 583ھ میں مکہ معظّمہ پہنچے کعبہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ طواف کعبہ کرتے اور عبادت میں مشغول رہتے۔ ایک دن خواجہ صاحب حرم کعبہ میں یادِ الٰہی میں مستغرق تھے آپ نے غیب سے ایک آواز سنی۔ ''اے معین الدین ہم تجھ سے خوش ہیں تجھے بخش دیا جو کچھ چاہے مانگ تا کہ تجھے عطا کریں'' خواجہ صاحب نے بعد عجز و نیاز عرض کیا خداوند معین الدین کے مریدان سلسلہ کو بھی بخش دے، ندا آئی ''اے معین الدین تو ہماری مِلک ہے جو تیرے مرید تیرے سلسلہ میں تا قیامت مرید ہونگے انہیں بخش دوں گا'' آپؒ نے مکہ میں قیام کیا حج کا فریضہ ادا کیا اور پھر مدینہ منورہ میں عبادات میں مشغول ہوئے۔ مسجد قباء میں آپؒ عبادت کرتے اور عشق الٰہی میں سرشار رہتے۔ اسی طرح وقت گزرتا گیا آخر کار وہ خوش ساعت آ پہنچی کہ جب آپ کو دربار رسالت خاتم النبیین ﷺ سے نوازا گیا۔ آپ کو وہ مژدہ ملا کہ جس سے آپ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ آپؒ کو دربار رسالت خاتم النبیین ﷺ سے بشارت ہوئی کہ ''اے معین الدین تو میرے دین کا معین ہے میں نے ولایت ہندوستان تجھ کو عطا کی وہاں کفر وظلمت پھیلی ہوئی ہے۔ تو اجمیر جا۔ تیرے وجود سے ظلمت کفر دور ہوگی اور اسلام رونق پذیر ہوگا''۔ دربار رسالت خاتم النبیین ﷺ کی اس بشارت سے خواجہ غریب نوازؒ پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی آپؒ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ مگر ایک بات آپ کو سمجھ نہ آئی کہ اجمیر کہاں واقع ہے؟ کس ملک میں ہے یا کونسی جگہ ہے؟ کیسا مقام ہے؟ مدینہ سے کتنا دور ہے ان ہی خیالات میں گم خواجہ صاحب کی آنکھ لگ گئی۔ آپ سرور کائنات حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے خواجہ صاحب کو اجمیر کا تمام شہر، قلعہ و کوہستان دکھایا۔ سرور کائنات　خاتم النبیین ﷺ نے خواجہ صاحب کو جنت کا ایک انار عطا فرمایا اور آپ کو رخصت فرمایا۔ دربار رسالت خاتم النبیین ﷺ سے حکم پا کر خواجہ صاحب 1189ء میں مدینہ منورہ سے بغداد شریف پہنچے اور وہاں کچھ دن قیام فرمایا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے حضرت خواجہ بختیار کا کیؒ کو 385ھ میں خواجہ ابواللیث سمر قندیؒ کی مسجد میں بیعت خلافت سے مشرف فرمایا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ صاحب مع قطب صاحب کے ہرات میں اقامت پزیر ہوئے۔

حضرت خواجہ غریب نوازؒ پہلی بار اجمیر شریف میں 1190ء بمطابق 586ھ میں جلوہ افروز ہوئے۔ اس وقت راجہ پرتھوی راج اجمیر کا فرماں رواں تھا۔ جب خواجہ غریب نوازؒ مع اپنے ساتھیوں کے اجمیر پہنچے تو آپ نے ایک مقام پر قیام فرمانا چاہا یہاں درختوں کا سایہ تھا۔ یہ مقام شہر سے باہر تھا۔ لیکن راجہ پرتھوی راج کے ملازمین نے آپ کو وہاں ٹھہرنے نہ دیا۔ انہوں نے خواجہ غریب نوازؒ سے کہا کہ آپ یہاں نہیں بیٹھ سکتے۔ یہاں راجہ کے اونٹ بیٹھتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے کہا اچھا ''اونٹ بیٹھتے ہیں تو بیٹھیں'' یہ کہتے ہوئے آپ کھڑے ہو گئے اور وہاں سے روانہ ہو کر آپ نے اناساگر کے کنارے جہاں آپ کی چلہ گاہ واقع ہے قیام فرمایا۔ اونٹ حسب معمول جگہ پر آئے اور بیٹھ گئے لیکن وہ ایسے بیٹھے کہ اُٹھانے سے بھی نہ اُٹھے۔ ساربان سخت پریشان ہوئے۔ انہوں نے اس پورے واقعے کی اطلاع راجہ پرتھوی راج کو کرائی۔ راجہ کو بہت حیرت ہوئی بحر حال اس نے تمام ساربانوں کو حکم دیا کہ وہ اس فقیر سے معافی مانگیں۔ ساربان خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معافی کے خواستگار ہوئے۔ خواجہ صاحب نے از راہِ شفقت ساربانوں کو معاف کرتے ہوئے کہا ''اچھا جاؤ اونٹ کھڑے ہو گئے'' ساربان خوشی خوشی واپس آئے ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا تمام اونٹ کھڑے تھے۔

سادھورام اور اجے پال مسلمان ہو گئے :- خواجہ غریب نوازؒ سے بے شمار کرامتوں کا ظہور دیکھ کر سادھورام نے خواجہ غریب نوازؒ کے دست حق پر اسلام قبول کر لیا۔ ان کا اسلامی نام سعدی رکھا گیا۔ سادھورام سارے پجاریوں کا سردار تھا۔ اجے پال جو ایک جوگی تھا اور صاحب استعداد تھا وہ بھی خواجہ غریب نوازؒ کی روحانی طاقت سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ اس کا اسلامی نام عبداللہ رکھا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ عبداللہ زندہ ہیں اور بھولے بھٹکوں کو راستہ بتاتے ہیں۔ خواجہ غریب نوازؒ اب تک اناساگر کے کنارے ٹھہرے ہوئے تھے۔ سادھورام اور اجے پال نے مسلمان ہونے کے بعد خواجہ صاحبؒ کی خدمت میں عرض کیا "حضور بستی میں قیام فرمائیں تا کہ مخلوق آپ کے قدموں کی برکت سے مستفید ہو"۔ خواجہ صاحب نے یہ درخواست منظور کر لی اور اس کے بعد لب جھالرہ آ کر قیام فرمایا یہ وہی جگہ ہے جہاں آج کل آپ کی یادگار ہے۔ قیام کے بعد جماعت خانہ، عبادت خانہ، مطبع خانہ قائم ہو گیا۔ پرتھوی راج اس کے درباریوں کو اور اس کے مقربین کو خواجہ غریب نوازؒ کا اجمیر میں قیام سخت ناگوار تھا۔ وہ سب چاہتے تھے کہ آپؒ اجمیر سے چلے جائیں۔ خواجہ صاحبؒ نے پرتھوی راج کو مسلمان ہونے کی دعوت دی تو اس نے قبول نہ کیا آپ کو سخت افسوس ہوا۔ آپ نے مراقبہ کیا اور بعد

ازاں فرمایا کہ "اگر یہ بدبخت ایمان نہ لایا تو میں اس کو اسلام کے لشکر کے حوالے زندہ گرفتار کرادوں گا"۔ایک مرتبہ پرتھوی راج کا ایک مسلمان ملازم خلوص دل سے شیخ معین الدین کی خدمت میں مرید ہونے کی نیت سے حاضر ہوا۔لیکن شیخ نے اسے مرید نہ کیا۔اُس نے پرتھوی راج سے جا کر کہا پرتھوی راج نے آپ سے دریافت فرمایا" آپ اسے مرید کیوں نہیں کرتے "خواجہ غریب نوازؒ نے اسے مرید نہ کرنے کی تین وجوہات کہلا بھیجیں۔"اول یہ کہ وہ شخص بہت زیادہ گناہگار تھا، دوم یہ کہ جو شخص دوسروں کے سامنے اپنا سر جھکائے وہ ہمارا مرید ہونے کے ہرگز قابل نہیں، سوم یہ کہ لوح محفوظ پر اس شخص کے لئے ایسا لکھا دیکھا ہے کہ وہ دنیا سے بے ایمان جائے گا" ۔آخر راجہ پرتھوی راج نے ایک روز خواجہ غریب نوازؒ کو کہلا بھیجا کہ وہ کل یعنی محرم 588ھ تک اجمیر سے چلیں جائیں۔خواجہ غریب نواز نے جواب میں راجہ پرتھوی کو کہلا بھیجا "ہم تو جاتے ہیں مگر تم کو نکالنے والا شہاب الدین غوری بھی عنقریب آتا ہے "اس کے بعد آپ نے اجمیر سے کوچ کیا۔

شہاب الدین غوری کو آپؒ کا مژدہ:- شہاب الدین غوری نے خراساں میں خواجہ غریب نوازؒ کو خواب میں دیکھا کہ خواجہ غریب نوازؒ اس کو تسلی دے رہے ہیں اور فرماتے ہیں ’’خدائے تعالیٰ نے ہندوستان کی سلطانی تجھے بخشی جلد اس طرف توجہ کرو اور پرتھوی راج کو زندہ گرفتار کرکے سزا دو‘‘۔اجمیر سے روانہ ہو کر خواجہ غریب نوازؒ اوش میں رونق افروز ہوئے۔شہاب الدین غوری نے راجہ پرتھوی راج کو پیغام بھیجا کہ اطاعت قبول کرلو ورنہ لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔پرتھوی راج کو اپنی کامیابی پر پورا یقین تھا۔راجہ پرتھوی راج کے ساتھ تین ہزار فوجی، تین سو گھڑ سوار اور بے شمار بیل تھے۔ڈیڑھ سو راجاؤں کی فوجیں شامل تھیں۔مسلمان شہاب الدین کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر تھا۔راجہ کو اپنی کامیابی پر پورا یقین تھا۔اس نے لشکر کی ترتیب پر دھیان نہ دیا۔ساری فوج نے بیک وقت حملہ کیا۔شہاب الدین نے عقلمندی کی اور ساری فوج کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا۔اور ہر حصے کا سپہ سالار مقرر کر دیا اور ہر ایک کو باری باری لڑنے کا حکم دیا۔راجا پرتھوی راج کی فوج نے شہاب الدین غوری کی فوج کے چھکے چھڑا دیئے۔گمسان کی لڑائی شروع تھی۔اب شہاب الدین نے تازہ دم دستہ میدان کی طرف بھیجا۔راجہ کی فوج دو پہر تک لڑتے لڑتے تھک گئی تھی۔تازہ دم دستے کا مقابلہ نہ کر سکی اور فوج میں ہلچل مچ گئی۔ابھی تھوڑا دن باقی تھا کہ شہاب الدین کی فوج غالب آ گئی۔راجہ پرتھوی راج نے بھاگنا چاہا لیکن دریائے سرسوتی کے کنارے گرفتار ہوا اور تہ تیغ کیا گیا۔

<u>شہاب الدین غریب نوازؒ کے قدموں میں:-</u> یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ جس وقت شہاب الدین غوری اجمیر میں داخل ہوا تو شام ہو چکی تھی مغرب کا وقت تھا۔اتنے میں اُس نے آذان کی آواز سُنی۔اذان کی آواز سُن کر اس کو سخت تعجب ہوا اس نے معلوم کیا کہ یہ آواز کہاں سے آرہی ہے؟ اُس کو بتایا گیا کہ ایک فقیر کچھ دنوں سے آئے ہوئے ہیں۔یہ آواز وہاں سے آرہی ہے۔شہاب الدین نے اُدھر کا راستہ لیا۔جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔حضرت خواجہ غریب نوازؒ امامت فرما رہے تھے۔شہاب الدین غوری جماعت میں شریک ہو گیا، نماز ختم ہو گئی یکا یک شہاب الدین کی نظر خواجہ غریب نوازؒ کے چہرے پر پڑی۔یہ دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جنہوں نے اُسے فتح و کامرانی کی بشارت دی تھی۔شہاب الدین آگے بڑھا اور خواجہ غریب نوازؒ کے قدموں میں گر پڑا، بہت دیر تک رُوتا رہا، جب رونے سے فارغ ہوا۔خواجہ غریب نواز کی خدمت میں با ادب بیٹھا اور خواجہ غریب نوازؒ سے درخواست کی کہ وہ اِس کو مریدی کا شرف بخشیں۔خواجہ صاحب نے ازراہِ شفقت اس کی درخواست منظور فرمائی اور اِس کو مریدی کے شرف سے نوازا۔کچھ دن اجمیر میں قیام کر کے شہاب الدین غوری دہلی آیا۔دہلی کے حاکم نے تحائف پیش کیئے شہاب الدین ،قطب الدین ایبک کو دہلی میں اپنا نائب مقرر کر کے ہندوستان سے چلا گیا۔خواجہ غریب نوازؒ کو اپنے پیرومرشد کی مفارقت گوارہ نہ تھی۔خواجہ غریب نوازؒ 598ھ میں اجمیر سے بغداد کے لئے روانہ ہوئے۔پھر ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے بغداد سے روانہ ہو کر آپ بلخ میں رونق افروز ہوئے۔یہاں آپ نے احمد فقریہ کی خانقاہ میں قیام کیا۔بلخ سے روانہ ہو کر آپ غزنین پہنچے، غزنین سے لاہور اور لاہور سے دہلی اور دہلی سے پھر اجمیر شریف تیسری بار تشریف لائے۔خواجہ غریب نوازؒ جب خراساں سے ہندوستان تشریف لائے اُس وقت خواجہ بختیار کا کیؒ بغداد میں مقیم تھے۔آپ نے بھی خواجہ غریب نوازؒ کی قدم بوسی کے لئے ہندوستان کا سفر اختیار کیا، اور خواجہ غریب نوازؒ کی خدمت میں ایک عریضہ بھیجا جس میں آپ سے قدم بوسی کی خواہش ظاہر کی۔اور خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔خواجہ غریب نوازؒ نے اس درخواست کے جواب میں قطب صاحب کو لکھا ’’دہلی کا کارولایت تمہارے سپرد ہے تم وہیں رہو ہم کچھ دن بعد خود دہلی آئیں گے‘‘ اس جواب کے کچھ دن بعد خواجہ غریب نوازؒ اجمیر سے دہلی میں رونق افروز ہوئے۔خواجہ صاحب نے اپنے قیام دہلی میں اپنے عرفان کی دولت جی بھر کے لٹائی۔بختیار کا کیؒ کے حصہ میں گراں قدر مایہ نعمت آئی۔ہر شخص اپنی قابلیت اور استطاعت کے مطابق آپ سے فیض یاب ہوا، جب سب فیض پا چکے اور خواجہ غریب نوازؒ کی روانگی کا وقت آیا تو آپ نے خود ہی خواجہ قطب الدینؒ سے دریافت فرمایا ’’تمہارے مریدوں میں سے کیا کوئی نعمت پانے سے رہ گیا ہے‘‘؟ خواجہ قطب صاحب نے عرض کیا مسعودی (بابا فرید گنج شکرؒ) رہ گیا ہے۔وہ چلّہ میں بیٹھا

ہوا ہے۔ یہ سن کر خواجہ غریب نوازؒ اُٹھ کھڑے ہوئے اور قطب صاحبؒ سے مخاطب ہو کر فرمایا ''آؤ اسے دیکھیں'' دونوں حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے چلّے پر گئے۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ بابا صاحب بیٹھے ہوئے ہیں آپ اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ تعظیم کے واسطے کھڑے تک نہ ہو سکے اپنا سر نیاز زمین پر رکھ دیا۔ بابا فرید گنج شکر کا یہ حال دیکھ کر خواجہ غریب نوازؒ نے خواجہ قطب الدینؒ سے فرمایا ''اے قطب کب تک اس بیچارے کو مجاہدہ میں گُھلاؤ گے آؤ اسے کچھ عطا کریں'' یہ کہہ کر خواجہ غریب نوازؒ نے بابا فرید گنج شکر کا دایاں ہاتھ پکڑا اور قطب صاحبؒ نے بایاں بازو پکڑا، اس طرح ان دو حضرات نے بابا کو کھڑا کیا۔ پھر خواجہ غریب نوازؒ نے آسمان کی طرف منہ کر کے بارگاہ ایزدی میں بابا صاحب کے واسطے دعا فرمائی اور عرض کیا ''خدایا ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویش کے مرتبہ کو پہنچا'' غیب سے ندا آئی ''ہم نے فرید کو قبول کیا'' یہ الفاظ سن کر بابا صاحب کی حالت میں تبدیلی آئی۔ خواجہ غریب نوازؒ نے بابا فریدؒ کو خلعت عطا فرما کر سرفراز فرمایا۔ بختیار کاکیؒ صاحب نے بابا فریدؒ کو دستار و شال و خلافت کے دیگر لوازمات عطا فرمائے۔ خواجہ غریب نوازؒ نے بابا صاحب کے متعلق پیشن گوئی فرمائی اور قطب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا ''قطب بڑے شہباز کو دام میں لائے ہو اس کا آشیانہ سدرۃ المنتہیٰ میں ہوگا'' اس زمانے میں حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ دہلی تشریف لائے اور خواجہ غریب نوازؒ کو قدم بوس ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ آپ نے یہاں پر تین سال تک قیام فرمایا۔ تین سال کے بعد حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ نے دہلی سے کوچ فرمایا۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے چشم پُرنم آپ کو خدا حافظ کہا۔ خواجہ غریب نوازؒ نے سلطان شمس الدین التمش کو ''گنج اسرار'' کے رموز کی تعلیم دینے کی غرض سے دہلی میں کچھ مدت تک اور قیام فرمایا، اور پھر دہلی سے اجمیر واپس تشریف لے گئے۔ اور پھر اجمیر میں مستقل سکونت اختیار کی۔

پسماندگان:- آپ کی پہلی شادی بی بی اُمۃ اللہ سے ہوئی ان سے تین بچّے ہوئے۔

1. **خواجہ فخر الدین ابوالخیرؒ:**- آپ نے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کیا کمالات صوری و معنوی سے آراستہ ہوئے آپ کا مزار واقع سرداڑ شریف میں ہے۔
2. **خواجہ حسام الدین ابوصالحؒ:**- آپ خواجہ صاحب کے دوسرے صاحبزادے ہیں آپ ابدالوں کی صحبت میں شامل ہو گئے۔
3. **بی بی حافظہ جمال:**- آپ خواجہ صاحب کی اکلوتی صاحبزادی ہیں آپ کا مزار مبارک اپنے والد حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے پائیں میں واقع ہے

حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی دوسری شادی بی بی عصمت اللہ سے ہوئی ان کے بطن سے خواجہ ضیاء الدین ابوسعید پیدا ہوئے۔

4. **خواجہ ضیاء الدین ابوسعید:**- آپ خواجہ غریب نوازؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں آپ کی عمر پچاس سال کی ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک اپنے والد کی درسگاہ میں لب جھالرہ سایہ گھاٹ پر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

وفات شریف:- حضرت خواجہ غریب نوازؒ زندگی میں موت کو عزیز رکھتے تھے۔ آپ کی آخری مجلس سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ آپؒ اپنی وفات سے آگاہ تھے۔ خواجہ قطب الدینؒ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ''جمعرات کا دن تھا اور یہی آخری صحبت تھی اجمیر کی جامع مسجد میں قدم بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ اہل اللہ، معززین، اور عقیدت مند بھی موجود تھے۔ ملک الموت پر بات چلی ارشاد ہوا کہ ملک الموت کے بغیر دنیا کی کیا قیمت؟ لوگوں نے دریافت کیا کہ ایسا کیوں؟ ارشاد ہوا کہ حدیث مبارکہ میں تحریر ہے کہ ''موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتی ہے'' اس موقع پر بھی ارشاد ہوا کہ دوستی حق کے معنی یہ ہیں کہ دل سے یاد کیا جائے اس نے دل پیدا کئے ہیں لہٰذا دل کے گرد طواف کیا جائے۔ کیونکہ محبت الٰہی کا دستور یہی ہے کہ اللہ رب العزت اپنے بندے سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ ''جس وقت میرا ذکر تجھ پر غالب ہو جاتا ہے تو میں تیرا عاشق ہو جاتا ہوں'' اور عشق سے مراد محبت ہے۔ اسی نشست میں فرمایا ''اللہ والے آفتاب کی مانند ہیں ان کا نور تمام کائنات کو منور رکھتا ہے اور انہی کی ضیا پاشیوں سے ہستی کا ذرہ ذرہ جگمگا رہا ہے'' حضرت خواجہ یہ فرما کر رونے لگے اور فرمایا کہ ''اس سرزمین پر جو مجھے پہنچایا گیا ہے تو اس کا سبب یہی ہے کہ یہیں میری قبر بنے چند روز باقی ہیں پھر سفر درپیش ہے'' شیخ علی سنجری حاضر تھے ان کو حکم دیا کہ فرمان لکھا جائے اور ہمارے شیخ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو دیا جائے تاکہ وہ دہلی جائیں۔ ہم ان کو خلافت دیتے ہیں اور دہلی ان کے قیام کے لئے تجویز کرتے ہیں۔ پھر جب تحریر مکمل ہوگئی تو مجھے مرحمت فرمائی۔ میں آداب بجالایا۔ حکم ہوا قریب آ۔ میں اور نزدیک ہو گیا۔ کُلاہ اور دستار مبارک اپنے دستِ مبارک سے میرے سر پہ بہ نفس نفیس رکھا۔ پھر حضرت عثمان ہارونیؒ کا عصا مبارک اور خرقہ عطا فرمایا۔ قرآن مجید اور اپنی خاص جائے نماز بھی عطا فرمائی۔ ارشاد فرمایا ''یہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی مقدس امانت ہے جو خواجگان چشت کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔ میں تم کو یہ مقدس امانت سونپ رہا ہوں۔ تم کو لازم ہے کہ جس طرح ان تمام چیزوں کو پوری ذمہ داری کے احساس کے ساتھ ہم نے رکھا ہے تم بھی اسی طرح رکھو گے تاکہ کل قیامت کے دن مجھے خواجگان کے سامنے شرمندگی نہ اُٹھانی پڑے۔ پھر ارشاد فرمایا جاؤ خدا کے سپرد کیا اور مقام عزت و بزرگی پہ فائز کیا، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ چار باتیں بڑی خوبی کی ہیں ایک تو ایسی درویشی

جس سے تونگری جھلکے دوسرے بھوکوں کا پیٹ بھرنا، تیسرا حالت غم میں اظہار مسرت۔ چوتھے اس درجے کی مردمی کہ اگر کوئی دشمنی سے پیش آئے تو جواب میں دوستی کا مظاہرہ کرے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اہل محبت کا مقام یہ ہے کہ اگر کوئی نماز شبانہ کے متعلق دریافت کرے تو از راہ عاجزی یہ کہہ دے کہ اتنی فراغت ہی کہاں ہے؟'' میں تو ملک الموت کے گرد گھومتا ہوں جہاں کہیں اسے دشواری پیش آئے تو میں خود ہی بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لوں'' حضرت خواجہ یہاں تک پہنچے تو میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ قدم بوس ہو کر روانگی کی اجازت چاہوں کہ حضور کے قلب روشن پر میری بات واضح ہوگئی۔ آپ نے فرمایا آؤ'' میں آگے بڑھا قدم بوس ہوا، حضرت خواجہؒ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا آزردہ نہ ہو اور مردانہ ہمت کے ساتھ رہو میں پھر آداب بجالایا اور واپسی کے لئے مڑ گیا۔ دہلی پہنچ کر میں نے وہیں سکونت اختیار کی تمام شہر کے عوام وخاص، صوفیہ، آئمہ اکرامؒ سب ہی میرے پاس تشریف لائے اور تعظیم وتکریم کی۔ ابھی چالیس دن ہی دہلی میں گزرے تھے کہ آنے والے نے خبر دی کہ میری روانگی کے بیس روز بعد ہی خواجہ صاحبؒ واصل حق ہوگئے تھے ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' خبر سننے کے بعد اس رات کو میں مصلے پر ہی نماز پڑھ کر لیٹ گیا میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواجہ غریب نوازؒ پیر ومرشد کو دیکھا یہ سمجھو کہ گویا زمین عرش پر کھڑے تھے میں نے قدم بوس ہو کر کیفیت حال دریافت کی۔'' ارشاد ہوا خداوند تعالیٰ نے رحمت خاص سے نوازا ہے اور فرشتوں اور ساکنان عرش کے نزدیک جگہ دی ہے میں یہیں رہتا ہوں'' جس رات خواجہ غریب نواز کا وصال ہوا، چند اولیاء اکرامؒ نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور خاتم النبیین ﷺ فرماتے ہیں کہ ''معین الدین حق تعالیٰ کا دوست ہے، ہم آج اس کے استقبال کے لئے آئے ہیں'' 16 رجب 627ھ بمطابق 21 مئی 1229ء دوشنبہ کے دن عشاء کی نماز کے بعد خواجہ غریب نوازؒ نے اپنے حجرے کا دروازہ بند کر لیا۔ کسی کو بھی حجرے کے اندر آنے کی اجازت نہ تھی۔ حجرے کے باہر خدام حاضر تھے۔ رات بھر ان کے کانوں میں صدائے وجد آتی رہی، رات کے آخری حصّہ میں وہ آواز بند ہوگئی۔ صبح کی نماز کا وقت آیا۔ لیکن دروازہ نہ کھلا۔ خدام کو تشویش ہوئی آخر کار دروازہ توڑا گیا، لوگ اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ خواجہ غریب نوازؒ رحمت حق میں پیوست ہو چکے ہیں۔ آپ کی جبین مبارک پر بخط قدرت یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔　''هٰذَا حَبِیْبُ اللّٰهِ مَاتَ فِیْ حُبِّ اللّٰه''　　ترجمہ: ''یہ اللہ کا حبیب تھا اور اللہ کی محبت میں انتقال کیا''۔

یہ الفاظ خواجہ غریب نواز کی بارگاہ الٰہی میں محبوبیت کی گواہی دیتے ہیں۔ ''اناللہ وانا الیہ راجعون''

آپ کی وفات شریف ایک عظیم سانحہ تھی ہر شخص اشک بار تھا۔ آپ کی نماز جنازہ آپؒ کے بڑے صاحبزادے خواجہ فخر الدینؒ نے پڑھائی۔ جس حجرہ میں آپؒ نے انتقال فرمایا اُسی حجرہ میں آپؒ کو دفن کیا گیا۔ جیسا کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو جس حجرہ میں آپ خاتم النبیین ﷺ نے وصال فرمایا تھا اسی حجرہ میں دفن کیا گیا تھا۔ آپؒ کا مزار، مبارک صدیوں سے مرجع عام وخاص ہے۔ آپ کا عرس مبارک یکم رجب سے چھ رجب تک ہوتا ہے۔ سمع خانے میں محفل سمع چاند رات سے شروع ہوتی ہے چھ رجب کو دن میں قُل ہوتا ہے۔ نو رجب کو بڑا قُل ہوتا ہے۔ اس دن ساری درگاہ دھوئی جاتی ہے۔ عجیب سماں ہوتا ہے۔ عرس کے دوران میں لاکھوں خواجہ غریب نوازؒ کے پرستار معتقدین دور دراز سے مزار مبارک پر خواجہ غریب نوازؒ کے فیوض وبرکات حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی ان کے فیوض وبرکات سے روحانی طور پر فیض یاب کرے آمین ثمہ آمین۔

تم ابر کرم ، تم بحر سخا ، تم لطف نبی ﷺ ، تم فضل خدا
تم سب کے معین، اے گنج عطا، سلطان الہند غریب نوازؒ

خواجہ غریب نوازؒ کے اوراد وظائف

1۔ برائے زیارت رسول پاک خاتم النبیین ﷺ:۔ حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کے واسطے حضرت قطب الدین بختیار کا کیؒ کو حسب ذیل درود پاک ہر رات ایک ہزار بار پڑھنے کی تاکید کی۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ حَبِیْبِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِ عَلٰی اٰلِهٖ ۝

2۔ اسم اعظم:۔ خواجہ غریب نوازؒ کا ارشاد ہے کہ اسم اعظم یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھ لیا کریں۔

3۔ آسیب کو دور کرنے کے لئے:۔ خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔

4۔ حاجت پوری کرنے کے لئے (ہونے کے لئے):۔ خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص حسب ذیل دعا ہر فرض نماز کے بعد پڑھے گا اس کی ہر حاجت پوری ہوگی، یَا شَفِیْقُ یَا رَفِیْقُ نَحْنُ مِنْ کُلِّ یَقِیْن ۝

5۔ مرض سے نجات پانے کے لئے:۔ خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ کٓھٰیٰعٓصٓ، حٰمٓعٓسٓقٓ چینی کی طشتری پر لکھ کر مریض کو پلائیں یا تعویز لکھ کر گلے میں ڈالیں۔

6۔ ہر مشکل کے حل کے لئے:۔ سورۃ فاتحہ زیادہ پڑھنی چاہیۓ بسم اللہ الرحمن الرحیم اور میم کو الحمد کے لام سے ملا کر (یعنی ملحمد) پڑھیں اور تین بار آمین کہیں۔

7۔ پریشانی دور کرنے کے لئے:۔ خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ ہر روز سات مرتبہ سورۃ فتح کی آیت نمبر تین پڑھ کر اس کی مداومت کرنا مفید ہے۔

هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔عَزِیْزًا حَکِیْمًا۝

8۔ فتح کامران ہونے کے لئے:۔ خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللہِ۔۔۔۔۔۔ پڑھنا چاہیۓ۔

9۔ دوزخ سے نجات کے لئے:۔ خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ ذی الحجہ کے ایام عشرہ میں کثرت سے سورۃ فاتحہ پڑھنی چاہیۓ۔

10۔ نماز کی مقبولیت کے لئے:۔ خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد کلمہ توحید تین بار پڑھ لینے سے نماز کو درجہ مقبولیت حاصل ہو جائے گی۔

11۔ تجارت میں ترقی کے لئے یا کاروبار اور روزی کے لئے:۔ درود شریف حسب ذیل کثرت سے پڑھیں

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۝

12۔ دشمن پر غالب آنے کے لئے:۔ جب دشمن کے سامنے جائیں تو مندرجہ بالا اسم گرامی کا پڑھنا مفید ہے۔ یَاسُبُّوْحُ۔ یَاقُدُّوْسُ۔ یَاغَفُوْرُ۔ یَاوَدُوْدُ

13۔ آنکھوں کی روشنی کے واسطے:۔ خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ آنکھوں کی روشنی قائم رکھنے کے لیے ہر نماز کے بعد لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ پڑھے اور آنکھوں پر دم کرے پھر عَنَتِ الْوُجُوْهُ لِلْحَیِّ الْقَیُّوْمِ پڑھے اور دونوں انگوٹھوں پر دم کر کے انگوٹھوں کو آنکھوں سے ملیں۔

14۔ مصیبت سے خلاصی کے لئے:۔ خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں کہ مصیبت سے خلاصی کے لئے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔۔۔سورۃ آل عمران کا آخری رکوع پڑھ کے دعا کریں۔

آپ (خواجہ غریب نوازؒ) کی تعلیمات:۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی تعلیمات میں مندرجہ ذیل باتوں پر بہت زور دیا جاتا تھا:۔

1) اطاعت خداوندی 2) پاکیزگی اور طہارت 3) نماز 4) تلاوت قرآن پاک 5) پیر کی خدمت 6) قہقہ کی مذمت

7) رشد وہدایت کی ضرورت 8) قلب کی اصلاح 9) جھوٹی قسم کھانے کی مذمت 10) خدمت خلق 11) اتباع سنت

12) چار راستے: خواجہ غریب نوازؒ فرماتے ہیں اول راہِ شریعت ہے، دوم راہِ طریقت ہے، سوم راہِ معرفت ہے، چہارم راہِ حقیقت ہے۔ طالب جب ثابت قدم رہتا ہے تو ترقی کرتا ہوا مرتبہ حقیقت پر پہنچ جاتا ہے۔ اس مقام پر پہنچنے کے بعد جو کچھ مانگا جاتا ہے وہ حاصل ہو جاتا ہے۔

ختم خواجگان:۔ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ 1- سورہ فاتحہ ایک بار 2- سورہ الم نشرح ایک بار 3- سورہ اخلاص ایک بار

4- درود شریف ایک بار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اس کے بعد مندرجہ ذیل تسبیحات۔۔۔۔۔ ہر تسبیح سے پہلے بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنی ہے۔

i- اَللّٰھُمَّ یَامُجِیْبَ الدَّعَوَاتِ (100 بار)
ii- اَللّٰھُمَّ یَاقَاضِیَ الحَاجَاتِ (100 بار)
iii- اَللّٰھُمَّ یَاکَافِیَ المُھِمَّاتِ (100 بار)
iv- اَللّٰھُمَّ یَادَافِعَ البَلِیَّاتِ (100 بار)
v- اَللّٰھُمَّ یَامُسَبِّبَ الاَسبَابِ (100 بار)
vi- اَللّٰھُمَّ یَارَافِعَ الدَّرَجَاتِ (100 بار)
vii- اَللّٰھُمَّ یَاشَافِعَ الاَمرَاضِ (100 بار)
viii- اَللّٰھُمَّ یَاخَیرَ الرَّازِقِینَ (100 بار)
ix- اَللّٰھُمَّ یَاارحَمَ الرَّاحِمِینَ (100 بار)
x- اَللّٰھُمَّ اٰمِینَ (100 بار)

پھر ایک بار الحمد شریف، تین بار سورہ اخلاص، ایک مرتبہ درود شریف پڑھیں اور ثواب نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) کو پہنچا کر، حضرت علیؓ (ولادت-13 رجب)، حضرت زینبؓ (وصال-15 رجب)، حضرت امیر معاویہؓ (وصال-22 رجب)، حضرت امام جعفر صادقؓ (وصال-15 رجب)، حضرت امام باقرؒ (ولادت-1 رجب)، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (وصال-21 رجب)، حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام شافعیؒ (وصال-30 رجب)، حضرت امام مسلمؒ (وصال-25 رجب) کو بھی ایصال ثواب کریں- اور سلسلہ چشتیہ کے تمام بزرگان خاص طور پر حضرت غوث پاکؒ، حضرت معین الدین چشتیؒ (وصال-6 رجب)، اور تمام اولیاءکرامؒ اور جملہ مومنین ومومنات کو ایصال ثواب کریں-

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کیؒ

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی ''قطب آفاق ہیں''، شیخ علی الاطلاق ہیں، قطب المشائخ بلا تفاق ہیں۔ آپؒ خواجہ معین الدین کے دلبر ہیں (مرید) اور خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کے رہبر ہیں (مرشد)۔ آپ اپنے وطن کو چھوڑ کر ہندوستان آئے اور خواجہ غریب نواز کی خدمت اور صحبت کو اپنے لیے باعث برکت سمجھا۔ اس صحبت اور خدمت کا آپؒ کو یہ صلہ ملا کہ آپؒ کو خواجہ غریب نوازؒ کے جانشین خلیفہ اکبر اور سجادہ نشین ہونے کا فخر حاصل ہے۔ خواجہ غریب نوازؒ نے دہلی کی ولایت آپؒ کے سپرد فرمائی۔

قرابت داریاں:- حضرت خواجہ بختیار کا کیؒ سادات حسینی سے ہیں۔ سیدنا امام حسینؓ کی اولاد میں سے ہیں۔

ولادت شریف:- آپ اوش میں پیدا ہوئے۔ اوش فرغانہ کا ایک قصبہ ہے (توابع اندجان کا) آپؒ مادرزاد ولی تھے۔ آپؒ کا سن ولادت 569ھ ہے۔

نام نامی:- آپؒ کا اسم گرامی قطب الدین ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ آپؒ کا نام بختیار ہے۔ قطب الدین قدرت کا عطا کردہ خطاب ہے۔ دراصل آپؒ کے بختیار کہلانے کی وجہ یہ ہے کہ آپؒ کے پیرومرشد خواجہ معین الدین چشتیؒ، آپ کو بختیار کہہ کر پکارتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ بختیار کہلانے لگتے۔ آپؒ حضرت خواجہ معین الدینؒ سے بیعت ہیں۔ چونکہ آپؒ خاندان چشت میں بیعت ہیں اس لیے آپؒ بھی چشتی کہلاتے ہیں۔

خطاب:- آپؒ کے پیرومرشد حضرت خواجہ معین الدینؒ نے آپؒ کو "قطب الاقطاب" کے نام سے سرفراز فرمایا۔

لقب:- آپؒ کے کا کی کہلانے کی چند وجوہات ہیں۔ جب آپؒ نے دہلی میں رہنا شروع کیا تو آپؒ نے ظاہر اسباب سے قطع تعلق کرلیا۔ آپؒ مع متعلقین نہایت عسرت سے گزارہ فرماتے۔ حضرت قطب صاحب عالم استغراق میں رہتے۔ آپؒ کی اہلیہ محترمہ خورد و نوش کا انتظام فرماتیں۔ ایک بقال جس کا نام شرف الدین تھا وہ آپؒ کے پڑوس میں رہتا تھا۔ حضرت کی اہلیہ اس بقال کی بیوی سے قرض لے کر گزارہ کرتیں تھیں اور کچھ آنے پر قرض اتار دیا کرتیں تھیں۔ ایک دن اس بقال کی بیوی نے آپؒ کو طعنہ دیا "اگر وہ قرض نہ دے تو ان کا کام کیسے چلے"؟ جب یہ بات حضرت قطب صاحبؒ کے علم میں آئی تو آپؒ نے ہدایت فرمائی کہ قرض نہ لیا جائے بلکہ ضرورت کے وقت بقدر ضرورت۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر حجرے کی طاق سے روٹیاں اٹھا کر لے جایا کریں۔ آپؒ کی اہلیہ محترمہ ایسا ہی کرتیں رہیں۔ ایک دن آپؒ کی اہلیہ نے بقال کی بیوی کو اس سے آگاہ کردیا اس دن سے طاق سے ''کاک'' نکلنا بند ہو گئے۔ ان نانوں کو کاک کہتے تھے۔ اس وجہ سے آپؒ کو ''کا کی'' کہنے لگے۔

ابتدائی زندگی:- ابھی آپؒ کی عمر ڈیرھ سال کی تھی کہ آپؒ کے والد کا سایہ آپؒ کے سر سے اٹھ گیا۔ آپؒ کی ابتدائی تعلیم آپؒ کی والدہ محترمہ کے آغوش میں ہوئی۔ جب آپؒ کی عمر چار سال چار ماہ اور چار دن کی ہوئی تو آپؒ کی والدہ کو آپؒ کی بسم اللہ خوانی کی فکر دامن گیر ہوئی۔ اتفاق سے ان ہی ایام میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اوش میں مقیم تھے۔ آپؒ سیر و سیاحت کے لیے اوش میں آئے تھے اور آپؒ کی برگزیدگی کا شہرہ پورے اوش میں تھا۔ حضرت خواجہ بختیار کا کیؒ کی والدہ نے اس موقعہ کو نیک خیال کیا اور آپؒ کو حضرت معین الدینؒ کے پاس بسم اللہ کے لیے بھیجا۔

خواجہ غریب نوازؒ نے قطب صاحب کی تختی لکھنا چاہی غیب سے آواز آئی ''اے خواجہ ابھی خواجہ حمید الدین ناگوریؒ آتا ہے وہ ہمارے قطب کی تختی لکھے گا اور تعلیم دے گا اتنے میں قاضی حمید الدین ناگوریؒ آ گئے۔ خواجہ غریب نوازؒ نے تختی ان کو دے دی قاضی حمید الدینؒ نے پوچھا "کیا لکھوں"؟ قطب بختیار کا کیؒ نے کہا لکھیں:

سبحان الذی اسری بِعَبدِہٖ لیلاً من المسجد الحرام

قاضی صاحب یہ سن کر سخت متحیر ہوئے۔ انہوں نے پوچھا "تم نے قرآن پاک کہاں سے یاد کیا"؟ حضرت بختیار کا کیؒ نے بتایا کہ ''میری ماں کو 15 سپارے یاد ہیں میں نے شکم مادر میں یہ قرآن حق تعالٰی کی تعلیم سے یاد کر لیے'' - یہ سن کر قاضی صاحب نے تختی پر وہی آیات لکھیں۔ اس کے بعد بختیار کا کیؒ نے بقایا قرآن بھی چار دن میں یاد کر لیا۔ جب آپؒ کی عمر پانچ برس کی ہوئی تو آپؒ کی والدہ نے آپؒ کو مکتب میں داخل کروانا چاہا اور کچھ مٹھائی اور کچھ روپے دے کر آپؒ کی والدہ نے خادم کے ساتھ آپؒ کو محلے کے مکتب میں بھیجا۔ جب خادم جا رہے تھے تو راستے میں ایک بزرگ ملے اور کہا "اس سعید ازلی کو کہاں لے کر جا رہے ہو"؟ جب خادم نے کہا "مکتب میں" تو انہوں نے کہا "اسے مولانا حفصؒ کے پاس لے جاؤ۔ اس لڑکے کی تعلیم ان سے علاقہ رکھتی ہے" - یہ سنا تو خادم آپ کو لے کر مولانا ابا حفصؒ کی خدمت میں پہنچے جب آپؒ وہاں پہنچے تو ان بزرگوار نے مولانا ابا حفصؒ سے کہا "اس بچے کی تعلیم و تربیت اچھی طرح سے کر و اس سے بہت کام لینے ہیں۔ حضرت قطب کو مولانا کے حوالے

کر کے وہ بزرگ چلے گئے۔ان کے جانے کے بعد مولانا نے خادم سے پوچھا ''کیا تو جانتا ہے وہ بزرگ کون تھے؟ خادم نے کہا'' مجھے تو معلوم نہیں''مولانا ابا حفصؒ نے بتایا" یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے"۔

تلاشِ حق:- قطب الاقطاب حضرت خواجہ صاحب نے بچپن کی تعلیم کے فوراً بعد تلاش حق کے جذبے سے متاثر ہوکر اپنے وطن کو چھوڑا۔

بیعت 582ھ بمطابق 1186ء:- حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ مرید ہونا چاہتے تھے۔حضرت شیخ محمد اصفہانیؒ ایک درویش کامل تھے۔حضرت بختیار کاکیؒ ان سے بیعت ہونا چاہتے تھےلیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ان ہی دنوں میں خواجہ معین الدین چشتیؒ اصفہان پہنچے۔حضرت بختیار کا کی ان سے ملنے کے لیےان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اس وقت دوتائی اوڑھی ہوئی تھی وہ دوتائی انہوں نے حضرت بختیار کاکیؒ کو مرحمت فرمادی۔جس کا مطلب یہ تھا کہ انہوں نے بختیار کاکیؒ کو مرید کی حیثیت دے دی ہے۔اب حضرت بختیار کاکیؒ کو ان سے جدائی گوارا نہ تھی۔اس لیے آپؒ حضرت معین الدین چشتیؒ کے ساتھ رہنے لگے۔

پیرومرشد کے ساتھ سفر:- خواجہ غریب نوازؒ نے رخت سفر باندھا۔آپؒ اصفہان سے خانہ کعبہ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔قطب صاحبؒ بھی آپؒ کے ساتھ تھے۔اس سفر کے حالات کے متعلق قطب صاحب فرماتے ہیں۔''جب دعا گو (قطب صاحبؒ) خواجہ معین الدینؒ کے ساتھ کعبہ کے سفر میں تھے تو ایک دن صبح کی نماز کے بعد روانہ ہوکر ہم ایک شہر میں پہنچے۔ یہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جو ایک غار میں مثل سوکھی لکڑی کے اپنی آنکھیں ہوا میں کھولے عالم حیرت میں کھڑے تھے۔ایک ماہ تک ہم ان کے پاس رہے ایک ماہ کے بعد صرف ایک مرتبہ عالم صحو میں آئے۔ہم نے اٹھ کر سلام کیا۔انہوں نے جواب دیا اور فرمایا'' اے عزیز: تمہیں میرے اس حال سے صدمہ ہوا۔مگر تمہارے اس ملال سے مکافات میں بخشش ہوگی کیونکہ اہل صفا فرماتے ہیں جو درویش کی خدمت کرتا ہے وہ مقبول ہوتا ہے۔پھر انہوں نے بیٹھنے کے لیے کہا ہم بیٹھ گئے۔پھر فرمانے لگے''میں شیخ محمد اسلم طوسیٰ کا فرزند ہوں۔تیس سال سے عالم تحیر میں مستغرق ہوں۔نہ مجھے دن کی خبر ہے نہ رات کی۔خدائے تعالیٰ آج تمہاری وجہ سے مجھے عالم صحو میں لایا ہے کہ تمہیں دوبارہ یہاں آنے میں تکلیف ہوگی۔میری ایک بات یاد رکھنا کہ **جب تم نے طریقت میں قدم رکھا ہے تو ہوائے نفس سے دنیا کی طرف متوجہ نہ ہونا۔خلقت سے عزلت رکھنا جو کچھ ملے اسے صرف کردینا اس میں سے کچھ نہ بچانا۔** اس کے بعد وہ بزرگ پھر عالم تحیر میں مشغول ہوگئے۔

قطب صاحب حضرت معین دین کے ساتھ 583ھ بمطابق 1187ء زیارت کعبہ سے مشرف ہوئے۔پھر مدینہ منورہ گئے اور بغداد میں کچھ دن آرام فرمایا۔

خلافت:- حضرت معین الدینؒ نے چالیس روز متواتر حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو یہ فرماتے سنا" قطب دین خدا کا دوست ہے"۔ایک دن خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا" میں نے رات حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے کہا'' اے معین الدین، بختیار کاکیؒ کو درویشی کا خرقہ اور خلافت عطا فرما''۔پس خواجہ غریب نوازؒ نے 585ہجری میں حضرت قطب صاحب کو خواجہ ابواللیثؒ سمرقندی کی مسجد میں بیعت خلافت سے مشرف فرمایا۔اس موقع پر حضرت شیخ الدین سہروردیؒ، شیخ داؤد کرمانیؒ، شیخ برہان الدینؒ اور شیخ تاج الدین محمد اصفہانیؒ موجود تھے۔

بغداد سے روانگی:- آخر کار خواجہ غریب نواز نے کوچ فرمایا 586ھ بمطابق 1190ء قطب الدین اپنے پیرومرشد کے ہمراہ تھے۔بعدازیں یہ لوگ ہرات گئے۔اس کے بعد سبزہ وار میں رونق افروز ہوئے۔پھر لاہور گئے اور پھر لاہور سے روانہ ہوکر دو ماہ سفر میں رہنے کے بعد اجمیر شریف پہنچ گئے۔جب خواجہ غریب نواز اجمیرؒ کے لیے روانہ ہوئے تو قطب الدین ملتان میں رونق افروز ہوئے۔ان دنوں ملتان علم وفنون کا مرکز تھا۔بڑے بڑے عالم یہاں رہتے تھے۔لوگ دور دراز سے تحصیل علم کے لیے ملتان آتے تھے۔حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ بھی تلاش علم میں ملتان آئے تھے۔آپؒ نے مولانا منہاج الدین ترمذیؒ کی مسجد میں قیام فرمایا۔

ایک دن بابا فرید الدینؒ قبلہ رو بیٹھے کتاب پڑھ رہے تھے۔اس کتاب کا نام'' نافع'' تھا۔عین اس وقت حضرت قطب الدینؒ مسجد میں رونق افروز ہوئے۔حضرت قطب الدین نے تحیۃ المسجد کے نفل ادا کئے پھر بابا فریدؒ کی طرف متوجہ ہوئے۔آپؒ نے کہا" کیا پڑھ رہے ہو"؟ کہا" کتاب نافع پڑھ رہا ہوں"۔"ہاں اس کتاب سے تمہیں نفع ہوگا"۔حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے عاجزی سے کہا'' مجھے تو آپؒ کی قدم بوسی نافع ہوگی'' یہ کہہ کر اٹھے اور قطب الدین کے قدموں میں اپنا سر رکھ دیا۔اس طرح حضرت فرید گنج شکرؒ پہلی ہی مجلس میں حضرت قطب الدین بختیار کے دست حق پر بیعت ہوگئے۔اس وقت آپؒ کی عمر 15 برس تھی۔اس کے بعد بابا فریدؒ اپنے پیرومرشد کے فرمان کے مطابق عبادات، ریاضات اور مجاہدات میں مشغول ہوگئے۔

انہیں دنوں حضرت معین الدین چشتی ؒ اجمیر سے تشریف لائے اور حضرت قطب الدین ؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔اس موقعہ پر حضرت قطب صاحب نے اپنے تمام مریدوں کو باری باری حضرت معین الدین ؒ سے متعارف کروایا اور ہر ایک اپنی قابلیت اور استطاعت کے مطابق خواجہ غریب نوازؒ سے فیض یاب ہوا۔ جب خواجہ صاحب جی بھر کر اپنے عرفان کی دولت لٹا چکے تو خود ہی حضرت بختیار کاکیؒ سے فرمایا ''تمہارے مریدوں میں سے کوئی ایسا تو نہیں رہ گیا جو اس نعمت سے محروم رہ گیا ہو"؟ قطب الدینؒ نے فرمایا ''ہاں مسعود (بابا فریدؒ) رہ گیا ہے وہ چلہ میں بیٹھا ہوا ہے'' آپؒ نے فرمایا" آؤ اسے دیکھیں"۔ جب یہ لوگ بابا فریدؒ کے پاس پہنچے تو وہ اس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ ان کی آمد پر اٹھ بھی نہ سکے دونوں کو دیکھ کر آپؒ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور پھر اپنا سر زمین پر رکھ دیا۔خواجہ غریب نواز نے یہ دیکھا تو قطب صاحب ؒ سے فرمایا ''کب تک اس بے چارے کو مجاہدے میں گھلاؤ گے؟ آؤ اسے کچھ عطا کریں''۔ یہ کہہ کر خواجہ غریب نواز ؒ نے بابا فریدؒ کا دایاں ہاتھ پکڑا اور قطب صاحب نے بایاں ہاتھ اور اس طرح ان دونوں بزرگوں نے آپؒ کو کھڑا کیا۔ پھر خواجہ غریب نواز نے دعا کی ''یارب ہمارے فرید کو قبول فرما اور اکمل درویش کے مرتبہ پر پہنچا'' غیب سے آواز آئی ''ہم نے فریدؒ کو قبول کیا''- **اس کے بعد حضرت قطب ؒ نے بابا فرید کو دستار، شال اور خلافت کے دوسرے لوازمات سے نوازا۔اس موقعہ پر خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا ''قطب بڑے شہباز کو دام میں لائے ہو۔اس کا آشیانہ سدرۃ المنتہٰی ہوگا"۔**

اس کے بعد حضرت قطب الدین اپنی والدہ سے ملنے کے لیے اوش چلے گئے اور خواجہ معین دین خراساں سے ہندوستان تشریف لے گئے اور پھر دہلی میں قیام فرمایا۔ حضرت قطب الدینؒ کے پیرومرشد نے (خواجہ غریب نواز نے) آپؒ کو چار باتوں کی نصیحت فرمائی۔

1۔ ایسی درویشی اختیار کرنا جس سے تونگری ظاہر ہو۔ 2۔ بھوکوں کا پیٹ بھرنا

3۔ غم کی حالت میں بھی خوشی کا اظہار کرنا 4۔ اگر کوئی دشمنی سے پیش آئے تو جواب میں دوستی کا مظاہرہ کرنا۔

کچھ مدت دہلی میں قیام کے بعد قطب الدینؒ اپنے مرشد کی قدم بوسی کے لیے اجمیر تشریف لے گئے۔حضرت غریب نوازؒ نے آپ ؒ کو کہا"اس سرزمین میں ہی میری قبر بنے گی"۔اس آخری مجلس میں حضرت غریب نوازؒ نے قطب الدینؒ سے کہا آؤ۔قطب الدین صاحبؒ آگے بڑھے۔آپؒ نے فرمایا ''رنجیدہ نہ ہو۔مرد بن کر رہو۔جاؤ میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا اور مقام عزت اور بزرگی پر فائز کیا اور پھر قطب الدین کو روانہ کر دیا''۔ **روانہ ہونے کے بیس دن کے بعد آپؒ کو اپنے پیرومرشد کے انتقال کی خبر ملی۔آپؒ بے حد رنجیدہ ہوئے، نماز پڑھی اور وہیں لیٹ گئے۔آپؒ نے اپنے پیرومرشد کو خواب میں دیکھا۔آپؒ قدم بوس ہوئے کیفیت حال دریافت کی ارشاد ہوا: ''خداوند تعالیٰ نے رحمت خاص سے نوازا ہے اور فرشتوں اور ساکنان عرش کے نزدیک جگہ دی ہے میں وہیں رہتا ہوں''-**

سیرت پاک:- قطب الدین نائب رسول فی الہند (غریب نوازؒ) کے نائب ہیں۔آپؒ کی بزرگی اور برگزیدگی میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔آپؒ جس پر نظر ڈالتے تھے اسی وقت اس کو زمین سے عرش تک سب کچھ منکشف ہو جاتا تھا۔جو شخص بھی آپؒ کی صحبت میں رہا وہ صاحب ولایت ہو گیا۔

عبادت:- آپؒ کو عبادت کا بے حد شوق تھا۔آپؒ عبادت کسی کے سامنے نہیں کرتے تھے۔روزانہ ایک قرآن پاک ختم کرتے تھے۔آپؒ عزلت اور گوشہ نشینی پسند فرماتے تھے۔کم بولنا آپؒ کی عادت تھی۔آپؒ گریہ زاری میں زیادہ وقت گزارا کرتے تھے۔اول اول تو آپؒ کچھ رات سو جایا کرتے تھے۔لیکن آخری عمر میں آپؒ نے رات کا کھانا اور آرام ختم کر دیا تھا۔آپؒ دن رات مراقبہ میں رہتے تھے۔آپؒ مخلوق سے کنارہ کش ہو کر عبادت کرنا پسند فرماتے تھے۔جب صوفیوں کو ضرورت ہوتی تو مصلے کے نیچے سے اشرفیاں نکال کر ان کو دے دیتے تھے۔زہد، ریاضت، عبادت اور مجاہدات کو چھپاتے تھے۔آپ کو سماع کا بے حد شوق تھا۔سماع سے آپؒ کی طبیعت سیر نہیں ہوتی تھی۔سماع میں آپؒ پر کیفیت طاری ہوتی تھی تو کئی کئی روز بے ہوش رہتے تھے۔

آپ ؒ کا علمی ذوق:- آپ ایک بلند پایا مصنف بھی تھے۔آپؒ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

1۔دلیل العارفین 2۔رسالہ 3۔مثوی 4۔زبدۃ الحقائق 5۔آپؒ کا دیوان

آپؒ کی تعلیمات:- حضرت قطب الدینؒ کی تعلیمات میں موجودہ مشکلات کا حل ملتا ہے۔آپؒ کے ملفوظات بابرکات کو آپؒ کے خلیفہ بابا فرید گنج شکرؒ نے بطریق مجالس جمع کیا ہے اور اپنی اس کتاب کا نام ''فوائد السالکین'' رکھا ہے۔

آپؒ کے ارشادات عالیہ:-

1۔عارف: عارف وہ ہے کہ ہر لمحہ اس پر عجیب حالات ظاہر ہوں اور وہ عالم سکر میں غرق ہوا گر اس وقت اس کے سینے میں زمین اور آسمان بھی داخل ہو جائیں تو اسے اِن کے اترنے کی بالکل خبر نہ ہو۔

2۔راہ سلوک: راہ سلوک میں حوصلہ وسیع چاہیے تاکہ اسرار جگہ پکڑیں اور فاش نہ ہونے پائیں کیونکہ راز ستر دوست ہے۔

3۔سلطان راہ سلوک: سلطان راہ سلوک وہ شخص ہے جو سر سے پیر تک دریائے محبت میں، غرق ہو اور کوئی ایسی ساعت نہ ہو کہ اس کے سر پر عالم محبت سے بارش نہ ہوتی ہو۔

4۔سالک (قرب خداوندی کا متلاشی): سالک کے لیے اس دنیا سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں

5۔محبت: جو شخص محبت کا دعویٰ کرے اور تکلیف کے وقت فریاد کرے وہ محبت میں صادق نہیں بلکہ کاذِب اور دروغ گو ہے۔

6۔کامل: وہ شخص ہوتا ہے جو کبھی دوست کا راز فاش نہیں کرتا۔

7۔اکمل: اکمل وہ ہوتے ہیں جن سے کسی حالت میں بھی راز فاش نہیں ہوتا اور وہ رازوں سے واقف ہوتے چلے جاتے ہیں۔

8۔درویش: درویش وہ ہے جو چلتے وقت ہزاروں ملک پاؤں کے نیچے سے نکالے اور آگے قدم بڑھائے۔

9۔ درویش کے ایک کلمہ میں آگ اور دوسرے میں پانی ہوتا ہے۔

10۔ درویش جب کامل ہو جاتا ہے تو جو وہ حکم دیتا ہے وہی ہوتا ہے۔

11۔ درویش کو مقام قرب اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ سب یگانوں سے بے گانہ ہو جاتا ہے اور آلائش دنیا سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔

12۔ جو درویش دنیا کو دکھانے کے لیے اچھا لباس پہنے وہ درویش نہیں راہ سلوک کا راہزن ہے۔

13۔ جو درویش خواہش نفسانی سے پیٹ بھر کر کھانا کھائے وہ نفس پرست ہے۔ درویش نہیں ہے۔

14۔ حق تعالیٰ نے درویش کے اختیار میں تمام ملکیت کر دی ہے۔

15۔ درویش کو مجرّد رہنا چاہیے۔

16۔ **درویشی:** درویشی راحت میں نہیں بلکہ دنیا کی مصیبتوں میں مبتلا رہنا ہے۔

17۔ درویشی میں سب سے مشکل کام یہ ہے کہ رات کو فاقے سے رہے تاکہ معراج کو پہنچے۔

18۔ درویشی کی نعمت سے کوئی نعمت بالاتر نہیں ہے۔

مرشد:- مرشد میں اتنی قوت ہونی چاہیے کہ مرید کے قلب کی سیاہی کو اپنی باطنی قوت سے صاف کر دے اور اس کو حق تعالیٰ تک پہنچا دے۔

مرید:- مرید کو ہر وقت پیر کی حضوری میں رہنا چاہیے اور جب اس کا وصال ہو جائے تو اور زیادہ ادب کرنا لازمی ہے۔ اگر حضوری مرشد حاصل نہ ہوا اور توبہ میں لغزش واقع ہو تو اپنے پیر کے کپڑے آگے رکھے اور ان سے بیعت کرے۔

سماع:- جو لذت سماع میں ہے وہ کسی دوسری چیز میں نہیں ہے وہ کیف الٰہی ہے کہ بغیر سماع کے حاصل نہیں۔

انبیاء اور اولیاء:- انبیاء کرام معصوم ہیں اور اولیاء کرام محفوظ ہیں۔ عالم سکر میں بھی کوئی فعل ان سے خلاف شریعت سرزد ہوتا۔

حسن عمل:- جو شخص مقام حقیقت تک پہنچا وہ حسن عمل سے پہنچا۔

آداب مجلس:- مجلس میں جب آئے جہاں خالی جگہ ہو بیٹھ جائے۔

کشف و کرامات:- درحقیقت مرد وہی ہے کہ کشف و کرامات کے مرتبے میں اپنی ذات کو ظاہر نہ کرے تاکہ سلوک کے کل درجات حاصل ہو جائیں۔

اکسیر:- نیک بزرگوں کے کلمات اکسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حضرت قطبؒ کی ازواج اور اولاد:- آپؒ کی پہلی شادی آپؒ کے وطن اوش میں آپؒ کی والدہ ماجدہ نے کی۔ قطب صاحبؒ کا معمول تھا کہ رات کو سوتے وقت تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے۔ شادی کے بعد تین دن تک آپؒ یہ درود شریف نہ پڑھ سکے۔ تیسرے دن آپؒ کے ایک مرید نے جس کا نام رئیس احمد تھا خواب

دیکھا کہ ایک عالیشان محل ہے اور ایک شخص نے اس کو بتایا کہ سرور دو عالم حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کا محل ہے۔ ان کا نام حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تھا۔ وہ باری باری لوگوں کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے پاس دیدار مصطفی خاتم النبیین ﷺ کے لیے لے کر جا رہے ہیں۔ رئیس احمد نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دربار رسالت میں اپنی حاضری کے لیے کہا میں بھی دیدار کا مشتاق ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اندر آپ خاتم النبیین ﷺ سے اجازت لینے کے لیے گئے اور واپس آ کر فرمایا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''الٰہی ابھی اس شخص میں میرے دیدار کی اہلیت اور لیاقت نہیں ہے''۔ پھر فرمایا "میرا اسلام قطب الدین کو پہنچانا اور میری طرف سے کہنا کہ کیا بات ہے جو تحفہ وہ ہر رات میری طرف بھیجا کرتے تھے اب تین رات سے نہیں پہنچا'' رئیس احمد کی آنکھ کھلی تو فوراً قطب صاحب کی خدمت میں ظاہر ہو کر اپنا خواب سنایا۔ حضرت قطب صاحبؒ سمجھ گئے کہ تحفے سے کیا مراد ہے۔ اس کے بعد خواجہ صاحب نے اپنی بیوی کا مہر ادا کیا اور اس کو طلاق دے دی اور خود اوراد وظائف میں مصروف ہو گئے۔ اس کے بعد ایک مدت تک آپؒ نے شادی نہیں کی۔

دوسرا نکاح:- آپؒ نے دوسرا نکاح دہلی میں مقیم ہونے کے بعد کیا۔ یہ شادی آپؒ نے آخری عمر میں کی آپؒ کے دو بیٹے ہوئے۔ ایک کا نام شیخ احمد اور دوسرے کا شیخ محمد تھا۔ شیخ محمد کا انتقال سات سال کی عمر میں ہو گیا تھا۔ آپؒ کی نسل آپ کے بڑے بیٹے خواجہ احمد سے چلی۔ خواجہ احمد ایک بلند پایہ بزرگ تھے۔

مدفن:- وفات سے قبل ایک عید کے موقعہ پر حضرت قطب صاحبؒ عیدگاہ سے واپسی پر ایک غیر آباد زمین پر تشریف لائے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اب آپؒ کا مزار مبارک ہے۔ یہاں کچھ دیر تک آپؒ سوچ بچار میں مبتلا رہے۔ جو لوگ ہمراہ تھے انہوں نے عرض کیا "حضور کس فکر میں ہیں"؟ آپؒ نے جواب دیا "مجھ کو اس زمین سے ایک خاص خوشبو آ رہی ہے۔ اس زمین کے مالک کو حاضر کرو"۔ مالک زمین حاضر ہوا تو اس زمین کو حضرت قطب نے اپنے زر خاص سے خرید لیا اور اپنے مدفن کے لیے مقرر کر دیا۔

جائے مدفن کی فضیلت:- اس جگہ کو جہاں قطب الدینؒ کا مزار مبارک ہے۔ خاص فضیلت حاصل ہے۔ حضرت سلیمان علیہ اسلام کا تخت اڑتے اڑتے ایک دن اس جگہ پر پہنچا۔ حضرت سلیمان علیہ سلام یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے کہ اس جگہ یہ فرش سے عرش تک نور ہی نور ہے۔ اور نور کے طبق فرشتے آسمان سے لا رہے ہیں اور اس جگہ پر ڈال رہے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ سلام نے دریافت فرمایا "اس خوب صورت جگہ پر کس کا مسکن ہے؟ یہ کس کا مدفن ہے"؟ **فرشتوں نے عرض کیا ''یہ زمین مسکن و مدفن اللہ کے محبوب خواجہ قطب الدینؒ کا ہے۔ جو نبی آخر الزماں حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی امت میں پیدا ہوں گے اور اس جگہ آسودہ ہوں گے"۔**

آخری ایام:- ایک روز شیخ علی سنجری کی خانقاہ پر محفل سماع ہو رہی تھی۔ صاحب مال اور اہل کمال درویش محفل میں شامل تھے۔ حضرت قطب الدینؒ بھی اس محفل میں تشریف رکھتے تھے۔ حضرت قطب الدینؒ پر وجد طاری ہوا۔ اس حالت میں آپؒ بے ہوش ہو گئے۔ قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور شیخ بدرالدین غزنوی آپؒ کو اسی حالت میں مکان پر لائے۔ قوال بھی ساتھ آئے قوالی ہوتی رہی۔ جب آپؒ کو ہوش آتا قوال کو جاری رکھنے کا حکم فرماتے۔ دوسرے دن آپؒ کے منہ سے سبحان اللہ نکلا اور خون کا قطرہ زمین پر گرا۔ اس پر بھی سبحان اللہ لکھا ہوا تھا۔ پھر ایسا ہوتا رہا۔ تیسرے دن آپؒ کے منہ سے تسبیح، اللہ، اللہ، اللہ کی آواز آتی اور پھر منہ سے خون کے قطرے ٹپکنے لگتے۔ جو قطرہ بھی زمین پر گرتا اس سے نقش اللہ پیدا ہوتا۔ قوالی جاری رہی جب قوال پہلا مصرہ پڑھتے تو آپؒ کے جسم اطہر سے روح مبارک غائب ہو جاتی اور دوسرا مصرہ پڑھتے تھے تو روح واپس آ جاتی۔ جب آپؒ آہ کرنا یا نعرہ لگانا چاہتے تو قاضی حمید الدین ناگوریؒ آپؒ کا دہن مبارک بند کر دیتے اور کہتے کہ ''کیا آپؒ یہ چاہتے ہیں کہ ساری دنیا کو جلا دیں''۔

اس طرح آپؒ کا دہن مبارک تو بند رہا لیکن آپؒ کا جسم مبارک سوختہ و گراختہ ہو گیا۔ آپؒ کی نبض دیکھ کر حکیم شمس الدین نے کہا یہ مرض عشق ہے۔ آتش عشق نے دل و جگر کو بالکل جلا دیا ہے۔ اب علاج کی ضرورت نہیں رہی''۔ آپؒ پر 10 ربیع الاول 633ھ کو یہ کیفیت طاری ہوئی تھی۔ چار دن یہی حالت رہی، پانچویں شب میں قوالی ہو رہی تھی کہ قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے 14 ربیع الاول 633ھ بمطابق نومبر 1225ھ کو رحلت فرمائی۔ آپؒ کی وفات کی خبر سے دہلی میں ایک کہرام مچ گیا۔ سلطان شمس الدین التمش، دہلی کے فقراء، مشائخ، صوفی، عوام و خواص غرض سب ہی نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

آپ کی وصیت:- جنازہ جب تیار ہو گیا تو مولانا ابوسعیدؒ نے حضرت قطب الدینؒ کی وصیت بیان کی آپ نے کہا ''ہمارے خواجہ نے وصیت فرمائی ہے کہ میرے جنازے کی نماز وہ شخص پڑھائے کہ جس نے کبھی حرام نہ کھلایا ہو اور جس کی سنت عصر اور تکبیر اولیٰ کبھی فوت نہ ہوئی ہو''۔

نماز جنازہ:- وصیت سب کو با آواز بلند پڑھ کر سنا دی گئی۔ لوگ حیران تھے کہ آخر وہ کون خوش قسمت شخص ہے جو آپؒ کی نماز جنازہ پڑھائے گا؟ کچھ دیر بالکل خاموشی طاری رہی۔ آخر سلطان شمس الدین التمش آگے بڑھے۔ آپؒ نے فرمایا ''مجھے یہ ہرگز منظور نہ تھا کہ کسی کو میرے حال سے آگاہی ہو مگر حضرت قطب الاقطابؒ کی مرضی سے

چارہ نہیں'' پھر آپؒ کی نماز جنازہ سلطان شمس الدین التمش نے پڑھائی۔

جلوس جنازہ:- سلطان التمش نے نماز پڑھانے کے بعد ایک طرف سے جنازے کو کندھا دیا اور دوسرے اہل دہلی نے باقی تین طرف سے کاندھا دیا۔ آپؒ کی نماز جنازہ اور جلوس جنازہ میں کثیر تعداد لوگوں کی تھی۔ آپؒ کو اسی جگہ پر دفن کیا گیا جس جگہ کو آپؒ نے اپنی حیات ظاہری میں اپنی آخری آرام گاہ کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ آپؒ کا مزار مبارک ''مہروی'' (قریب نئی دہلی) میں واقع ہے۔ آپؒ کا عرس مبارک 13 اور 14 ربیع الاول کو بڑے اہتمام سے ہوتا ہے۔ اجمیر میں بھی آپؒ کے چلہ کی جگہ پر ان ہی تاریخوں میں آپؒ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔

خلیفہ اول:- حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کو حضرت قطب صاحب کا خلیفہ اول اور خلیفہ اکبر اور جانشین ہونے کا فخر حاصل ہے۔

خواب:- جس دن حضرت قطب صاحب واصل بحق ہوئے اسی رات کو بابا فریدؒ نے خواب دیکھا کہ حضرت قطب الدینؒ ان کو بلا رہے ہیں۔ آپؒ ہانسی سے روانہ ہوئے۔ آپؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ادھر حضرت حمید الدین ناگوری نے بابا فریدؒ کی خدمت میں ایک آدمی بھیجا۔ دونوں کی راستے میں ملاقات ہوئی۔ بابا فریدؒ چوتھے روز دہلی پہنچے۔ پانچویں روز قطب صاحب کے مزار کی زیارت کی۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری اور شیخ بدالدین غزنوی نے حسب فرمان قطب الاقطاب حضرت بختیار کاکیؒ کی، تمام تبرکات حضرت بابا صاحب کے سپرد کر دیئے۔ حضرت بابا فریدؒ نے اپنے پیرو مرشد کا خرقہ پہنا۔ اس مصلے پر دوگانہ ادا کیا۔ کچھ دن دہلی میں قیام کیا اور پھر ہانسی میں تشریف لے گئے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت مجھے عطا کی ہے وہ میرے ساتھ ہے خواہ شہر ہو یا جنگل''

اوراد و ظائف:- حاجت پوری کرنے کے لیے۔

1۔ آپؒ حاجت پوری کرنے کے لیے سورہ بقرہ کا ختم بتایا کرتے تھے۔　2۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے لیے ''سورہ یوسف'' کا ورد مفید ہے۔

3۔ آفت سے محفوظ رہنے کے لیے صبح شام ''آیت الکرسی'' پڑھے۔　4۔ ہر وقت ذکر لسانی اور ذکر قلبی کا معمول رہے۔

کشف و کرامات:- قطب الاقطاب حضرت خواجہ بختیار کا کیؒ سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ چند بیان کی جاتی ہیں۔

1۔　آپؒ کو اور قاضی حمید الدین ناگوریؒ کو سماع سننے کا بہت شوق تھا۔ آپؒ دہلی آئے تو یہاں بھی سماع سنتے تھے۔ جب اس کی اطلاع سلطان شہاب الدین کو ہوئی تو اس نے کہا ''اگر مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے سماع سنا ہے تو دار پر لٹکوا دوں گا یا مثل عین القضا جلا کر خاک سیاہ کر دوں گا۔ جب قطب الدین نے یہ سنا تو فرمایا ''اگر سلامت رہے گا تو مجھے دار پر لٹکائے گا یا جلا کر خاک کرے گا'' اسی ماہ سلطان شہاب الدین خراساں کی طرف گیا اور چند روز کے اندر ہی اندر اس کا انتقال ہو گیا۔

2۔　حضرت قطب صاحبؒ ملتان میں مقیم تھے۔ قباچہ بیگ (ناصر الدین قباچہ) ملتان کا حاکم تھا۔ ایک دن وہ حضرت قطب صاحبؒ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ''مغلوں کا لشکر ملتان فتح کرنے آیا ہے، مجھے مقابلہ و مجادلہ کی قوت نہیں ہے، خدا کے لیے میری مدد کریں''۔

حضرت قطب صاحب نے اس کو ایک تیر دیا اور ہدایت کی کہ مغرب کی نماز کے بعد برج حصار پر کھڑے ہو کر یہ تیر بذریعہ کمان دشمن کی طرف پھینک دینا اور خدا کی قدرت کا کرشمہ دیکھنا۔ قباچہ نے ایسا ہی کیا تیر کا گرنا تھا کہ مغلوں کے لشکر نے راہ فرار اختیار کی اور واپس چلا گیا۔

3۔　ایک دن سلطان شمس الدین التمش نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خواب میں زیارت کی۔ اس نے دیکھا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ گھوڑے پر سوار ہیں اور ایک جگہ پر مقیم ہیں اور فرماتے ہیں ''اے شمس الدین اس جگہ پر حوض تیار کرواؤ تاکہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچے''۔

سلطان شمس الدینؒ نے خواب سے بیدار ہو کر قطب الدین بختیار کا کیؒ کو کہلوایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور آپ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے جواب دیا ''ماجرائے خواب مجھے معلوم ہے میں اس مقام پر جاتا ہوں جہاں پر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حوض تعمیر کروانے کا حکم فرمایا ہے۔ تم جلد میرے پیچھے پر چلے آؤ''۔ سلطان شمس الدین اس جگہ پر پہنچا۔ دیکھا کہ حضرت قطب الدینؒ نماز ادا کر رہے۔ جب آپؒ نماز سے فارغ ہوئے تو سلطان التمش آداب بجالائے۔ اس نے جس جگہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو خواب میں دیکھا تھا اسی جگہ گھوڑے کے سم کے نشانات پائے۔ پانی جاری تھا۔ سلطان نے اسی جگہ حوض شمسی کی تعمیر کروائی۔

4۔　ایک فاسق اور فاجر آدمی حضرت قطب دین کے پاس دفن ہوا۔ لوگوں نے اسے جنت میں دیکھا۔ پوچھا کس عمل کے بدلے میں جنت کو پایا فرمایا ''جب عذاب کے فرشتے میری قبر میں آئے تو قطب الدین صاحبؒ کی روح مبارک کو تکلیف ہوئی۔ پس خداوند تعالیٰ نے میرے عذاب کو دور کر دیا اور مجھ کو بخش دیا''

آپ کا فیض باطنی اب بھی جاری ہے۔ اب بھی لوگ آپ کے تصرفات باطنی سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ

تاریخ ولادت: 582ھ تاریخ وصال: 666ھ مزار مبارک: پاک پتن شریف خاندانی نام: فریدالدین مسعودؒ

والد کا نام قاضی جلال الدین سلیمان۔ والدہ محترمہ قرسم خاتون تھیں۔ حضرت بابا فریدؒ حضرت عمر فاروقؓ کی نسل سے تھے۔ آپؒ پانچ برس کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے۔ بابا فریدؒ نے ابتدائی تعلیم کوٹھوال کے مکتب میں حاصل کی۔ آپؒ کے استاد گرامی سید نذیر احمد اپنے وقت کے عالم و فاضل انسان تھے۔ حضرت بابا فریدؒ نے گیارہ سال کی عمر میں قاری محمدؒ کی نگرانی میں قرآن کریم حفظ کیا۔ اس کے بعد اپنی والدہ محترمہ کے ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اس سفر میں آپؒ کے استاد گرامی سید نذید احمد بھی آپؒ کے ہمراہ تھے۔ حج کی سعادت حاصل کرنے کے بعد بابا فریدؒ کو مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے ملتان بھیج دیا گیا۔ آپؒ بڑی جانفشانی سے مولانا منہاج الدین کی مسجد میں دینی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حضرت بابا فریدؒ کو دینی تعلیم حاصل کرنے کے شوق کا یہ حال تھا کہ بچپن ہی میں دنیا کی دلچسپیوں سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ مسجد میں آنے جانے والے اسی لڑکے کو دیکھا کرتے تھے جو ہر وقت کتاب پر نظریں جمائے مطالعے میں غرق رہتا تھا۔ اس طرح کئی سال گزر گئے۔

آپؒ کی عمر اٹھارہ سال تھی ایک دن حضرت بابا فریدؒ مسجد کے ایک گوشے میں بیٹھے کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ آپؒ مطالعے کے وقت اس قدر غرق ہو جاتے تھے کہ مسجد کے گردوپیش سے بے خبر ہو جاتے تھے کہ اچانک ایک تیز خوشبو آئی۔ حضرت بابا فریدؒ چونکے اور ایک طرف نظر کی آپؒ نے دیکھا کہ ایک بزرگ وضو خانہ کیطرف جا رہے تھے۔ بابا فریدؒ انہیں دیکھتے ہی رہ گئے۔ وہ بزرگ سلطان الہند حضرت معین الدین چشتیؒ کے خلیفہ اکبر حضرت بختیار کاکیؒ تھے۔ بابا فریدؒ ان سے دلی طور پر بہت متاثر ہو گئے۔ حضرت بختیار کاکیؒ نے نماز ادا کی اور پھر مسجد کے اس کونے کی طرف تشریف لائے جہاں بابا فریدؒ مطالعہ کیا کرتے تھے۔ جیسے ہی قطب نزدیک پہنچے نسل فاروقی کا یہ نوجوان وارث آپؒ کے جلال معرفت سے گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔ بختیار کاکیؒ نے بڑی محبت سے کہا "بیٹھے رہو۔ بیٹے کون سی کتاب پڑھ رہے ہو"؟ قطب الدینؒ نے محبت سے سوال کیا۔ ''نافع'' کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ بابا فریدؒ کی زبان سے بمشکل الفاظ ادا ہوئے۔ انشاء اللہ یہ کتاب تمہیں بہت نفع دے گی۔ حضرت قطب نے حوصلہ افزائی کے لیے فرمایا ''میرا نفع تو آپؒ کی نگاہ کیمیا میں پوشیدہ ہے'' بابا فریدؒ نے بے ساختہ کہا۔ حضرت قطبؒ نے نوجوان طالب علم کو غور سے دیکھا۔ پھر کہا ''تمہیں کیا معلوم کہ میں کون ہوں؟'' ''یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن میرا دل کہتا ہے کہ آپؒ ہی میری منزل ہیں''۔ قطب دینؒ نے بابا فریدؒ کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "میں بہاؤ دین ذکریا ملتانی کا مہمان ہوں اور ان ہی کی خانقاہ میں ٹھہرا ہوا ہوں، اگر تمہیں فرصت ہو تو تم بھی وہاں آ جانا"۔

اس پر حضرت بابا فریدؒ نے نہایت محبت سے قطب الدینؒ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور دوسرے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ حضرت قطب الدینؒ نے آپؒ کو دعاؤں سے سرفراز کیا اور اپنے چند خدمت گاروں کے ہمراہ حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی کے گھر تشریف لے گئے۔ دوسرے دن بابا فریدؒ حضرت بہاؤ الدین زکریا کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ لوگوں کا ایک ہجوم ہے تو آپؒ نے لوگوں سے ان کے یہاں آنے کا مقصد معلوم کیا تو آپؒ کو بتایا گیا کہ حضرت معین الدین چشتیؒ کے خلیفہ اکبر حضرت بختیار کاکیؒ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ان کے دیدار کے لیے اہل ملتان بے قرار ہیں۔ یہ سن کر بابا فریدؒ کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ شہنشاہ معرفت خود ایک غلام کے پاس تشریف لائے تھے۔ یہ کیسی خوش نصیبی ہے فرید؟ وہ اپنے آپؒ سے مخاطب تھے اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے تھے۔

لوگ باری باری حاضری کے لیے جا رہے تھے لیکن خدام آپؒ کو اندر جانے سے منع کر رہے تھے۔ آپؒ نے بار بار خادم سے کہا "قطب صاحب کو میرا نام بتا دیں" لیکن انہوں نے پرواہ ہی نہ کی۔ آخر بابا فرید نے خادم سے کہا "تم ایک مرتبہ میرا ذکر تو کرو کہ میں بھی دیدار کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ انہوں نے مجھے بلایا ہے"۔ اب خادم نے یہ بات اندر جا کر کہہ دی۔ حضرت قطب صاحبؒ نے فرمایا "بلاؤ اس نوجوان کو ہم اسی کا تو انتظار کر رہے ہیں"۔ واپس آ کر خادم نے حیرت سے نوجوان طالب علم سے کہا جاؤ" شیخ تمہارا انتظار کر رہے ہیں"۔ بابا فریدؒ نے اندر جا کر دیکھا کہ قطب الدینؒ اور بہاؤ الدین زکریاؒ کے جلال و نور کا یہ عالم تھا کہ آنکھ نہیں اٹھ رہی تھی۔ حضرت قطب بہاؤ الدین زکریاؒ سے مخاطب ہوئے اور کہا" شیخ یہ فرید ہے"۔ میرا فرید"۔ بہاؤ الدین زکریاؒ نے بابا فریدؒ کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھا اور کہا" انشاء اللہ"۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ آٹھ دن تک ملتان میں مقیم رہے۔ اس دوران بابا فریدؒ ایک خدمت گار کی طرح ہر وقت آپؒ کی خدمت میں رہے۔ ایک دن خلوت میں آپؒ نے قطب دینؒ سے کہا "یہ غلام آپؒ کے ساتھ مستقل وابستگی چاہتا ہے"۔ "انشاء اللہ تمہیں یہ وابستگی بھی مل جائے گی۔ فی الحال تم علم ظاہری حاصل کرو اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ دنیا کا مشاہدہ کرو۔ اس کے بندوں سے ملو کہ کون کس مقام پر کیا کر رہا ہے؟ پھر دہلی کا رخ کرنا تم مجھے اپنا منتظر پاؤ گے''۔ بابا فرید اداس ہو گئے۔ انہیں یہ جدائی منظور نہ تھی۔ قطب الدینؒ اس بات کو بھانپ گئے۔ فرمایا "یہ جدائی عارضی ہے بندہ جب خدا کے راستے میں قدم رکھے تو سب سے پہلے اسے تسلیم و رضا کے مفہوم پر عمل پیرا

ہونا چاہیے۔ اب تم جاؤ کہ مرضی خدا یہی ہے"۔ بابا فریدؒ غم ناک آنکھوں کے ساتھ واپس آ گئے اور قطب الدین دہلی کو رخصت ہو گئے۔ حضرت قطبؒ کے رخصت ہو جانے کے بعد بابا فریدؒ ملتان سے کوٹھوال پہنچے اور مادر گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ قرسم خاتون نے تعجب سے پوچھا۔ "مسعود تم وقت سے پہلے ہی کیوں لوٹ آئے ہو۔ کیا تمہاری تعلیم مکمل ہو گئی ہے"؟ جواب میں بابا فریدؒ نے حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ملاقات کا حال سنایا اور پیر و مرشد کی ہدایات کا ذکر کیا۔ آپؒ کی والدہ نے فرمایا "مسعود یہ تیری بہت ہی بڑی خوش نصیبی ہے کہ حضرت بختیار کاکیؒ جیسے بزرگ خود تم تک پہنچ کر تمہیں سرفراز فرما گئے ہیں۔ پیر و مرشد کے حکم کی تعمیل خوش دلی سے کرو۔ یہاں تک کہ حضرت قطب تم سے راضی ہو جائیں"۔

پھر بابا فریدؒ مادر گرامی کی دعاؤں کے سائے میں ہندوستان سے بغداد کی جانب روانہ ہوئے۔ اس زمانے میں بغداد پہنچنے کا ایک ہی راستہ تھا جو بخارا سے گزر کر جاتا تھا۔ حضرت بابا فریدؒ پہلے بخارا تشریف لے گئے اور حضرت اجل شیرازیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؒ سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ اجل شیرازیؒ کسی دنیادار سے نہیں ملا کرتے تھے۔ ان کا قول تھا کہ **''اہل دنیا سے رسم و رواج رکھنا اور امرا سے ملاقاتیں کرنا فقیر کے لیے حرام ہے''۔**

بخارا سے نکل کر آپؒ بغداد پہنچے اور مشہور بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی سے ملاقات کی۔ حضرت شیخ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''عوارف المعارف'' کا کچھ حصہ بابا فرید کو خود پڑھایا اور ان کے مطالب ذہن نشین کروائے۔ حضرت شیخ کی خانقاہ میں امرا قیمتی تحائف اور زرِ کثیر بھیجا کرتے تھے اور آپؒ کا حکم تھا کہ انہیں فوراً مستحقین میں تقسیم کر دیا جائے۔ وہ فرمایا کرتے تھے ''اگر دولت کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھا جائے تو اہل دنیا درویش کو تو انگر کا طعنہ دیں گے۔ درویشی تو نام ہی خود فراموشی کا ہے۔ سو میں نے اپنے آپ کو بیچ دیا ہے''۔

بابا فرید کچھ دن حضرت شیخ سہروردیؒ کی صحبتوں سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اس کے بعد آپؒ سیستان پہنچے اور مشہور بزرگ حضرت اوحدالدین کرمانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت اوحدالدین کرمانیؒ روحانیت میں ایک بلند درجہ رکھتے تھے۔ کچھ دن ان کی صحبت میں رہنے کے بعد سیستان سے رخصت ہو کر بدخشاں تشریف لے گئے۔ یہاں آپؒ کی ملاقات مشہور بزرگ شیخ عبدالواحدؒ سے ہوئی۔ شیخ عبدالواحدؒ مشہور صوفی حضرت ذوالنون مصریؒ کے مرید تھے۔ شیخ عبدالواحدؒ عشق خداوندی سے اس قدر سرشار تھے کہ اہل دنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اسی بے نیازی اور قلندری کے سبب آپؒ شہری حدود سے نکل کر ایک غار میں مقیم ہو گئے تھے۔ لوگوں سے کہا کرتے تھے تم لوگ کب تک اس مراد دنیا کے پیچھے بھاگتے رہو گے؟ لوگ غار کے قریب جانے سے بھی ڈرا کرتے تھے۔

بابا فریدؒ نے ڈرتے ڈرتے غار کے دروازے پر قدم رکھا ایک تیز آواز گونجی ''اے سوختہ عشق ادھر آ کہ تجھ پر میرے دروازے ہمیشہ کھلے رہیں گے''

بابا فریدؒ غار کے اندر پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آ رہا تھا سامنے تھا۔ حضرت کی آواز دوبارہ گونجی ''فرید میرے قریب ہرگز نہ آنا کہ جل کر خاک ہو جائے گا اور مجھ سے دور بھی نہ رہنا کہ تجھ پر جادو کا اثر ہو جائے گا''۔

بابا فرید نے آپؒ کو سلام پیش کیا اور کہا یا شیخ عشق خداوندی کیا ہے؟ انہوں نے کہا مجھے دیکھ لے میں عشق کی ایک ادنیٰ ترین مثال ہوں۔ میرے جسم پر نظر کر کچھ دنوں میں یہ پگھلتے پگھلتے خاک میں جذب ہو جائے گا۔ پھر آپ بولتے رہے اور بابا فرید کان لگائے سنتے رہے۔ آپؒ کچھ دن تک برابر حاضر ہوتے رہے۔ پھر آپؒ نے شیخ عبدالوحدؒ سے اجازت لی۔ وہ خاموش ہو گئے۔ فرید یہ سوچ کر خاموش ہو گئے کہ ابھی شیخ کی مرضی نہیں ہے۔ پھر نصف شب گزرنے کے بعد حضرت شیخ عبدالواحدؒ نے بابا فریدؒ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ''فرید تو بھی چلا جائے گا۔۔ ہاں۔۔ سب کچھ جانے کے لیے ہی تو ہے۔ کسی کو دوام نہیں، کسی کو قرار نہیں، سب کے سب۔ دو منزل کے ساتھی ہیں۔ بس جدائی اور تنہائی اپنے ہمدرد اور غمگسار ہیں۔ شیخ اگر آپ حکم دیں تو کچھ اور ٹھہر جاؤں؟'' چند دن قیام سے کیا ہو گا۔ جدائی کی منزل تو سر پر کھڑی ہے۔ تیرے سفر عشق کا تو ابھی آغاز ہوا ہے۔ فرید تو ہرگز ہرگز گوشہ نشینی اختیار نہ کرنا کہ بندگان خدا کا ہجوم تیرا منتظر ہے۔ بس ایک رات اور ٹھہر جا۔''

صبح سورج طلوع ہوا تو بابا فریدؒ نے حضرت شیخ عبدالواحدؒ سے اجازت طلب کی۔ حضرت شیخؒ نے ایک نظر بابا فرید کی طرف دیکھا اور فرمایا ''فرید تو مجھے بہت پسند ہے تجھے دوست بنا لیتا لیکن کیا کروں؟ میں کسی اور کی دوستی کا دم بھر چکا ہوں۔ پھر بھی تو میرے دل سے دور نہیں رہے گا۔ جب تک زندہ رہوں گا اپنے اللہ سے تیرے لیے عافیت طلب کرتا رہوں گا"۔ یہ کہہ کر حضرت شیخ بیساکھی کے سہارے سے کھڑے ہوئے اور پھر بابا فریدؒ کو سینے سے لگا لیا۔ اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے بابا فریدؒ بیان کرتے تھے کہ ''مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرا پورا بدن جل گیا ہو'' یہ حضرت کا سوزِ عشق تھا جو نزدیک آنے والوں کو بھڑکتے شعلوں کی مانند محسوس ہوتا تھا۔ بابا فریدؒ تاریک غار سے نکل آئے مگر اس طرح کہ قدم تھکے تھکے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

اب بابا فریدؒ نے بدخشاں کو خیر آباد کیا اور چشت کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہی وہ مقام ہے جس کی نسبت سے سلسلہ چشتیاں نے شہرت دوام حاصل کی۔ یہاں پہنچ کر بابا فریدؒ نے حضرت یوسف چشتیؒ کے روضہ مبارک کی زیارت کی۔ پھر آپؒ شیخ شہاب الدین ولیؒ کی صحبت میں کچھ عرصہ ٹھہرے اور ان کے مہمان رہے۔ پھر آپؒ دمشق سے رخصت ہو کر شام تشریف لے گئے۔ یہاں بھی آپ مختلف بزرگوں کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے۔ پھر آپؒ نے کچھ دنوں تک بیت المقدس میں قیام فرمایا۔

معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ بابا فرید نے اس مقدس سرزمین پر چلہ بھی کیا تھا اور یہ زمین اب بھی (زاویہ فریدالدین ہندی) کے نام سے مشہور ہے۔ وقف کے طور پر یہاں ایک عمارت تعمیر کروائی ہے جو کئی کمروں پر مشتمل ہے۔ زائرین جب اس مردِ عظیم کی نشانی کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں تو انہی حجروں میں قیام کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں زائرین سے کوئی کرایہ وصول نہیں کیا جاتا۔ اپنی اس طویل سیاحت کے دوران بابا فریدؒ نے نیشاپور میں بھی قیام فرمایا تھا یہ تاریخی شہر جہاں اور کئی حوالوں سے مشہور ہے وہاں اس زمین کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہاں نامور بزرگ حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ نے اپنی خانقاہ تعمیر کی تھی۔ جب بابا فریدؒ حضرت فریدالدین عطارؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت شیخ فریدالدین عطار نے ان کا والہانہ استقبال کیا اور شدت جذبات سے سرشار ہو کر فرمایا۔ ''لوگو غور سے دیکھو کون آیا ہے فرید ہندی آیا ہے میرا محبوب فرید ہندی''۔

حضرت بابا فریدؒ حضرت شیخ کے اس اخلاق سے بہت متاثر ہوئے اور جب تک نیشاپور میں قیام رہا اس مردِ جلیل کے فیضِ صحبت سے استفادہ کرتے رہے۔ پھر واپسی میں بغداد سے گزرتے ہوئے حضرت بابا فرید بخارا پہنچے۔ یہاں آپؒ نے چند روز تک مشہور بزرگ شیخ سیف الدین فردوسیہؒ کی خانقاہ میں قیام فرمایا۔ خود بابا فرید کا بیان ہے کہ جیسے ہی میں شیخ کی خانقاہ میں پہنچا تو مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگے'' یہ نوجوان مشائخ روزگار میں سے ہوگا۔ تمام دنیا اس کے مریدوں اور روحانی فرزندوں سے بھر جائے گی۔ اتنا کہہ کر آپؒ نے مجھے ایک سیاہ خرقہ عطا فرمایا۔ کچھ دن تک شیخ سیف الدین فردوسیہؒ کی صحبتوں سے فیض یاب ہو کر بابا فرید اپنے وطن ملتان کی جانب رواں ہو گئے۔

ملتان پہنچتے ہی بابا فرید اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بے اختیار ان کے قدموں سے لپٹ گئے۔ قرسم خاتونؒ نے اپنے سعادت مند بیٹے کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور بے شمار دعاؤں سے سرفراز کیا۔ چند روز آرام کرنے کے بعد حضرت بابا فریدؒ نے اپنی مادرِ گرامی سے عرض کیا'' اگر آپؒ اجازت دیں تو میں اپنے شیخ محترم کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں؟ جواباً قرسم خاتونؒ نے فرمایا'' فرید تم ابھی اس قابل تو نہیں ہو کہ اس مردِ پاکباز کی مجلس میں شریک ہو سکو۔ پھر بھی میرے لیے یہ بات باعث طمانیت ہے کہ تم نے اپنے مرشد کے حکم کی تعمیل کی۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں''

بابا فریدؒ دہلی کی طرف روانہ ہوئے تو ان کے دل کی عجیب حالت تھی۔ دوران سفر بے قرار ہو کر فرماتے رہے یہ راستہ کبھی ختم ہوگا یا نہیں؟ فرید تو اپنی منزل تک پہنچ بھی سکے گا یا نہیں؟ یا راستے ہی میں مر جائے گا؟۔ اہل شہر نے ایک نوجوان کو دیکھا جو بار بار حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے آستانے کا پتہ معلوم کر رہا تھا۔ پھر منزل قریب آ گئی۔ کسی نے پکار کر کہا "وہ ہے حضرت قطب الدینؒ کا دربار روحانی"۔ خانقاہ پر نظر پڑتے ہی بابا فریدؒ کی حالت غیر ہو گئی۔ پھر جب گم شدہ حواس لوٹ آئے تو کانپتے قدموں سے خانقاہ میں داخل ہوئے۔ اسی وقت حضرت قطب الدینؒ کی مجلس روحانی آراستہ تھی اور دربارِ معرفت میں حضرت قاضی حمید الدین ناگوریؒ، مولانا شمس الدینؒ ترک، حضرت خواجہ محمودؒ، علاؤالدین کرمانیؒ۔ حضرت بدرالدین غزنویؒ۔ حضرت برہان الدین بلخیؒ، حضرت نورالدین غزنویؒ، حضرت ضیاالدین رومیؒ، اور حضرت شیخ نظام الدینؒ جیسے بزرگ صوفی موجود تھے۔ جب بابا فریدؒ دربار میں پہنچے تو حضرت بختیار کاکیؒ درس دے رہے تھے۔ انہوں نے ایک نظر آپؒ کو دیکھا اور پھر درس میں مشغول ہو گئے۔ بابا فریدؒ سمجھے کہ قطب الدینؒ نے آپؒ کو پہچانا نہیں ہے۔ یہ تصور بابا فریدؒ کے لیے دنیا کی ہر اذیت سے بڑھ کر تھا۔ جس کے حکم کی تکمیل میں کوچہ در کوچہ دامن پھیلایا۔ دروازے، دروازے پر دستک دی، صحرا کو پامال کیا۔ خارزاروں میں اس وقت تک سفر جاری رکھا۔ جب تک آبلے پھوٹ کر نہ بہہ گئے۔ جس کی ایک جنبش چشم نے گھر سے بے گھر کر ڈالا۔ آج اس کی نظر میں شناسائی کا دھندلا سا عکس تک نہیں۔ اس خیال نے بابا فریدؒ کے ذہن کو تہہ و بالا کر ڈالا۔ اسی دوران حاضرین مجلس میں سے ایک بزرگ، حضرت شمس الدین ترکؒ نے آدابِ محفل کے مطابق بابا فریدؒ کو بیٹھ جانے کا اشارہ بھی کیا۔ لیکن بابا فریدؒ کو کہاں ہوش تھا؟ اپنے گرد و پیش سے بے نیاز بابا فریدؒ بس ایک ہی بات سوچ رہے تھے کیا میں وہی خادم ہوں جسے آپؒ نے پہلے ظاہری تعلیم حاصل کرنے کا حکم دیا تھا؟ اور پھر فرمایا تھا کہ اس کے بعد قدم بوسی کے لیے دہلی حاضر ہو جانا۔ آپؒ اس فکر میں تھے کہ درس ختم ہوا۔ اور درس سے فارغ ہوتے ہی قطب الدینؒ نے فرمایا'' بابا فریدؒ سب کام ختم کر آئے؟ یہ چند الفاظ کیا تھے زندگی کی ایک لہر تھی جو بابا فریدؒ کے مردہ دل کو زندگی بخش گئی۔ یہ سنتے ہی آدابِ مجلس سے بے نیاز ہو کر آپؒ فوراً حضرت قطبؒ کے قدموں سے لپٹ گئے۔ شیخ اگر آپؒ مجھے نہ پہچانتے تو میں کہاں جاتا؟ آپؒ کی نگاہ کرم ہی میری پہچان ہے۔ ورنہ فرید کیا اور اس کی حقیقت کیا؟

اس کے بعد حضرت قطبؒ نے بابا فریدؒ کو اٹھایا اور اپنے سینے سے لگالیا۔اس کے بعد تمام لوگوں کی موجودگی میں بابا فریدؒ کو مرید کیا۔قطب الدینؒ نے قیام ملتان کے دوران حضرت بابا فریدؒ کو حلقہ ارادت میں شامل کر چکے تھے لیکن با قاعدہ مرید تمام بزرگوں کی موجودگی میں فرمایا۔اس کے بعد قطب الدین بختیارؒ کا کی نے بابا فرید کو ''طے'' کا روزہ رکھنے کا حاکم فرمایا۔ یہ روزہ تین دن کا ہوتا ہے اور تیسرے دن مغرب کے وقت افطار کیا جاتا ہے۔آپؒ نے تین دن کا روزہ رکھا اور تیسرے دن ایک شخص طباق میں کچھ لے کر حاضر ہوا۔آپؒ نے اس سے روزہ افطار کیا لیکن ابھی چند لقمے ہی منہ میں رکھے تھے کہ آپؒ کی طبیعت خراب ہوگئی اور آپ نے فوراً ہی قے کر دی۔ اس کے بعد آپؒ نے کچھ نہ کھایا اور مسلسل آپؒ کو قے ہوتی رہی۔رات کو حضرت قطب الدینؒ آئے تو بابا فریدؒ نے تمام حالات بیان کئے۔حضرت قطب الدین نے فرمایا ''جس طعام سے تم نے روزہ افطار کیا وہ مال حلال نہیں تھا۔تمہارا جسم کیسے اسے برداشت کرتا؟ اس لیے تم اس وقت تک قے کرتے رہے جب تک اس غذا کا ایک ایک ذرہ تمہارے بدن سے نہیں نکل گیا۔اب تم دوبارہ طے کا روزہ رکھنا۔اور ہاں افطار کے لیے غیب سے رزق آجائے گا تم انتظار کرنا۔

حضرت بابا فریدؒ نے دوبارہ تین دن کے روزے کی نیت فرمائی۔ایک انسان اندازہ کرسکتا ہے کہ تین دن پہلے روزہ کی نقاہت کتنی ہوگی کہ دوبارہ روزہ رکھنے کا حکم صادر ہوا۔آپؒ نے دوبارہ روزہ رکھا اور تیسرے دن غیب سے روزی کے منتظر رہے لیکن جب کچھ نظر نہ آیا تو پانی سے روزہ افطار فرمایا اور مغرب کی نماز ادا کی اس کے بعد آپؒ نے انتظار کے بعد عشاء کی نماز بھی ادا فرمائی۔جب کچھ دیکھائی نہ دیا تو پانی پیا اور عبادت میں مشغول ہوئے لیکن بھوک اور نقاہت کچھ کرنے نہیں دے رہی تھی۔ اچانک آپؒ نے فرش پر ہاتھ مارا کہ شاید وہاں کچھ ہے۔آپؒ کے ہاتھ باریک کنکریوں سے ٹکرائے۔آپؒ نے وہی منہ میں ڈال لیں اور پھر آپؒ نے ان میں مٹھاس محسوس کی اور آپؒ کے جسم کو توانائی بھی ملی۔اب آپؒ جب کنکریوں کو ہاتھ میں لیتے تو یہ پتھر ہوتیں اور جب منہ میں رکھتے تو میٹھی روڑیاں بن جاتیں۔آپؒ نے ان سے پیٹ بھر لیا۔آپ کو اس سے ایک نئی توانائی کا احساس ہونے لگا۔روزہ مکمل کرنے اور افطار کرنے کے بعد دوسرے دن بابا فریدؒ حضرت قطب الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ آپؒ کو دیکھتے ہی پیرومرشد نے فرمایا ''فرید روزہ مکمل ہوگیا'' جواب میں بابا فرید نے وہ تمام واقعہ سنایا۔

قطب الدینؒ نے بابا فریدؒ کو محبت کی نگاہ سے دیکھا۔پھر فرمایا ''فرزند اللہ تعالیٰ اپنے فرماں بردار بندوں کو ایسی ہی نشانیاں دکھاتا ہے، وہ سنگریزے حقیقت میں سنگریزے ہی تھے مگر تمہارے لبوں کو چھوکر اپنی فطرت بدل دیتے تھے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظہور پذیر ہورہا تھا۔جب روح کثافت کا لباس اتار کر لطافت کا لباس پہن لیتی ہے اور مسلسل ریاضت سے نفس کی سرکشی ختم ہو جاتی ہے تو انسان دائمی حلاوت (مٹھاس) حاصل کر لیتا ہے۔سنگ ریزوں کا شکر بن جانا اسی شرینی کے سبب ہے۔جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے تمہاری روح میں شامل کر دیا ہے۔فرید تمہیں قدرت کا یہ خاص انعام مبارک ہو۔آج سے تم ''گنج شکر'' بن گئے۔ایک بار پیرومرشد کی زبان سے یہ لفظ ادا ہوا تو پھر قیامت تک کے لیے حضرت فریدالدین مسعودؒ ''گنج شکر'' بن گئے۔

''طے'' کے روزے کے بعد حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے اپنے مرشد کے حکم پر کئی چلے کئے۔جب ایک چلہ ختم ہوتا تو حضرت بابا فرید کو کوئی دوسرا وظیفہ یا چلے کا حکم ہو جاتا۔ایک بار بابا فریدؒ نے قطب الدینؒ سے کہا حضور اب مجھ سے آپؒ کی دوری برداشت نہیں ہوتی۔میں آپؒ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔آپؒ نے فرمایا۔یہ دوری کیا ہے؟ یہ تو حضوری ہے۔اس چلہ کشی کے دوران صوفیا ہند کی تاریخ کا وہ عظیم الشان واقعہ پیش آیا جو وقت کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے نقش ہو کر رہ گیا۔بابا فرید اسی مخصوص برج میں چلہ کشی پر تھے کہ 612ھ میں سلطان الہند حضرت معین الدین چشتیؒ اپنے خلیفہ اکبر حضرت قطبؒ سے ملنے دہلی تشریف لائے۔جیسے ہی یہ خبر عام ہوئی۔ پورا شہر حضرت معین الدینؒ کی زیارت کے لیے امڈ آیا۔یہاں تک کہ والی ہندوستان شمس الدین التمش بھی عام نیازمندوں کی طرح خدمت میں حاضر ہوا۔پھر جب تمام لوگ خدمت اقدس میں حاضری دے کر چلے گئے تو سلطان الہند نے حضرت قطب الدینؒ بختیار کا کی سے دریافت کیا ''قطب تم نے خطوط میں اپنے ایک نئے مرید فرید الدینؒ کے متعلق اطلاع دی تھی۔مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید میں نے ملاقاتیوں کے درمیان اسے نہیں دیکھا کیا وہ حاضر تھا؟''

حضور وہ چلہ کشی کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا؟ حضرت قطبؒ کی وضاحت سن کر سلطان الہند کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا کہ اگر وہ یہاں نہیں آسکتا تو ہمیں خود وہاں جانا چاہیے۔ہم تو اس تک جانے میں عاجز نہیں ہیں۔حضرت بختیار کا کیؒ نے یہ سنا تو خوشی سے کہا ''فرید بھی کیا خوش نصیب ہے کہ اولیائے ہند کا شہنشاہ خود ایک غلام کی طرف تشریف لے جارہا ہے'' ''نہیں قطبؒ، فریدؒ اس کا مستحق ہے'' تم میرے ہو اس لیے تمہارے سے رشتہ رکھنے والا میری ذات کا حوالہ ہے، تمہاری نسبت سے فرید بھی میرا ہے۔ یہاں تک کہ تمہارے کوچے سے گزرنے والا ہر شخص میرا ہے۔''اس کے بعد سلطان الہندا اپنے قطبؒ کے ہمراہ اس برج کی طرف روانہ ہوئے جہاں بابا فریدؒ چلہ کش تھے۔سلطان الہندؒ اور قطبؒ دروازے پر کھڑے اس جاں سوختہ کو دیکھ رہے تھے۔جس نے اپنی جوانی سخت ریاضتوں کی نظر کر دی تھی۔ یکا یک بابا فریدؒ نے محسوس

کیا کہ ایک مسحور کن خوشبو حجرے میں چاروں طرف پھیل گئی ہے۔ آپؒ نے گھبرا کر آنکھیں کھولیں۔''بابا فریدؒ اپنی خوش بختی پر ناز کرو تم سے ملنے کے لیے میرے پیرومرشد سلطان الہندؒ تشریف لائے ہیں'' حضرت قطب الدینؒ نے بابا فریدؒ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ پیرومرشد کی زبان سے سلطان الہندؒ کا نام سن کر بابا فرید کی حالت غیر ہو گئی۔ احتراماً اٹھنے کی کوشش کی لیکن بے ساختہ زمین پر گر پڑے۔ کمزوری کی وجہ سے اٹھ ہی نہ سکے۔ عاجز آکر آپؒ نے زمین پر سر رکھ دیا اور بے اختیار رونے لگے۔ حضرت معین الدین چشتیؒ نے حضرت قطب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''قطب کب تک اس نوجوان کو مجاہدات کی آگ میں جلاتے رہو گے؟ آؤ ہم دونوں مل کر بارگاہ خداوندی میں عرض کریں کہ ہمارے فرزند کو شرف قبولیت بخش دیا جائے'' پھر سلطان الہندؒ نے بابا فریدؒ کا دایاں بازو پکڑا اور قطب الدینؒ نے بایاں بازو اور سلطان الہند نے بابا فریدؒ کو ذرا سی جنبش دی آپؒ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

سلطان الہندؒ نے آپؒ کے لیے دعا کی اور پھر بابا فریدؒ کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ آپؒ کو محسوس ہوا کہ پورا جسم آگ کے شعلوں سے جل اٹھا ہے۔ پھر یہی تپش آہستہ آہستہ گل وشبنم کی ٹھنڈک میں تبدیل ہو گئی۔ بابا فریدؒ نے محسوس کیا کہ آپؒ کی آنکھوں کے سامنے سے کئی حجابات اٹھ گئے ہیں اور معرفت کے کئی پوشیدہ راز سورج کی طرح روشن نظر آرہے ہیں۔ طویل سیاحت اور سخت ریاضت کے بعد جو دولت عرفان حاصل نہ ہو سکی وہ سلطان الہند کی ایک نظر کرم نے بابا فریدؒ کے دامن میں ڈال دی۔ اسی سال بابا فریدؒ کو خاندان چشت کی خلافت بھی بخشی گئی۔ اس وقت 612ھ میں آپؒ کی عمر مبارک صرف تیس سال تھی۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عالم شباب ہی میں بابا فریدؒ نے بزرگی کا وہ اعزاز حاصل کر لیا تھا جو بہت سے لوگوں کو عمر تمام ہونے کے بعد بھی میسر نہیں آتا۔ حصول خلافت کے بعد بابا فرید نے دس سال دہلی میں اور پھر بارہ سال شہر ہانسی میں طویل مجاہدات کئے۔

621ھ کا سال بابا فرید کی زندگی کا ایک انقلابی سال تھا اسی سال آپؒ کی شادی ہوئی اور ایک عارف نے راہ سلوک میں سنت نبوی خاتم النبیین ﷺ ادا کی۔ آپؒ کی زوجہ نجیب النساء کا تعلق ہانسی سے تھا۔ آپؒ نے 612ھ سے 622 ہجری تک ''ہانسی'' میں قیام فرمایا۔ بیشتر تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ حضرت بابا فریدؒ حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ کی وجہ سے اتنے لمبے عرصے ہانسوی میں قیام پذیر رہے۔ شیخ جمال الدین ہانسویؒ بابا فرید کے لاڈلے اور چہیتے مرید تھے۔ حضرت شیخ جمال الدین کا مختصر تعارف یہ ہے کہ آپؒ کا سلسلہ نسب چند واسطوں سے امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ تک پہنچ جاتا ہے۔ آپؒ کا خاندانی نام جلال الدینؒ۔ سلسلہ چشتیہ میں داخل ہونے سے پہلے آپ ایک اعلیٰ درجے کے خطیب تھے۔ ایک مرتبہ حضرت بابا فریدؒ نے آپؒ کی اس صفت کے بارے میں سنا تو فرمایا ''جمال زبان کا امیر ہے، مگر اسکا دل دولت عرفان سے خالی ہے''۔ جب شیخ جمال الدینؒ کو یہ معلوم ہوا تو آپؒ حضرت بابا فریدؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا مجھے اپنی غلامی میں قبول فرما لیجئے میں اب تک اس دولت سے محروم ہوں''۔ آپؒ نے فرمایا جمال الدینؒ تم خود ایک عالم فاضل ہو۔ اپنی تقریروں سے محفلوں میں آگ لگا دیتے ہو۔ میں تمہاری راہنمائی کس طرح کر سکوں گا؟ ممکن ہے کہ ایسا ہو جمال الدینؒ نے کہا لیکن آج آگ میں اپنے دل میں لگانا چاہتا ہوں۔ شیخ اسے عشق کی حرارت عطا کر دیجئے۔ بابا فریدؒ نے آگے بڑھ کر فاضل نوجوان کو سینے سے لگا لیا اور پھر والہانہ انداز میں فرمایا ''میرا جمال'' پھر حضرت بابا فرید شیخ جمال الدینؒ کو سلوک کی منزلیں اس طرح طے کروائیں کہ اس کا تصور ہی کر کے دوسرے عارف حیران رہ جاتے تھے۔ شیخ جمال الدینؒ عالم تھے۔ آپؒ نے کئی کتابیں تصنیف کیں۔ آپؒ شاعر بھی تھے۔ شیخ جمال الدین سے حضرت بابا فریدؒ بہت محبت کرتے تھے۔ بعض مرید اس بات پر حسد کرتے تھے۔

ایک بار حضرت بہاوالدین ذکریا ملتانیؒ نے آپؒ کو لکھا کہ ''میرے تمام مریدوں کو تم لے لو اور ان کے بدلے میں مجھے شیخ جمال الدین کو دے دو''۔ اس کے جواب میں حضرت بابا فریدؒ نے جواب دیا "شیخ کوئی اپنا جمال بھی کسی کو دیتا ہے؟ جمال میرا جمال ہےؒ۔ معاوضہ مال میں ہو سکتا ہے نہ کہ جمال میں"۔ پھر ایک اور خط ملا جس میں حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریاؒ نے کہا "ہمیشہ کے لیے نہیں تو پھر کچھ دنوں کے لیے جمال کو دے دو"۔ آپؒ نے جواب دیا "شیخؒ آپؒ چند روز کے لیے کہتے ہیں میں چند لمحوں کے لیے بھی اپنے جمالؒ کو اپنے سے الگ نہیں کر سکتا"۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت بہاؤالدین زکریاؒ نے پھر اس خواہش کا اظہار کیا۔ جواب میں بابا فریدؒ نے فرمایا "شیخؒ بار بار درخواست کر کے مجھے شرمندہ نہ کریں۔ جمال کے سلسلے میں نہ کوئی سودا ہو سکتا ہے اور نہ کوئی مفاہمت"۔

شیخ الہدیہؒ نے اپنی مشہور تصنیف ''سیر الاقطاب'' میں اس واقعے کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بابا فرید کی طرف سے مایوس ہو کر شیخ بہاؤالدین زکریا سلطانیؒ نے روحانی طاقتوں کے ذریعے شیخ جمال الدین ہانسویؒ کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ ایک دن شیخ جمال الدینؒ پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے "سیدی مجھے ملتان جانے کی اجازت مرحمت فرمائیں"۔ "جمال تم ملتان جا کر کیا کرو گے کیا وہاں کوئی ضروری کام ہے"؟" میں حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا

ملتانی کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں''۔ "کیا کہا اگر مجھے تمہیں وہاں بھیجنا ہوتا تو میں ان کے خطوط میں تمہیں بھیجنے سے انکار کیوں کرتا؟ کیا تم اپنا ارادہ نہیں بدل سکتے؟''میں کچھ دنوں کے لیے وہاں جانا چاہتا ہوں۔'' جمال الدین نے سرجھکا کر کہا''' جاؤ چلے جاؤ بابا فریدؒ نے انتہائی غصہ میں کہا''' جاؤ اور اپنا منہ کالا کرو''۔ یہ محبت ہی تھی کہ جمال الدین کی جدائی کے تصور سے ہی بابا فریدؒ جیسے شریں دہن انسان کا لہجہ شرربار ہو گیا اور ابھی فضا میں حضرت بابا فریدؒ کے الفاظ کی گونج باقی تھی کہ حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ کا تمام علم روحانی سلب ہو گیا۔ اب شیخ جمال الدینؒ کی حیثیت اس شخص کی سی تھی جس سے محنت شاقہ کے بعد ایک بڑا سرمایہ جمع کیا ہو اور اچانک کسی نظر نہ آنے والے ہاتھ نے اس کی ساری دولت چھین لی ہو۔

حضرت بابا فریدؒ کے اظہار غضب کے بعد جمال الدینؒ نے خانقاہ میں ٹھہرنے کی کوشش کی تھی مگر پیرومرشد بار بار یہی فرمارہے تھے، "جاؤ، جاؤ، جاؤ۔ میری نظروں کے سامنے سے دور ہو جاؤ۔ اپنے سینے میں جہاں جانے کی آرزو رکھتے ہو وہیں چلے جاؤ"۔ شیخ جمال الدین کی عافیت بھی اسی میں تھی کہ اس وقت نظروں سے دور چلے جائیں۔ پھر شیخ جلال الدینؒ کیا گئے۔ پوری خانقاہ اداسیوں میں ڈوب گئی۔ اگرچہ شب وروز وہی تھے۔۔ مسافران عشق بھی وہی تھے اور منزل عرفان بھی وہی تھی۔ لیکن خود''میر مجلس'' شکستہ تھا۔ بابا فریدؒ اب اس کا نام بھی سننے کو تیار نہ تھے۔ آپؒ نے کہا کہ'' جانے والے چلے گئے، ان کا نام بھی چلا گیا'' یہ مدت فراق کتنا عرصہ رہی، معلوم نہیں۔ کہنے والے یہ کہتے ہیں کہ شیخ جمال الدینؒ کی ظاہری حالت بگڑتی چلی گئی۔ "یہ گردش روز وشب کا کیسا ہذف ہے کہ پہچانا بھی نہیں جاتا۔ اللہ اس پر اپنا رحم کرے''۔

جمال الدین ہانسویؒ چپ چاپ لوگوں کی باتیں سنتے، کہتے بھی تو کیا کہتے اور کس سے کہتے؟ اب کچھ کہنے کا چارا ہی کہاں تھا؟ پھر جب ضبط سخن سے سینہ جل اٹھتا تو آسمان کی طرف دیکھ کر چیخنے لگتے۔'' لوگو تمہیں کیا بتاؤں کہ میں کون ہوں؟ جب میری پہچان کھو گئی تو تم مجھ سے میرا تعارف چاہتے ہو۔ تمہیں کیا خبر کہ میں کس محل سے اٹھایا گیا ہوں؟'' پھر اسی زمانہ فراق میں شیخ جمال الدین کی ملاقات عالم نامی ایک شخص سے ہوئی۔ عالم ایک بڑا سوداگر تھا اور حضرت بابا فریدؒ کا مرید بھی تھا۔ جب اسے یہ تمام قصہ معلوم ہوا تو وہ شدت الم سے رونے لگا۔ اور اس نے جمال الدینؒ کو دیکھا تو کہا'' جمال یہ تم ہو؟''۔ ہاں یہ میں ہی ہوں۔'' راندہ درگاہ شیخ''۔ حضرت جمال الدینؒ نے اس طرح کہا کہ آپؒ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والا ایک ایک لفظ حسرت وآرزو کا مرثیہ اور ماضی وحال کا نوحہ تھا۔'' میں کیا کروں؟ خدا کے لیے مجھے بتاؤ میں کیا کروں''؟ عالم سوداگر نا قابل بیان اضطراب میں مبتلا تھا۔'' میں کسی سے کچھ نہیں کہتا۔ جس کی بارگاہ سے محروم ہوا ہوں وہ میرے حال سے بے خبر نہیں ہے۔ ہاں اگر تم کبھی قربت شیخ سے شرف یاب ہو جاؤ تو اس غلام کی حالت زار بیان کر دینا"۔ پھر عالم سوداگر نے دوسرے مریدوں سے حضرت جمال الدینؒ کے بارے میں معلوم کیا۔ عالم سوداگر ایک اضطراب میں مبتلا تھا جب کہ باقی مریدوں کا کہنا تھا" شیخ اس کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتے"۔ آخر عالم سوداگر نے یہ طے کر لیا کہ وہ حضرت کے قدموں پر سر رکھ کر جمال الدینؒ کے لیے معافی کا خواستگار ہوگا اور پھر قدرت نے اسے یہ موقعہ فراہم کر دیا۔ ایک دن حضرت بابا فریدؒ نے رات کے وقت عالم سوداگر کو اپنی خانقاہ میں طلب کیا۔ عالم سوداگر جب پیرومرشد کے سامنے حاضر ہوا تو وہ کچھ کہنے کی بجائے رونے لگا۔ اس کی اشک ریزی پیرومرشد کے لیے باعث تشویش تھی۔ انہوں نے کہا:" کیا بات ہے عالم؟ بتاؤ، آخر بات کیا ہے"؟ عالم برابر زاروقطار روتا رہا اور آپؒ کو دیکھتا رہا۔" عالم اپنے دل کی بات کہہ دو وہ کونسا غم ہے جو تمہیں رلا رہا ہے"؟'' سیدی میں تو آپؒ کی دعاؤں کے سائے میں ہوں مگر جمال کو آپ کی جدائی کی تیز دھوپ نے جلا ڈالا ہے۔ اب اس سے صدمہ فراق برداشت نہیں ہوتا''۔ عالم سوداگر نے دیکھا کہ یہ بات سن کر بابا فرید اداس ہو گئے۔ یہ راز کسی کو معلوم نہ تھا کہ خود بابا فریدؒ بھی اپنے مرید کی جدائی میں ہمہ وقت بے قرار رہتے تھے۔

بابا فریدؒ کو خاموش پا کر عالم سوداگر نے سوال کیا" سیدی اب جمال کے لیے کیا حکم ہے"؟ اب اس پر یہ حقیقت ظاہر ہو گئی ہوگی کہ اس نے کیا جرم کیا تھا؟ **یہ کوئی دنیا پرستی کی منزل ہے کہ آج ایک مکان میں قیام کیا کل دوسری جگہ ڈیرا ڈال دیا۔ یہ تو خانہ بدوشوں کی رسم ہے اور خانہ بدوشوں کا کوئی گھر نہیں ہوتا وہ اپنا کوئی مرکز نہیں رکھتے۔ جمال بھی اپنے مرکز سے ہٹ جانا چاہتا تھا تو پھر اسے چلے ہی جانا چاہیے تھا۔ اس نے خواجگان چشت کی محبتوں کو کافی نہیں سمجھا تو پھر خدا کی زمین بہت وسیع ہے۔ ہم سے زیادہ محبت کرنے والا ڈھونڈ لے"**۔ بابا فرید نے فرمایا۔''نہیں سیدی جمال خانہ بدوش نہیں ہے وہ خانہ بدوش ہوتا تو ملتان چلا جاتا وہ تو بس ایک لہر تھی اگر شیخ محترم اپنی آنکھوں سے اس کی ندامت دیکھ لیں تو پھر اعتبار آجائے گا کہ وہ مرکز سے نہیں بچھڑا ہے"۔ عالم سوداگر بڑے عجیب انداز میں جمال کی وکالت کر رہا تھا۔" اسے معاف کر دیں۔ اسے معاف کر دیں۔''' مجھے معلوم ہے کہ وہ اپنے مرکز سے نہیں بچھڑا ہے اگر جمال بچھڑنے والا ہوتا تو فریدؒ اس کی خاطر یہاں کیوں آتا؟ میں جانتا ہوں کہ وہ کس حال میں ہے۔ کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اپنی بارگاہ سے نکال کر ہم نے اسے دل سے نکال دیا ہے۔ وہ میرا جمال ہے اور روز اول کی طرح مجھ میں شامل ہے"۔ پھر ایک طویل وقفہ سکوت کے بعد بابا فریدؒ نے سوداگر عالم سے فرمایا'' جمال سے کہہ دو کہ واپس چلا آئے اس کے لیے میرے دروازے کھلے ہیں۔

افسوس کے اس نے میرے چہرے پر نمایاں ہونے والے غیض وغضب کو دیکھا، میرے دل کو نہیں دیکھا۔اس راستے پر نظر نہیں ڈالی، جہاں درد تھا۔خلش تھی، داغ فراق تھا اور سوزش بے کنار تھی اگر وہ ایک بار بھی ادھر دیکھ لیتا تو پھر خود بھی صحرا نوردی نہ کرتا اور میرے دل کو بھی اذیت اور کرب کے حوالے نہ کر جاتا'' یہ کہہ کر بابا فریدؒ اپنے حجرہ خاص سے چلے گئے۔اس وقت عالم سوداگر کو یہ محسوس ہوا کہ غیض وجلال کا یہ پیکر گل وشبنم سے زیادہ نرم اور شمع سے زیادہ گداز رکھتا تھا۔پھر جب جمال الدین ہانسویؒ کو پیرومرشد کی رضامندی کا پیغام دیا گیا تو پھر کچھ دیر کے لیے ان پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔پھر سینے سے ایک آہ کھینچی اور خاردار زمین پر اپنا سر رکھ دیا۔پیشانی سے خون کے قطرے نمودار ہونے لگے۔مگر شیخ جمال نے سر نہیں اٹھایا۔حضرت شیخ جمال ہانسویؒ کا جسم ہی نہیں ان کی روح تک زخموں سے چور تھی۔پھر جب شیخ جمال الدین ہانسویؒ عالم سوداگر کے ہمراہ پیرومرشد کے حضور پہنچے تو بابا فریدؒ کی مجلس درس آراستہ تھی۔شیخ جمال کے داخل ہوتے ہی بام ودر ساکت ہوکر رہ گئے۔''جمال یہ کیا حالت بنا رکھی ہے''؟ جیسے ہی بابا فریدؒ کی نگاہ جمال کے زخم آلود چہرے پر پڑی۔آپؒ بے اختیار کہہ اٹھے ''کوئی اپنا جمال اس طرح برباد کرتا ہے''۔حضرت بابا فرید کا لہجہ اس قدر رقت آمیز تھا کہ حاضرین مجلس بھی رونے لگے۔''سیدی یہ تو بہت کم ہے'' شیخ جمال کی زبان سے الفاظ مشکل سے نکل رہے تھے۔سایہ شیخ سے جدا ہونے والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔مجھے فراق کی دھوپ نے جلا ڈالا ہے، مگر قربت کے ان لمحوں نے زندہ رکھا جو کبھی میرا مقدر بنائے گئے تھے''۔''بس جتنا جلنا تھا جل چکے اب آزمائش کی کوئی دھوپ تمہارے قریب سے ہوکر بھی نہیں گزرے گی۔اے جانباز شوق میری طرف آ کہ خواجگان چشت کی محبتوں کے سائے تیرے منتظر ہیں"۔جیسے ہی بابا فریدؒ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے، شیخ جمال الدینؒ بچے کی طرح دیوانہ وار آگے بڑھے جو اپنی ماں کی آغوش سے بچھڑ کر ایک زمانہ دراز تک وقت کی گردشوں کا شکار رہا ہو۔حضرت بابا فریدؒ بھی اپنی نشست سے اٹھے، شیخ جمال الدین نے اپنے مرشد کے قدموں پہ سر رکھ دیا اور زار وقطار رونے لگے، حضرت بابا فریدؒ نے اپنے محبوب مرید کو اٹھا کر سینے سے لگایا۔اور انتہائی جذبات کے عالم میں فرمایا''آج میرا جمال قطب عالم ہے''۔جب حضرت بابا فریدؒ نے شیخ جمال کو''قطب عالم'' کہہ کر پکارا تو حاضرین مجلس کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے خانقاہ کے در ودیوار روشن ہوگئے ہوں اور ایک عجیب سی خوشبو نے پوری مجلس کا احاطہ کرلیا۔شیخ جمال الدین ہانسویؒ کا چہرہ جو مسخ ہونے کی حد تک بگڑ گیا تھا نہ صرف اپنی حالت پر لوٹ آیا بلکہ چہرے کی تابنائی اس حد تک بڑھ گئی کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں اور روحانی مدارج کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا کہ اس دن سے شیخ جمال الدین ہانسویؒ قطب عالم ٹھہرے۔اس کے بعد شیخ جمال الدین کبھی پیرومرشد سے جدا نہ ہوئے۔

حضرت شیخ جمال الدین ہانسویؒ 569ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔اس وقت بابا فرید حیات تھے۔شیخ جمالؒ کے انتقال کی خبر سن کر ان کے دل پر کیا گزری ہوگی۔اس کیفیت کا نہ تو اندازہ کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی تحریر میں لایا جاسکتا ہے۔ربیع الاول کا مہینہ تھا حضرت بابا فریدؒ اپنے مرشد قطب الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔دہلی میں چار روز قیام کیا پھر محفل سماع میں شرکت کے بعد ہانسوی جانے کی اجازت طلب کی۔حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ نے بڑی محبت سے آپؒ کو گلے لگایا اور نہایت پرسوز لہجے میں فرمایا''مولانا فرید دنیا اور آخرت میں تم ہی میرے رفیق ہو اور میرا مقام درحقیقت تمہارا بھی مقام ہے۔اس عنایت خاص پر حضرت بابا فرید کی آنکھیں بھیگ گئیں۔پھر رخصت کرتے وقت قطب الدینؒ نے فرمایا''میں تمہاری امانت قاضی حمیدالدین ناگوریؒ کو دے دوں گا'' بابا فریدؒ کو ہانسی جانے کی اجازت دے دی۔ایک ہفتہ کے بعد رات بابا فریدؒ نے خواب میں دیکھا کہ پیرومرشد یاد فرمارہے ہیں۔رات کا پچھلا پہر تھا آنکھ کھلی تو بے چین ہوگئے۔فوراً ہی بی بی نجیب النساء سے فرمایا "سفر کا سامان تیار کرو"۔"ہم کہاں جارہے ہیں"؟

''دہلی''۔ "ابھی تو وہاں سے آئے ہیں"۔مرشد کا یہی حکم ہے۔''صبح نکل چلیں گے''۔میرے لیے ایک لمحہ بھی گراں ہے۔بابا فریدؒ بہت مضطرب نظر آرہے تھے۔پھر رات کے اندھیرے ہی میں آپؒ دہلی کی طرف روانہ ہوگئے۔4 دن کے بعد دہلی پہنچے لیکن حضرت بختیار کاکیؒ دنیا سے رخصت ہوچکے تھے۔آفتاب زیر خاک ہورہا تھا۔جس شخص کا شمار صابرین میں ہوتا تھا فراق کی اس منزل سے گزرا تو صبر وقرار کھو بیٹھا۔بابا فرید بچوں کی حضرت قطبؒ کی قبر سے لپٹ کر رورہے تھے۔

دوسرے دن حضرت قاضی حمیدالدین ناگوری نے حضرت بابا فریدؒ کو وہ خرقہ اور تبرکات پیش کردیئے جو قطب الدینؒ نے انہیں دینے کے لیے کہا تھا۔انہوں نے بابا فرید کو بتایا "قطب صاحب نے اہل مجلس کے سامنے فرمایا تھا۔جب مولانا فریدؒ آئیں تو خواجگان چشت کے تبرکات ان کے حوالے کردیئے جائیں۔میرے بعد وہ ہی پیران چشت کی امانتوں کے امین ہیں۔اس کے ساتھ ہی قطب صاحب کا عصاء اور نعلین (کھڑاواں) پیش کردیں"۔ اس کے بعد بابا فریدؒ نے تمام حاضرین سے فرمایا "برادران عزیز جب میں پیرومرشد سے مل کر ہانسی جارہا تھا تو پیرومرشد نے فرمایا تھا''فرید میرا مقام درحقیقت تمہارا ہی مقام ہے''لوگو سنو یہ سیدیؒ کا ظرف تھا میں حضرت قطب الدینؒ کا ادنیٰ غلام ہوں۔تم سب میرے لیے دعا کرو کہ میں اس آزمائش پر پورا اتروں"۔حاضرین نے جواب دیا''آپؒ پیرومرشد کی روشن نشانی ہیں اس لیے اب

آپ ہی ہمارے شیخ ہیں اور آپؒ ہی ہمارے راہنما ہیں''۔اس کے بعد بابا فریدؒ ہانسی سے 635ھ میں اجودھن تشریف لے گئے۔اکثر تذکرہ نگاروں کا خیال ہے کہ ہانسی میں خلق خدا کا ہجوم رہنے لگا تھا۔بابا فریدؒ گوشۂ تنہائی کی تلاش میں اجودھن چلے گئے۔اجودھن میں آنے کے بعد یہاں بھی بابا فریدؒ کی شہرت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا۔اسی لیے کہ بابا فریدؒ کی محبتوں کا دروازہ ہر خاص وعام کے لیے کھلا رہتا تھا۔اجودھن کا حاکم اور اجودھن کا قاضی کسی کا بھی کوئی داؤ آپؒ پر نہ چل سکا اور آپؒ بڑی ہی پامردی سے خلق خدا کی خدمت میں لگے رہے۔حضرت بابا فریدؒ کا شمار ان بزرگان دین میں ہوتا ہے جنہیں اہل زمانہ کے ہاتھوں سخت اذیتیں برداشت کرنی پڑیں۔ایذا پہنچانے والے ایک خدا کے نام لیوا بھی تھے اور ان گنت دیوتاؤں کے پجاری بھی۔بت پرستوں کی ایذا رسانی کا مفہوم تو سمجھ میں آتا ہے کہ بابا فرید کی تبلیغ وہدایت سے ان کے حرم کو شدید خطرہ لاحق تھا۔مگر حاکم اجودھن تو مسلمان ہونے کا دعویٰ دار تھا۔پھر وہ بابا فریدؒ کے خلاف کیوں تھا؟ دراصل یہ قدرت کا ایک راز ہے۔**اولیاءکرام اس لیے ستائے جاتے ہیں کہ ان کے درجات بلند ہوں اور قدرت انسانوں کے درمیان یہ حجت قائم کر سکے کہ ان پر ایمان لانے والے ہر حال میں راضی بہ رضا رہتے ہیں۔**

خدمت خلق بابا فریدؒ کی زندگی کا ایک بہت بڑا مشن تھا۔آپؒ فرمایا کرتے تھے "اس کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا"۔آپؒ کا مشہور قول ہے کہ ''دشمنوں کو نیک مشورے سے شکست دو اور دوستوں کو تواضع سے اپنا گرویدہ بنالو''۔

حضرت بابا فریدؒ کا قول ہے''حق تعالیٰ سے بندگی کے رشتہ کو مضبوط کر کے سب اس سے لیتے ہیں اور وہ سب کو دیتا ہے اور جب وہ کسی کو دیتا ہے تو کوئی اس سے چھیننے والا نہیں ہوتا''۔حضرت بابا فریدؒ ہمیشہ پیوند لگا ہوا لباس استعمال کرتے تھے۔تمام ہدیے راہ خدا میں تقسیم کروا دیا کرتے تھے۔ہدیہ کئے ہوئے لباس صرف ایک مرتبہ پہن کر دے دیا کرتے تھے۔لاکھوں انسانوں کے دلوں پر حکومت کرنے والے کے پاس ایک پرانی گدڑی تھی۔دن میں اس پر بیٹھ کر احکام شریعت سنائے جاتے اور رات میں اس گدڑی کو چادر کے طور پر استعمال کیا جاتا۔اگر معرفت کا شہنشاہ اس کو ذرا اوپر کر لیتا تو پاؤں کھل جاتے۔پیروں کو چھپانے کے لیے الگ ایک پیوند لگا کپڑا تھا۔مرشد کا عصا تکیے کا کام دیتا تھا۔

خوراک مختصر اور سادہ تھی۔اجودھن تشریف لائے تو برسوں پیلو کے پھلوں پر گزارا کیا۔پھر جب فتوحات کا دروازہ کھلا تو لنگر خانے کا دروازہ بھی نصف شب تک کھلا رہنے لگا۔جماعت خانے میں تمام ضروری سامان موجود رہتا تھا۔مسافر اور خدمت گار سیر ہو کر کھاتے تھے۔ان میں قرآن مجید حفظ کرنے والوں کی کثرت تھی۔حضرت بابا فریدؒ نے اس وقت تک روزے رکھے جب تک آپؒ پر ناتوانی غالب نہ آئی۔حضرت بابا فریدؒ کی عبادت اور ریاضت کا یہ عالم تھا کہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے تھے۔ہر رات قرآن پاک ختم فرماتے۔نماز کے علاوہ طویل سجدے کرتے۔رمضان میں دو قرآن پاک سنایا کرتے۔آخری عمر میں تراویح بیٹھ کر پڑھتے تھے۔اکثر استغراق اور جذب کی کیفیت میں رہتے تھے۔حضرت نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں "پیرومرشد کو 'خلہ'' کا مرض لاحق ہوا اور پھر اس مرض میں آپؒ کا انتقال ہوا"۔''خلہ'' ایک ایسی بیماری ہے جس میں پہلو اور جوڑوں کا درد یکا یک حملہ آور ہوتا ہے۔حاضرین مجلس میں کسی نے پوچھا " کیا آپؒ پیرومرشد کی وفات کے وقت موجود تھے "؟اس سوال پر حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔پھر آپؒ نے فرمایا" حضرت شیخؒ نے مجھے شوال کے مہینے میں دہلی کے لیے روانہ کیا تھا۔اور آپؒ کی وفات 5 محرم کو ہوئی۔وصال کے وقت پیرومرشد نے مجھے یاد فرمایا تھا۔کسی نے کہا کہ وہ تو دہلی میں ہے۔جواب میں آپؒ نے فرمایا میں بھی حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کے انتقال کے وقت ہانسی میں تھا۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ یہ واقعہ بیان کرتے وقت روتے جاتے تھے۔آپؒ کی یہ کیفیت دیکھ کر حاضرین مجلس پر بھی گریہ طاری ہوگیا۔کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو فراق شیخ کا ذکر سن کر بھیگ نہ گئی ہو۔مختصر سے وقفہ سکوت کے بعد حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا پانچویں محرم کو مرض کی شدت بڑھ گئی۔حضرت شیخؒ نے عشا کی نماز باجماعت ادا کی اور پھر بے ہوش ہو گئے۔ایک گھنٹے کے بعد ہوش میں آئے تو حاضرین سے پوچھا "میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے "؟۔ "سیدی آپؒ نماز باجماعت ادا کر چکے ہیں''۔خدام نے دست بستہ عرض کیا (مریدین نے) میں دوبارہ عشاء کی نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا۔"اللہ ہی جانتا ہے کہ پھر کیا ہو "؟ یہ کہہ کر آپؒ نے دوبارہ نماز ادا کی اور پھر بے ہوش ہو گئے۔اس بار بے ہوشی کا وقفہ زیادہ طویل تھا لیکن ہوش میں آنے کے بعد پھر یہی سوال کیا" کیا میں نے عشاء کی نماز پڑھ لی ہے"؟ خدام نے کہا"سیدی آپؒ دوبار نماز عشاء ادا کر چکے ہیں"۔"میں ایک بار اور نماز پڑھنا چاہتا ہوں"۔بابا فریدؒ نے کہا۔اللہ ہی جانتا ہے کہ پھر کیا ہو؟ یہ کہہ کر آپؒ نے تیسری بار نماز عشاء ادا کی اور پھر سجدے کی حالت میں خالق حقیقی سے جا ملے۔

ویکھ فریدا مٹی کھلی، مٹی اُتے مٹی ڈُلی

مٹی ہنسے مٹی رووے، انت مٹی دا مٹی ہووے

حضرت بابا فریدؒ نے نماز ہی سے اپنی زندگی کا آغاز کیا اور نماز ہی میں آپؒ کی سانسوں کا شمار ختم ہوا۔ سرورِ کونین حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے ''نماز مومن کی معراج ہے'' حضرت بابا فریدؒ کو بھی یہ معراج حاصل ہوئی اور اس شان سے کہ آخری سجدہ ادا کرنے کے بعد آپؒ کی آنکھوں نے کوئی دوسرا منظر نہ دیکھا۔ حضرت نظام الدینؒ سے دریافت کیا کہ وفات کے وقت حضرت بابا فریدؒ کی عمر کیا تھی آپؒ نے فرمایا ''666-582=84 سال'' پھر حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اشک بار آنکھوں کے ساتھ فرمایا انتقال کے وقت حضرت شیخ کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری تھے ''یا حی یا قیوم''۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ 666ھ میں اس دنیا سے رخصت ہوئے۔

حضرت بابا فریدؒ کے تمام صاحبزادوں کا اس پر اتفاق تھا کہ آپؒ کو اجودھن کی فصیل کے باہر اس مقام پر سپرد خاک کیا جائے جہاں شہدا مدفون ہیں۔ اس غرض سے آپؒ کے جنازے کو فصیل سے باہر لے جایا گیا۔ مگر عین موقعہ پر آپؒ کے محبوب ترین صاحب زادے حضرت شیخ نظام الدینؒ تشریف لے آئے۔ اس وقت وہ سلطان غیاث الدین بلبن کے ملازم تھے اور پٹیالہ میں مقیم تھے۔ انہوں نے کچھ دن پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ والد محترم انہیں بلا رہے ہیں۔ آپؒ نے فوراً ہی سلطان سے رخصت کی اجازت لی اور اجودھن روانہ ہو گئے۔ آپؒ اس رات اجودھن پہنچے جس رات حضرت بابا فریدؒ کا وصال ہوا تھا۔ آپؒ نے شہر میں داخل ہونے کی بہت کوشش کی لیکن تمام دروازے بند ہو چکے تھے۔ اس لیے مجبوراً پوری رات شہر کے باہر گزاری۔ وفات سے پہلے حضرت بابا فریدؒ بار بار فرماتے ''نظام الدین آ گیا ہے مگر کیا فائدہ کہ اب اس سے ملاقات نہیں ہو سکتی''۔

پھر جب صبح شیخ نظام الدینؒ شہر میں داخل ہونے کے لیے فصیل کے دروازے تک پہنچے تو سامنے سے حضرت بابا فریدؒ کا جنازہ آ رہا تھا۔ آپؒ نے بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے بھائیوں سے پوچھا کہاں آسودہ خاک کرو گے؟ فصیل کے باہر جہاں شہداء کی قبریں ہیں۔ یہ وہی مقام ہے جہاں حضرت شیخ ذکر الٰہی میں مصروف رہتے تھے''۔ اگر تم والد گرامی کو فصیل کے باہر دفن کرو گے تو جو حضرت شیخ کی زیارت کو آئے گا وہ باہر سے ہی فاتحہ پڑھ کر چلا جائے گا۔ الغرض شیخ نظام الدینؒ کے مشورہ سے جنازہ فصیل کے اندر لایا گیا اور پھر اس جگہ دفن کیا گیا جہاں آج کل آپؒ کا مزار مبارک موجود ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا بیان ہے کہ حضرت شیخ کی لحد کے لیے کچی اینٹیں تک موجود نہ تھیں۔ مجبوراً پیر و مرشد کے مکان سے چند کچی اینٹیں نکال کر لحد میں لگائی گئیں۔ یہ ہے اس مرد فقیر کی آخری آرام گاہ جس کے سامنے بڑے بڑے باجبروت بادشاہ سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے۔

پھر جب امیر تیمور ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو سب سے پہلے اس نے آپؒ کے مزار مبارک پر حاضری دی۔ پھر اسی فاتحہ ایشیاء کی نسل سے مغل شہنشاہ جلال الدین اکبر پیدا ہوا۔ ہر چند کہ شیخ مبارک اور اس کے بیٹوں ابوالفضل اور فیضی نے اکبر کو خدا بنانے کی کوشش کی تھی مگر مغل شہنشاہ زندگی بھر بزرگان دین کے حلقہ اثر سے آزاد نہ ہو سکا۔ اس نے کئی بار حضرت بابا فریدؒ کے مزار مبارک پر حاضری دی اور اجودھن کا نام بدل کر پاک پتن رکھ دیا۔ آج یہ شہر اسی عقیدت کی یادگار ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ (محبوب الٰہی)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے جانشین ہیں۔آپؒ کے والد کا نام خواجہ سید احمد ہے۔آپؒ کی والدہ حضرت خواجہ سید عرب کی صاحبزادی تھیں۔آپؒ سادات میں سے ہیں۔والد اور والدہ کی طرف سے آپؒ سید النسب حسینی ہیں۔آپ کا نام محمد نظام الدینؒ ہے۔آپؒ 27 صفر 636ھ میں آخیری چہارشنبہ کے دن پیدا ہوئے۔

خطاب: سلطان المشائخ،محبوب الٰہی۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے والد ان کی کم عمری میں ہی وفات پا گئے تھے۔آپؒ کی والدہ نے آپؒ کو مکتب بھیجا۔وہاں حضرت مولانا شاولی مقرقی سے آپؒ نے ایک پارہ پڑھا اور اس کے بعد آپؒ نے تمام قرآن پاک ختم کر لیا اور پھر آپؒ نے کتابیں پڑھنا شروع کر دیں۔آپؒ نے تمام علوم ظاہری،یعنی فقہ،حدیث،تفسیر کلام،معنی منطق،حکمت،فلسفہ،ہیت،ہندسہ،لغت،ادب اور قرات وغیرہ میں کمال حاصل کیا۔ساتوں قراتوں کے ساتھ آپؒ نے قرآن شریف یاد کیا۔دہلی پہنچ کر آپؒ نے مولانا کمال الدین محدث سے ''مشتاق الانوار'' کی سند حاصل کی۔آپؒ نے اپنے پیرو مرشد حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کی خدمت میں رہ کر چھ پارے پڑھے۔تین کتابیں اور بھی پڑھیں۔ان کتابوں کے علاوہ آپ نے ''عوارف'' کے چھ باب بھی ''اجودھن'' میں رہ کر پیرو مرشد کی خدمت میں پڑھے۔آپؒ نے تمام علوم ظاہری میں کمال حاصل کیا۔اس کے بعد آپؒ بدایوں سے ہجرت کر کے دہلی میں رونق افروز ہوئے۔دہلی میں آپؒ کی والدہ محترمہ کا انتقال ہو گیا۔آپؒ کے لیے یہ ایک بڑا صدمہ تھا۔یہاں پر شیخ نجیب الدینؒ متوکل کی صحبت آپؒ کی مونس اور ہمدم تھی۔

مجذوب سے ملاقات:۔ایک دن آپؒ قطب الاقطاب حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کے مزار پر حاضر ہوئے۔وہاں آپؒ کی ملاقات ایک مجذوب سے ہوئی۔آپؒ نے ان مجذوب سے درخواست کی کہ وہ ان کے لیے دعا کریں کہ وہ قاضی ہو جائیں۔ان مجذوب نے جواب دیا ''نظام الدین،قاضی بننا چاہتے ہو اور میں تم کو دین کا بادشاہ دیکھ رہا ہوں۔تم ایسے مرتبے پر پہنچو گے کہ تمام عالم تم سے فیض لے گا''۔ایک دن آپؒ نے شیخ نجیب الدینؒ متوکل سے بھی قاضی بننے کے واسطے دعا کے لیے کہا تھا۔توانہوں نے جواب دیا۔''تم انشاءاللہ قاضی نہ بنو گے بلکہ ایک ایسی چیز بنو گے جس کو میں جانتا ہوں''۔

بابا فرید گنج شکر سے غائبانہ ارادت:۔حضرت محبوب الٰہیؒ کی عمر بارہ سال کی تھی۔آپؒ بدایوں میں لغت کے حاصل کرنے میں مشغول تھے۔ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپؒ کے استاد حضرت مولانا علاؤالدین اصول کے پاس ایک شخص ملتان سے آیا۔اس شخص کا نام ابوبکر خراط تھا۔اس کو ابوبکر قوال بھی کہتے تھے۔آپؒ کے استاد نے اس شخص سے اس طرف کے مشائخین اور اولیاء کا حال دریافت کیا۔اس شخص نے حضرت شیخ بہاؤالدین ذکریاؒ ملتانی کی بے حد تعریف کی۔اس نے کہا کہ اس نے ان کو قوالی بھی سنائی ہے۔ان کی عبادت وریاضت بیان سے باہر ہے۔ان کی کنیزوں تک کا یہ حال ہے کہ کام کی حالت میں بھی ہر وقت ذکر کرتی رہتی ہیں۔اس خطے کو انہوں نے فیض و کرم سے منور کر دیا ہے۔حضرت نظام الدین اولیاءؒ یہ سنتے رہے پھر ابوبکر قوال نے ''اجودھن'' کا حال بیان فرمایا کہ وہاں حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ رہتے ہیں۔وہ ان کی خدمت میں بھی حاضر ہوا تھا اور ان کو ایک ماہ تمام پایا۔انہوں نے اپنے نور معرفت سے تاریک دلوں کو روشن کر دیا ہے۔لوگوں کے دلوں کو انہوں نے مسخر کر لیا ہے۔بہت لوگ ان کے حلقہ بگوش ہیں۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے جب حضرت بابا فریدؒ کی یہ تعریف سنی تو آپؒ کے دل میں محبت کا ایک جزبہ موجزن ہوا۔اور غائبانہ طور پر آپؒ کو حضرت بابا فریدؒ سے ارادت پیدا ہو گئی۔اس عقیدت میں روز بروز ترقی ہوتی گئی۔پھر محبت کا یہ عالم ہوا کہ آپؒ ہر نماز کے بعد 10 مرتبہ شیخ فرید اور دس بار مولانا فرید کہتے تھے۔آپؒ کے دوستوں کو بھی اس کا علم ہو گیا۔آپؒ جب بدایوں سے دہلی میں سکونت کے لیے روانہ ہوئے تو ایک شخص جس کا نام عیوض تھا اس کو ساتھ لے لیا۔جب راستے میں کوئی خوف یا خطرہ پیش آتا تو بے ساختہ کہتا ''اے پیر موجود رہیے کہ ہم آپؒ کی پناہ میں جا رہے ہیں''۔نظام الدین اولیاءؒ نے جب یہ کلمات سنے تو پوچھا تمہارے یہ پیر کون ہیں؟ اس شخص نے جواب دیا ''میرے پیر وہ ہیں جنہوں نے آپؒ کے دل کو اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور آپؒ کو اپنی محبت کا فریفتہ بنا دیا ہے''،یعنی شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ۔یہ سن کر حضرت نظام الدینؒ کا خلوص اور اعتقاد اور بڑھ گیا۔

دہلی میں آپؒ شیخ نجیب الدین متوکلؒ کی صحبت میں زیادہ وقت گزارتے تھے۔وہاں بابا فریدؒ کا بہت ذکر ہوتا تھا۔آپؒ کی عقیدت بڑھتی رہی۔اس طرح تین سال گزر

گئے۔ پھر آپؒ کا شوق ارادت غالب آ گیا۔

اجودھن کو روانگی:- آپؒ بغیر کسی زادہ راہ کے اجودھن کو روآنہ ہوئے۔ ہانسی پہنچ کر آپؒ کو قافلے کا انتظار کرنا پڑا۔ جب قافلہ جمع ہوا۔ آپؒ بھی اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ قافلے کا سردار جب کوئی خطرہ محسوس کرتا تو کھڑا ہو جاتا اور بلند آواز سے کہتا ''حضرت پیر دستگیر شفیع وقت رہیے''۔ حضرت نظام الدین اولیاء نے اس سے دریافت کیا تمہارا پیر کون ہے؟ اس نے جواب دیا ''میرے پیر حضرت قطب عالم شیخ فریدالدین گنج شکر ہیں'' راستے میں کبھی آپؒ کو ملتان کا خیال آتا کبھی اجودھن کا۔ ایک دن آپؒ نے خواب میں حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''نظام الدین اجودھن کا راستہ پکڑو''۔ اب آپؒ بغیر کسی پس و پیش کے فرید، فرید کہتے ہوئے اجودھن روانہ ہو گئے۔

حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کی خدمت میں:- بدھ کے دن 11 رجب المرجب 665ھ میں آپ اجودھن میں داخل ہوئے۔ بعد نماز ظہر حضرت بابا فریدالدینؒ کی خدمت اقدس میں قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ بابا فرید نے آپؒ کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔ ترجمہ: ''اے کہ تیرے فراق کی آگ نے دلوں کو کباب کر دیا اور تیرے اشتیاق کے سیلاب نے جانوں کو خراب کر دیا''۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ پر دہشت کا اس قدر غلبہ تھا کہ کچھ کہہ نہ سکے۔ بابا فریدؒ نے فرمایا: ترجمہ: ''شاباش خوب آئے انشاءاللہ دین و دنیا کی نعمتوں سے بہرہ مند ہو گے''۔

بیعت اور خلافت:- حضرت بابا فرید گنج شکر نے اسی روز حضرت محبوب الٰہی کو وہ ٹوپی پہنا دی جو وہ خود پہنے ہوئے تھے۔ پھر ٹوپی کے علاوہ آپؒ کو اور تبرکات بھی عطا فرمائے۔ خرقہ، نعلین، چوبین، مصلے اور عصا آپؒ کے سپرد کیا پھر فرمایا ''اے نظام الدینؒ میں چاہتا تھا کہ ولایت ہندوستان کسی اور کو دوں لیکن مجھ کو غیب سے ندا آئی کہ ابھی ٹھہرے رہو۔ نظام الدین آتے ہیں وہی اس ولایت کے لائق ہیں انہیں کو دینا چاہیے''۔ اس وقت حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی عمر صرف بیس سال تھی۔ اس کے بعد اپنے پیر و مرشد کے مطابق آپ اجودھن میں رہنے لگے۔ ایک دن آپؒ نے اپنے مرشد سے عرض کیا ''میرے لیے کیا حکم ہے۔ ارشاد ہو تو پڑھنے پڑھانے کو موقوف کر کے اوراد و نوافل میں مشغول ہو جاؤں؟'' بابا فرید نے فرمایا ''یہ بھی کرو اور وہ بھی کرو''۔

پیر و مرشد کی خدمت:- پیر و مرشد کی خدمت میں سات سال اور کچھ ماہ اور کچھ دن رہ کر آپؒ فیوض باطنی اور روحانی تصرفات سے مالا مال ہو گئے۔ پھر اجازت مرشد سے دہلی کو روانہ ہوئے۔ دہلی کو روانگی سے قبل بابا فرید نے خرقہ خاص جو آپؒ کو خواجگان چشت سے پہنچا تھا آپؒ کو پہنایا اور اس روز 2 ربیع الاول 656ھ کو آپؒ کو خلافت نامہ عطا فرمایا۔ اس کے بعد دعا فرمائی۔ ترجمہ: ''دونوں جہاں میں اللہ تجھ کو نیک بخت کرے اور علم نافع اور عمل مقبول عطا فرمائے'' پھر ارشاد فرمایا مولانا نظام الدینؒ کو بحکم الٰہی میں نے ہندوستان کی ولایت بخشی اور اس ملک کو ان کی پناہ میں چھوڑ اور اپنا صاحب سجادہ کیا''۔ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ نے خلافت نامہ عطا فرماتے وقت آپؒ کو تاکید فرمائی کہ وہ خلافت نامہ ہانسی میں مولانا جمال الدینؒ اور دہلی میں قاضی منتخب کو دکھا دیں۔ حضرت نظام الدین اپنے پیر و مرشد سے رخصت ہوئے اور سب سے پہلے ہانسی میں گنج شکرؒ کا عطا کیا ہوا خلافت نامہ مولانا جمال الدین کو دکھایا۔ مولانا جمال الدین بہت خوش ہوئے اور خلافت نامے پر یہ شعر لکھ دیا۔

ہزاروں درود اور ہزاروں شکر کہ
گوہر سپرد کیا گوہر شناس کے

واپسی دہلی:- اجودھن سے دہلی واپس آ کر آپؒ خلق اللہ کو رشد و ہدایت کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آپؒ تیس برس تک اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں اجودھن حاضری دیتے رہے اور ان کی وفات کے بعد سات مرتبہ روضہ مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

ریاضات اور مجاہدات:- دہلی واپس آ کر آپؒ اپنے پیر و مرشد کے فرمان کے مطابق زیادہ وقت ریاضت اور مجاہدہ میں گزارہ کرتے تھے۔ آپؒ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ اور یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

سکونت میں تبدیلی:- آبادی میں رہنے کی وجہ سے آپؒ کو عبادت میں مخلوق کے اژدہام کی وجہ سے خلل پڑتا تھا۔ آپؒ کسی ایسی جگہ رہنا چاہتے تھے جہاں سکون سے عبادت میں مشغول رہ سکیں۔ اس سلسلے میں نماز سے فارغ ہو کر آپؒ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ''الٰہی میں اپنے اختیار سے کہیں رہنا نہیں چاہتا جس جگہ میری بہتری ہو وہیں مجھے رکھ''۔ ابھی آپؒ دعا میں مشغول تھے کہ آواز آئی ''تیری جگہ غیاث پور ہے''۔ غیاث پور ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ آپؒ غیاث پور چلے گئے۔ کچھ عرصہ ہی میں امراء،

رؤساء اور عمائدین کی آمد ورفت اس طرف بڑھ گئی، آپؒ نے غیاثپور سے سکونت ترک کر کے شہر میں رہنے کا ارادہ کیا کیونکہ وہاں لوگوں کی آمد ورفت کم تھی۔ اتفاقاً ایک دن آپؒ کی ملاقات ایک خوبصورت نوجوان سے ہوئی وہ آپؒ کے پاس بیٹھ گیا اور یہ شعر پڑھے۔

ترجمہ: ''یہ کیا قوت اور کیا حوصلہ ہے کہ خلق خدا سے جدا ہو کر گوشہ خلوت ڈھونڈتے پھریں''

اس کے بعد آپؒ نے غیاث پور سے جانے کا ارادہ ترک کر دیا اور ساری عمر غیاث پور میں ہی گزاری۔ ضیاالدین وکیل عمادالملک نے وہاں ایک شان دار عمارت تعمیر کروائی۔

آخری ایام:- آپؒ نے آخری دنوں میں کھانا پینا بہت کم کر دیا تھا۔ وفات شریف سے چالیس روز پہلے آپؒ نے کھانا بند کر دیا تھا۔ آپؒ فرماتے ''جس کے مشتاق سید عالم خاتم النبیین ﷺ ہوں اس کو طعام دنیا سے کیا کام'' آپؒ کئی کئی مرتبہ نماز ادا فرماتے اور پھر پوچھتے کہ میں نے نماز ادا کر لی ہے کہ نہیں؟ آپؒ بار بار سجدہ کرتے اور بہت روتے۔ آپؒ نے اپنے گھر میں کسی قسم کی کوئی چیز نہیں رکھی۔ خادم کو حکم دیا کہ سب غلہ فقراء کو تقسیم کر دو۔

تبرکات کی تقسیم:- جب آپؒ کا وقت رخصت قریب پہنچا تو آپؒ نے مصلیٰ خاص، دستار اور پیرہن مبارک ''برہان الدین غریب'' کو دے کر دکن کی طرف جانے کی اجازت دی۔ ایک دستار، پیرہن اور مصلیٰ شیخ یعقوب کو عطا فرما کر گجرات کی طرف جانے کی اجازت دی۔ پھر ایک دستار، پیرہن اور مصلیٰ مولانا شمس الدین یحییٰ کو عطا فرمائی۔ مولانا نصیر الدین چراغ بھی اس روز خدمت میں حاضر تھے لیکن آپؒ کو کچھ عطا نہ فرمایا۔ سب کو تعجب ہوا۔ حضرت نظام الدینؒ نے بدھ کے دن ظہر کی نماز کے بعد حضرت نصیر الدین چراغ کو طلب فرمایا، اپنا عصاء مبارک، مصلیٰ، تسبیح، نعلین اور خرقہ اس کے علاوہ بابا فرید گنج شکرؒ کے دیگر تبرکات آپؒ کے سپرد فرمائے۔ پھر آپؒ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا ''تم کو دہلی میں رہ کر لوگوں کی جفا اور قضا اٹھانی چاہیئے''۔

وفات شریف:- آپؒ چار مہینے اور کچھ دن بیمار رہے اور اٹھارہ ربیع الثانی 725ھ بروز بدھ بعد طلوع آفتاب جوار رحمت میں داخل ہوئے۔ آپؒ کی نماز جنازہ شیخ الاسلام حضرت رکن الدین ملتانیؒ نے پڑھائی۔ جنازہ مبارک کو جب دفن کے لیے لے کر جا رہے تھے تو قوال شیخ سعدی کا کلام پڑھ رہے تھے۔ آپؒ کے جسم اقدس میں جنبش ہوئی۔ حال اور وجد کی سی کیفیت جنازہ مبارک پر طاری ہوئی۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت مولانا رکن الدینؒ نے سماع بند کروا دیا۔ آپؒ کا مزار غیاث پور (جس کو اب نظام الدین) کہتے ہیں میں واقع ہے۔ یہ دہلی کے قریب ہے۔ آپؒ کا سالانہ عرس بڑی شان وشوکت سے منایا جاتا ہے۔

سیرت پاک:- آپؒ نے زندگی بھر شادی نہیں کی۔ آپؒ اپنے پیرومرشد سے بے حد محبت کرتے تھے۔ حضرت نظام الدین غوثیت اور فردانیت کے مراتب سے گزر کر مرتبہ محبوبی تک پہنچے تھے۔ آپؒ کے پاس سے ایسی خوشبو آتی تھی کہ ''عود'' کا گمان ہوتا تھا۔ آپؒ کا ابتدائی زمانہ نہایت غربت اور تنگی میں گزرا۔

فتوحات:- ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپؒ کے ہاں ''آشِ جو'' پک رہا تھا۔ اچانک ایک فقیر جو گدڑی پہنے ہوئے تھا آپؒ کے پاس آیا اور آپؒ سے کہا جو کچھ پکا ہوا ہے لاؤ۔ آپؒ نے آش جو کی پکتی اور جوش کھاتی ہوئی ہانڈی فقیر کے سامنے لا کر رکھ دی۔ اس فقیر نے بغیر انتظار کئے اسے کھانا شروع کر دیا۔ کھانے کے بعد اس نے ہانڈی کو زمین پر دے مارا۔ اور آپ سے مخاطب ہو کر کہا ''نظام الدین نعمت باطنی سے تم کو بابا فرید نے سرفراز کیا ہے اور تمہارے فقر ظاہر کی ہانڈی میں نے توڑ دی ہے''۔

اس روز سے فتوحات اس قدر شروع ہوئیں کہ شمار اور حساب سے باہر۔ چاروں طرف سے فتوحات کے دروازے کشادہ ہو گئے''۔

لنگر:- حضرت بابا فریدؒ نے ایک مرتبہ آپؒ کو ایک دعا دی تھی ''خدا کرے ستر (70) من نمک روزانہ تمہارے باورچی خانے میں خرچ ہو'' آپؒ کے پیرومرشد کی یہ دعا قبول ہوئی۔ ستر اونٹ پیاز ولہسن کے چھلکے روز آپ کے باورچی خانے سے نکلتے تھے۔ آپؒ دنیا اور دنیا والوں سے بے تعلق تھے جو کچھ آتا شام تک خرچ فرما دیتے۔ آپؒ کو سماع کا بہت شوق تھا۔

عبادات اور علمی شوق:- آپؒ رات کو تنہا عبادت کیا کرتے تھے۔ آپؒ نے اپنے پیرومرشد بابا فرید گنج شکرؒ کی مجالس کے حالات قلم بند فرمائے ہیں۔ اس کتاب کا نام آپؒ نے ''راحت القلوب'' رکھا ہے۔ آپؒ کی تمام تر تعلیمات اسرار الٰہی کے اشارات ہیں۔

1۔ترک دنیا: آپؒ نے فرمایا ''ہمت بلند رکھنی چاہیے اور دنیا کی الائشوں میں نہیں پھنسنا چاہیے۔ حرص وشہوت چھوڑ دینی چاہیے۔

2۔تلاوت قرآن پاک: آپؒ نے فرمایا جس آیت کو پڑھنے سے راحت ہو اسے بار بار پڑھنا چاہیے۔

3۔صدقہ: آپؒ نے فرمایا صدقہ کے قبولیت کی نشانی یہ ہے کہ حلال کمائی سے ہو۔

4۔صبرورضا: آپؒ نے صبرورضا توکل اور اطاعت خداوندی پر بے حد زور دیا ہے۔

5۔ایمان کامل: آپؒ نے فرمایا" آدمی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا۔ جب تک اس کی نگاہ میں تمام خلقت مچھر سے کم حیثیت نہ ہو۔

6۔یادحق: آپؒ نے فرمایا انسان کا اصل کام یادحق ہے۔

7۔دعا: آپؒ نے فرمایا دعا نزول بلا سے پہلے کرنی چاہیے۔

8۔اسم اعظم: آپؒ نے فرمایا" یاحی یاقیوم" اسم اعظم ہے۔

9۔چوتھا کلمہ: خوش حالی کی زندگی کے لیے ہر روز 100 مرتبہ چوتھا کلمہ پڑھنا چاہیے۔

10۔شفاء: بیماری سے شفاء کے لیے اللہ شافی، اللہ کافی پڑھا کریں اور لکھ کر باندھیں۔

11۔وسعت رزق: وسعت رزق کے لیے۔ ہر روز 100 مرتبہ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ) پڑھا کریں۔

12۔دعائے ماثورہ: یااللہ یارحمن یارحیم ہے۔

13۔کرامت: (1) آپؒ نے فرمایا کرامت سے تین چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ پہلی چیز علم بغیر تعلیم کے، یعنی بغیر پڑھے لکھے عالم ہونا۔

(2) اولیاء بیداری میں وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو عام لوگ خواب میں دیکھتے ہیں۔

(3) جیسے عام لوگوں کا خیال خود ان کے اندر اثر کرتا ہے۔ اولیاء اللہ کا خیال غیروں میں وہی اثر کرتا ہے۔

کشف وکرامات:-

1۔ آپ کے ایک مرید مولانا بدرالدینؒ نے ایک مرتبہ رات کے وقت آپؒ کی دہلیز پر ایک اونٹ کھڑا دیکھا۔ آپ اس اونٹ پر سوار ہوئے اور وہ اونٹ ہوا میں اڑتا ہوا چلا گیا۔ آخر رات میں دیکھا کہ وہ اونٹ واپس آیا محبوب الٰہیؒ اونٹ پر سے اترے اور خانقاہ میں تشریف لے گئے۔

2۔ آپؒ کے ایک مرید کے دل میں خیال آیا کہ اگر آپؒ اس کو اپنا جھوٹا پانی دیں گے تو یہ آپؒ کی کرامت ہوگی۔ آپؒ اس بات سے آگاہ ہوئے اور آپؒ نے اپنا جھوٹا پانی اس کو دے دیا-

3۔ دہلی کے ایک بادشاہ کا ایک عجیب واقعہ ہے۔ سلطان غیاث الدین تغلق اگرچہ بظاہر محبوب الٰہی سے کچھ نہیں کہتا تھا لیکن دل میں آپؒ کے لیے کدورت رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بنگال سے دہلی روانہ ہو رہا تھا۔ اس نے نظام الدین اولیاء کو ایک پیغام بھیجا کہ اس کے آنے تک وہ دہلی میں نہ ہوں یعنی آپؒ غیاث پور سے چلے جائیں۔ آپؒ یہ سن کر رنجیدہ ہوئے اور پھر آپؒ نے جواب دیا ہنوز دہلی دوراست (یعنی ابھی دہلی دور ہے) آخر کار ایسا ہی ہوا ابھی دہلی نہ پہنچا تھا کہ تغلق آباد کا محل غیاث الدین پر گرا اور وہ مر گیا۔ اس کو دہلی پہنچنا نصیب نہ ہوا۔ اب بھی بطور ضرب المثل کے لوگ کہتے ہیں" ہنوز دلی دوراست"۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مخدوم علاؤالدین صابرؒ 19 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔آپؒ کا آبائی وطن ہرات تھا۔آپؒ کا نام علی احمد تھا۔علاؤالدین لقب تھا۔حضرت مخدوم کے والد محترم کا اسم گرامی عبدالرحیمؒ تھا۔ان کا سلسلہ نسب براہ راست غوث اعظم حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔حضرت صابر کلیریؒ حضرت بابا فریدؒ کے بھانجے تھے۔حضرت بابا فریدؒ کا سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ سے مل جاتا ہے۔حضرت مخدوم کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حاجرہ تھا۔یہ عام طور پر جمیلہ خاتون کے لقب سے مشہور ہوئیں۔روایت ہے کہ حضرت مخدوم نے جب اپنی زبان سے پہلا لفظ نکالا تو وہ یہ تھا (لا موجود الا اللہ) ''اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں''۔آپ بچپن ہی سے روحانیت کی طرف مائل تھے۔حضرت مخدوم کی عمر پانچ سال کی تھی کہ آپؒ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔آپؒ کے والد سید عبدالرحیم نے 17 ربیع الاول 597ھ کو انتقال فرمایا۔اس وقت جمیلہ خاتون ہرات میں مقیم تھیں۔اپنے خاوند کے انتقال کے بعد آپؒ اجودھن پہنچیں اور بیٹے کو شفیق اور مہربان بھائی کے سپرد کر دیا۔ جمیلہ خاتون کچھ دن اجودھن میں مقیم رہیں اور پھر اپنے خاوند کے وطن ہرات چلی گئیں۔آپؒ نے دینی اور روحانی تعلیم بابا فریدؒ سے حاصل کی۔اس دوران بابا فریدؒ نے حضرت مخدومؒ کو لنگر تقسیم کرنے پر مامور کر دیا،حضرت علاؤالدین صابر 12 سال تک لنگر خانے کے منتظم رہے۔یتیم ہوجانے کے بعد اجودھن ہی آپؒ کی دینی اور روحانی پناہ گاہ تھی۔حضرت مخدوم علاؤالدین صابر کے بارے میں جو روایت پورے زور و شور کے ساتھ بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت بابا فریدؒ نے حضرت مخدومؒ کو لنگر خانے کا منتظم بنایا تو آپؒ درویشوں کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔اکثر ایسا ہوتا کہ کھانے کے لیے ایک لقمہ بھی نہ بچتا اور آپؒ بھی بھوکے رہتے اور اپنی اس حالت کو کسی پر ظاہر نہ کرتے تھے۔کبھی کبھی کئی کئی دن ایسا ہوتا تھا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت مخدوم شاہؒ جسمانی طور پر بہت کمزور ہوگئے۔جب ایک طویل مدت کے بعد حضرت مخدوم کی والدہ ہرات سے اجودھن آئی تو اپنے بیٹے کو دیکھ کر پریشان ہوگئیں اور اپنے بھائی سے اس کا ذکر کیا کہ مخدوم اس قدر کمزور کیوں ہوگیا؟ حضرت بابا فرید نے اسی وقت اپنے محبوب بھانجے کو طلب فرمایا اور کہا ''علی احمد کیا تم لنگر کا کھانا استعمال نہیں کرتے؟'' حضرت مخدوم علاؤالدین نے بصد احترام عرض کیا۔پیر و مرشد نے لنگر تقسیم کرنے کا حکم دیا تھا۔میں اپنے شکم کی ضرورت کو درویشوں کی بھوک پر ترجیح نہیں دیتا (یعنی اگر بچ جاتا ہے تو کھا لیتا ہوں) حالانکہ وہ خود بھی ایک درویش تھے۔حضرت بابا سمجھ گئے اور پھر کہا "میرا علی احمد صابر ہے'' صابر''۔اسی روز سے علی احمد صابر کے لقب سے مشہور ہوگئے۔پھر بابا فریدؒ کی زبان مبارک سے ادا ہونے والا یہ لفظ تاریخ تصوف کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے نقش ہو رہ گیا۔

اس زمانے میں حالانکہ سہاپور، ہردوار اور ڈیرہ دون وغیرہ کے علاقوں میں اگرچہ اسلامی ریاست قائم ہوچکی تھی مگر دولت واقتدار نے یہاں کے مسلمانوں اور مسلمان حاکم کو کافرانہ عیش وعشرت میں مبتلا کر دیا تھا۔حضرت بابا فریدؒ کے کہنے پر مخدوم علاؤالدین صابر یہاں تشریف لائے تو قدم قدم پر عدم مساوات، ناانصافی اور معاشی ناہمواری کے مظاہر موجود تھے۔یہ لوگ کھلے عام شریعت کی خلاف ورزی کرتے تھے۔حضرت مخدوم علاؤالدین صابرؒ کلیر تشریف لائے تو ایک چھوٹی سی سرائے میں ٹھہرے جس کی مالکہ ایک غریب عورت تھی۔حضرت مخدومؒ نے کار ولایت کا آغاز اس طرح کیا کہ آپؒ نماز کی ادائیگی کے لیے جامع مسجد تشریف لے جاتے اور روانہ نماز کے بعد حاضرین کو جمع کر کے تقریر فرماتے۔آپؒ اپنے واعظ میں حکمران طبقے کو شدید تنقید کا نشانہ بناتے اور عذاب الٰہی سے ڈراتے۔اس پر حکمران طبقے نے اپنے کارندے گھر گھر بھیج کر باشندوں کو خبردار کر دیا کہ اگر وہ آئندہ اس درویش کے واعظ میں شریک ہوئے تو انہیں دردناک سزا دی جائے گی۔

کمزور اور بے وسیلہ لوگ حاکم کی اس دھمکی سے اس قدر دہشت زدہ ہوئے کہ بعض افراد نے جامع مسجد میں نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیا۔باقی نمازیوں کا یہ حال تھا کہ نماز ادا کرتے ہی جلدی سے مسجد سے اٹھ کر چلے جاتے۔مخدوم علاؤالدین کلیریؒ نے بڑی حیرت سے لوگوں کی یہ بدلی ہوئی حالت دیکھی پھر بڑے پرسوز لہجے میں پکارا لوگو تم لوگ کہاں جا رہے ہو،؟ تمہارا یہ عمل بڑا خطرناک ہے۔میں تو تمہیں اللہ کی طرف پکارتا ہوں اور تم لوگ منہ پھیر کے دنیا کی جانب بھاگے جا رہے ہو مگر کسی نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔جلال صابری اس تغافل کو برداشت نہیں کر سکتا تھا مگر آپؒ ولایت کے تقاضوں سے مجبور تھے۔پھر بھی آپ نے اشارۃً کلیر کے باشندوں سے یہ بات کہہ دی'' میں تمہیں ایک ایسے عذاب کی خبر دیتا ہوں جو ایک سیاہ اور گہرے بادل کی طرح کلیر کی فضاؤں میں چھایا ہوا ہے اور اب وہ بادل برسنے ہی والا ہے۔اللہ سے ڈرو اور سچے دل کے ساتھ اپنے گناہوں سے تائب ہوجاؤ بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا ہے''۔

حضرت مخدومؒ شاہ کی یہ تنبیہہ بھی رائیگاں گئی۔عوام مجبور تھے اور حکمران طبقے کے لوگ کہتے تھے'' یہ فقیر بے سروسامان عذاب کی خبر دیتا ہے تو عذاب لے کیوں نہیں آتا'' آخر کار حضرت مخدوم علاؤالدینؒ نے اپنے پیر و مرشد کو ایک خط لکھا۔'' سیدی میں ان لوگوں کو سمجھاتے سمجھاتے تھک گیا ہوں مگر ان کے دل پتھر سے بھی زیادہ

سخت ہیں۔ ان پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا ان لوگوں نے میری بات سننے سے انکار کر دیا ہے میں آپؒ کے حکم کا منتظر ہوں؟''۔ حضرت بابا فریدؒ نے جب یہ خط پڑھا تو حضرت مخدوم کو لکھ بھیجا کہ ''کلیر کی ولایت تمہارے سپرد ہے تمہیں پورا اختیار ہے جو چاہے کرو''۔ آخر وہ وقت آ گیا جو سرکشوں کی سرکشی، گم راہوں کی کج روی اور باغیوں کی بغاوت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر کے انہیں عبرت کا نشان بنا دیتا ہے۔ حضرت مخدومؒ سرائے میں رہتے تھے۔ آپؒ نے سرائے کی مالکہ کو بلایا اور کہا ''میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں مگر تم آج اپنے بیٹے کو مسجد میں نہ بھیجنا''۔ سرائے کی مالکہ مخدوم علی احمد صابر کی عارفانہ شخصیت سے ناواقف تھی اس لیے آپؒ کی تنبیہہ کو سمجھ نہ سکی اور بیٹے کو مسجد میں جانے سے منع نہ کر سکی۔ مخدوم علی احمد صابرؒ مسجد میں داخل ہوئے اور عین امام کی نشست کے پیچھے جا کر بیٹھ گئے۔ ابھی آپ کو بیٹھے ہوئے چند لمحے ہی گزرے تھے کہ چند سرکاری کارکن آگے بڑھے اور کہا ''یہاں سے اٹھ جاؤ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ جگہ حاکم کلیر کے لیے مخصوص ہے؟'' آپ نے نہایت ادب سے کہا ''خانہ خدا میں امام اور مکبر (تکبیر کہنے والا) کے سوا کسی نمازی کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہیں ہوتی۔ پہلے آنے والا اگلی نشست میں جگہ پائے گا اور بعد میں آنے والا پیچھے بیٹھے گا۔

سرکاری کارندوں نے آپؒ کی ایک نہ سنی اور آپؒ کو وہاں سے اٹھا دیا۔ آپؒ دوسری صف میں چلے گئے۔ اس کے بعد کچھ اور کارندے آئے اور انہوں نے آپؒ کو وہاں سے بھی اٹھا دیا کہ یہ جگہ ہماری ہے۔ آپؒ پیچھے چلے گئے لیکن پھر اور کارندے آ گئے اور آپ کو بالکل مسجد کے باہر کر دیا۔ دراصل یہ حاکم کے کارندوں کی تدبیر تھی کہ مخدومؒ کو مسجد کے اندر آنے ہی نہ دیا جائے۔ حضرت مخدوم علی احمدؒ نے بڑی اذیت کے ساتھ یہ سب کچھ برداشت کیا آپؒ نے وہاں جگہ بنائی جہاں باقی نمازیوں کے جوتے رکھے ہوئے تھے۔ سب سے آخر میں حاکم کلیر آیا۔ تمام اہل مسجد اس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ گویا خدا کا گھر بھی کسی امیر کا دربار بن گیا۔ پھر امام نے خطبہ پڑھا اور نماز کی نیت باندھی۔ اس کے بعد قیام و رکوع سے گزر کر نمازی سجدے میں گئے۔ حضرت مخدوم علی احمدؒ نے نہایت پرجلال لہجے میں مسجد کے میناروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ سارا عالم جھک کر اپنی بندگی کا اظہار کر رہا ہے تو تم کیوں سجدہ نہیں کرتے؟ جیسے ہی مخدوم علی احمدؒ کے منہ سے یہ الفاظ ادا ہوئے مینار سجدے میں چلے گئے۔ مسجد کی مضبوط ترین دیواریں زمین پر آ گریں اور تمام نمازی ملبے میں دفن ہو گئے۔ اس بوڑھی مالکن کا بیٹا بھی مسجد میں تھا۔ وہ روتی ہوئی آپؒ کے پاس آئی آپؒ نے مسجد کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا ''جا اپنے بیٹے کو وہاں سے نکال لے وہ بڑھیا وہاں گئی کچھ اینٹیں اٹھائیں اور اس کا بیٹا صحیح سلامت باہر آ گیا۔ بڑھیا نے آپؒ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور اپنے بیٹے کو لے کر وہاں سے چلی گئی۔

''اخبار الصالحین'' کی روایت کے مطابق کلیر کی ویرانی کے بعد مخدوم علاؤالدین صابرؒ پر جذب اور تحیر کی شدید کیفیت طاری ہو گئی۔ آپؒ گولر کے درخت کی شاخ پکڑ کر کھڑے ہو جاتے اور کئی کئی دن اس انداز میں کھڑے رہتے۔ ہوش آتا تو اسی درخت کے گولر کھا لیتے اور کسی دریا یا چشمے سے پیاس بجھا لیتے۔ گرد و نواح کے لوگ آپؒ کی زیارت کے لیے آنا چاہتے تھے لیکن عشق کی گرمی کی شدت ان لوگوں کو آگے نہیں بڑھنے دیتی تھی۔ ایسا اس لیے تھا کہ چونکہ مخدومؒ لوگوں کو اپنے قریب آنے نہیں دینا چاہتے تھے۔ بابا فریدؒ ان تمام باتوں سے آگاہ تھے۔

ایک دن اجودھن (پاک پتن) میں حضرت فریدالدین گنج شکر کی مجلس روحانی آراستہ تھی۔ اچانک بابا فرید نے اپنے مریدین اور خدام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''میرے صابر کو عالم تحیر میں ایک زمانہ گزر گیا ہے تم میں سے کوئی ہے جو صابر کو عالم ہوش میں واپس لائے؟'' بابا فریدؒ دوبارہ حاضرین سے مخاطب ہوئے ''کیا تم میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے''؟۔ حاضرین مجلس میں حضرت شمس الدین ترکؒ بھی موجود تھے۔ یہ بزرگ ترکی سے پیر و مرشد کی تلاش میں اجودھن آئے تھے اور بابا فریدؒ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کی درخواست کی تھی۔ جواب میں بابا فریدؒ نے فرمایا ''شمس الدین تمہارا حصہ کلیر میں ہے'' موقع غنیمت جان کر حضرت شمس الدین ترکؒ نے عرض کیا ''سیدی خادم حاضر ہے''۔ ''شمس الدین اگر تم میرے صابر کو عالم صحو (ہوش) میں لے آئے تو پھر انعام کے مستحق ٹھہرو گے'' بابا فریدؒ نے خوش ہو کر فرمایا۔

پھر شمس الدینؒ نے بابا فریدؒ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کلیر شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایک طویل سفر کے بعد شمس الدین کلیرؒ میں داخل ہوئے۔ آپؒ کو یہاں کی فضاؤں میں ایک عجیب سی ہیبت اور جلال کا احساس ہوا۔ حضرت شمس الدین سمجھ گئے کہ یہ جلال صابری کا اثر ہے۔ حضرت شمس الدین نے کلام الٰہی کی تلاوت شروع کر دی، حضرت شمس الدین ترکؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ ''لحن داؤدی'' رکھتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو دو معجزے بطور خاص عطا کئے گئے تھے۔ ایک تو یہ تھا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں مٹی کی طرح نرم ہو جاتا تھا اور آپ علیہ السلام اس سے لوہے کے مختلف ہتھیار بنایا کرتے تھے۔ دوسرا معجزہ آپ علیہ السلام کی شیریں اور اثر انگریز آواز تھی۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام زبور مقدس کی تلاوت فرماتے تو پوری کائنات پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی اور آپؑ کے ساتھ، پہاڑ، دریا، چرند، پرند بھی ہم آواز ہو جایا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ اگر آج بھی کوئی شخص انتہائی خوش آواز ہوتا ہے تو اس کی اس خوبی کو ''لحن داؤدی'' سے تعبیر

کیا جاتا ہے۔ حضرت شمس الدین ترکؒ کو بھی یہ خاص صفت بخشی گئی تھی، آپؒ جب بھی تلاوت قرآن پاک کرتے پوری محفل میں وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی اور دلوں میں اس قدر گداز پیدا ہو جاتا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

حضرت شمس الدین ترکؒ کلام الٰہی کی تلاوت کرتے ہوئے حضرت علاؤالدین صابری کے قریب پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت مخدومؒ گولر کے درخت کی شاخ پکڑے ہوئے کھڑے تھے۔ اور آپ پر شدید محویت کا عالم طاری تھا۔ حضرت شمس الدین ترکؒ کچھ دیر تک تلاوت قرآن پاک کرتے رہے۔ اب آپ مخدومؒ کے بالکل قریب تھے۔ پھر تلاوت کے دوران ہی آپؒ نے حضرت مخدومؒ کے جسم میں ہلکی سی جنبش محسوس کی۔ حضرت شمس الدینؒ کو امید ہو چلی تھی کہ حضرت مخدومؒ حالت سکر (مدہوشی) سے عالم صحو کی طرف لوٹ آئیں گے۔ یکا یک آپؒ نے تلاوت بند کر دی۔ ''خاموش نہ ہو کہ یہ کلام ہماری زندگی ہے'' حضرت مخدوم علی احمدؒ کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی مگر آنکھیں اب بھی بند ہی تھیں۔ حضرت صابرؒ کی آواز مبارک سن کر حضرت شمس الدین ترکؒ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ پھر آپؒ نے کانپتے ہوئے کہا۔ ''حضور آپؒ کا یہ خادم کمزور انسان ہے اس لیے زیادہ دیر تک کھڑا نہیں رہ سکتا''۔ کھڑے نہیں رہ سکتے تو پھر بیٹھ کر پڑھو اور اس کے ساتھ ہی آنکھیں کھول دیں۔ ''غلام آقا کے سامنے بیٹھنے کی جرات کیسے کر سکتا ہے؟ حضرت شمس الدینؒ نے عرض کیا ''اچھا ہم بھی بیٹھ جاتے ہیں''۔ اتنا فرما کر مخدوم علاؤالدین صابرؒ فرش خاک پر تشریف فرما ہو گئے۔ اب تم بھی بیٹھ جاؤ مگر تلاوت الٰہی جاری رکھو''۔ حضرت شمس الدینؒ بہت دیر تک تلاوت کرتے رہے۔ آپؒ کی خوش الحانی کا یہ عالم تھا کہ حضرت علاؤالدینؒ پر سرشاری کی ایک عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر جب تلاوت ختم ہوئی تو حضرت مخدوم نے فرمایا ''تمہاری تلاوت نے میری روح کو زندہ کر دیا''۔ حضرت یہ سب آپؒ کا صدقہ ہے۔ شمس الدین ترکؒ نے عرض کیا۔ اب تم کیا چاہتے ہو؟ مخدوم علی احمدؒ نے خوش ہو کر پوچھا ''میں آپؒ کی خدمت قربت کا طالب ہوں''۔ حضرت شمس الدین ترکؒ نے عرض کیا۔ پھر حضرت علاؤالدینؒ نے آپؒ کی یہ درخواست قبول کر لی۔ اس کے بعد اپنے پیرومرشد بابا فرید کا حال دریافت کیا۔ ''میں شیخ شیوخ العالم کے حکم سے ہی یہاں حاضر ہوا ہوں، پھر شمس الدینؒ نے اپنے یہاں آنے کا پورا واقعہ حضرت مخدومؒ کو سنایا اور کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری یہ خدمت قبول فرمائی۔ اس کے بعد حضرت شمس الدین ترکؒ حضرت مخدومؒ سے اجازت لے کر دوبارہ اجودھن میں حاضر ہوئے اور حضرت بابا فریدؒ کو حضرت علی احمدؒ کے ہوش میں آنے کی نوید سنائی۔ ''شمس الدین مبارک ہو تم نے بڑا کام کیا ہے'' بابا فریدؒ نے بہت خوش ہو کر فرمایا۔ ہم نے تم سے اس خدمت کے صلے میں انعام کا وعدہ کیا تھا۔ ''اب مانگو کیا مانگتے ہو؟''۔ ''اب یہ خادم حضرت علی احمد صابرؒ کی خدمت گزاری کے سوا کچھ نہیں چاہتا''۔ حضرت شمس الدین نے نہایت عاجزی سے جواب دیا۔ ''شمس الدین تم خوش نصیب ہو تمہیں یہ سعادت حاصل ہوئی''۔ حضرت بابا فریدؒ نے فرمایا ''تم کلیر چلے جاؤ تمہارا حصہ صابر کے پاس ہے''۔ حضرت بابا فریدؒ سے اجازت لے کر حضرت شمس الدینؒ کلیر چلے گئے۔ اور حضرت علاؤالدین صابرؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت شمس الدین چوبیس برس تک حضرت مخدوم علاؤالدین کی خدمت میں حاضر رہے۔ پھر ایک دن حضرت مخدومؒ نے حضرت شمس الدین ترکؒ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور گلے سے لگا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا ''اے اللہ شمس الدین میرا بیٹا ہے تو اسے قبول فرمالے اور اس کے ذریعے میرے روحانی سلسلہ کو جاری فرما دے''۔ اس دعا کے بعد حضرت مخدوم علی احمدؒ نے حضرت شمس الدینؒ کو پانی پت کی ولایت تفویض فرمائی۔ جواب میں حضرت شمس الدینؒ نے فرمایا کہ'' پانی پت کی ولایت تو حضرت بوعلی شاہ قلندر کے سپرد کر دی گئی ہے۔ دراصل پانی پت تمہاری ہی روحانی مملکت ہے۔ جب تم وہاں جاؤ گے تو بوعلیؒ کہیں اور چلے جائیں گے۔ حضرت مخدومؒ نے فرمایا'' حضرت شمس الدین ترکؒ نے بہت چاہا کہ انہیں پیرومرشد کی حضوری ہی حاصل رہے۔ مگر حضرت مخدوم احمد صابرؒ نے ہر بار یہی کہا ''شمس الدین یہی مشیت الٰہی ہے۔ اگر تم اس ویران جنگل میں رہو گے تو مخلوق خدا کو فیض کیسے پہنچاؤ گے؟ کلیر کی حدود سے باہر نکلو بے شمار تشنگان معرفت تمہارے منتظر ہیں''۔ آخر حکم شیخ سے مجبور ہو کر حضرت شمس الدین ترک پانی پت تشریف لے گئے۔ پھر ایسا ہی ہوا جیسا کہ پیرومرشد نے فرمایا تھا۔ حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ پانی پت کا علاقہ چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر چلے گئے۔ حضرت علاؤالدین صابرؒ نے حضرت شمس الدینؒ کو رخصت کرتے وقت فرمایا۔ شمس الدینؒ تم شاہی سواروں میں ملازم ہو جانا لیکن اپنے آپ کو دنیا کی نظروں سے چھپا کر رکھنا۔ اگر تم لوگوں پر ظاہر ہوئے تو وہ دن ہماری زندگی کا آخری دن ہوگا۔ حضرت مخدومؒ کے حکم کے مطابق حضرت شمس الدین ترکؒ غیاث الدین بلبن کے لشکر میں ایک عام سوار کی حیثیت سے ملازم ہوئے اور خاموشی سے خلق خدا کی خدمت میں مصروف رہے۔ تمام سوار آپ کی عزت کرتے اور آپؒ کی باتوں پر عمل کرتے رہے۔

پھر ایک بار فرمانروائے ہند نے قلعہ ''اوس'' کا محاصرہ کر لیا۔ سلطان غیاث الدینؒ کا خیال تھا کہ یہ قلعہ چند روز میں فتح ہو جائے گا۔ مگر محاصرہ طویل ہوتا چلا گیا

اور سلطان کی تمام تدابیر ناکام ہوتی چلیں گئیں۔ ابھی محاصرہ جاری تھا کہ ایک رات آندھی اور بارش کا سخت طوفان آیا جس سے سلطان بلبن کے سپاہیوں کے خیمے اکھڑ گئے۔ تمام چراغ بجھ گئے۔ اس طوفان باد باراں میں سلطان غیاث الدین بلبن کا خیمہ (جو کہ مضبوط ترین تھا) زمین بوس ہو گیا۔ جب تمام چراغ بجھ گئے اور آگ کی کوئی چنگاری بھی باقی نہ رہی تو ایک سقہ آگ کی جستجو میں بہت دور تک چلا گیا۔ وہ ایک ٹھنڈی اور تکلیف دہ رات تھی۔ لوگوں کے ہوش اڑے ہوئے تھے۔ شاہی سقہ کو کچھ فاصلہ پر روشنی سی نظر آئی۔ وہ حیرت اور اضطراب کی حالت میں روشنی کی طرف بڑھا۔ پھر جب شاہی سقہ روشنی کے قریب پہنچا تو اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ طوفان باد باراں میں سلطان غیاث الدین کا مضبوط ترین خیمہ بھی زمین بوس ہو گیا تھا لیکن ایک عام سپاہی کا معمولی خیمہ بالکل صحیح سالم تھا اور وہ روشنی اسی خیمہ سے چھن چھن کر باہر آ رہی تھی۔

شاہی سقہ ڈرتے ڈرتے خیمے میں داخل ہوا۔ پھر اس کی آنکھوں نے ایک ناقابل یقین منظر دیکھا۔ خیمے کی آگ روشن تھی۔ چراغ جل رہا تھا اور حضرت شمس الدین بڑے اطمینان اور سکون سے قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ شاہی سقہ ایک طرف کھڑے ہو کر تلاوت سننے لگا۔ اتنے میں حضرت شمس الدینؒ نے تلاوت پوری فرمائی۔ پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہا اگر تمہیں آگ کی ضرورت ہے تو یہاں سے لے لو شاہی سقہ آپؒ کے اس کشف پر حیران ہوا۔ اور آگ لے کر چلا گیا۔ دوسرے دن شاہی سقہ پھر آیا۔ آپؒ خیمہ میں نہ تھے وہ باہر نکلا آپؒ ایک تالاب پر وضو کر رہے تھے۔ سقہ ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا وہ حیران تھا کہ برف سے زیادہ ٹھنڈے پانی سے آپ وضو کیسے کر رہے ہیں۔ جیسے ہی حضرت وضو کر کے گئے۔ شاہی سقہ نے پانی کے لیے اپنی مشک بھری اور حیرت انگریز طور پر پانی کو گرم پایا۔ دوسرے دن سقہ حضرت شمس الدینؒ کے وضو کرنے سے پہلے تالاب پر گیا لیکن پانی ٹھنڈا تھا۔ اس نے انتظار کیا جب حضرت شمس الدینؒ وضو کر چکے تو اس نے پھر پانی دیکھا۔ اب پانی گرم تھا۔ اس نے اس گرم پانی سے اپنی مشک بھری پھر اس روز اس سقہ نے سلطان غیاث الدین بلبن کو یہ تمام ماجرا کہہ سنایا اور کہا "سرکار آپ کی فوج میں ایک ایسا سپاہی موجود ہے جس کے خیمے کا چراغ طوفان باد باراں بھی نہ بجھا سکا۔ آپ اس مرد بزرگ سے قلعہ اوس کی تسخیر کے سلسلے میں دعاؤں کے طالب کیوں نہیں ہوتے "؟ سلطان غیاث الدین بلبن نے سقہ کی تمام باتیں بڑی غور سے سنیں اور پھر حضرت شمس الدین ترکؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر دعاؤں کا طالب ہوا۔

حضرت شمس الدین ترکؒ نے فرمانروائے ہندوستان کی درخواست سن کر فرمایا۔ "جب قدرت حق سے یہ راز فاش ہو گیا ہے تو پھر میری کچھ شرائط ہیں۔ اگر آپ وہ شرائط پوری کر دیں گے تو میں قلعہ اوس کی تسخیر کے لیے ضرور دعا کروں گا"۔ "مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے"۔ سلطان غیاث الدین بلبن نے کہا ''شمس الدین نے اپنی شرائط پیش کرتے ہوئے کہا "پہلی شرط یہ ہے کہ میرا استعفیٰ منظور کیا جائے'' ''میں یہ کیسے گوارا کر سکتا ہوں کہ میرا لشکر اتنے بڑے بزرگ کی برکت سے محروم ہو جائے'' سلطان نے کہا۔ ''یہ معاملہ کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ اب اس موضوع پر آپ سے مزید گفتگو نہیں ہو سکتی'' شمس الدین ترکؒ نے کہا۔ سلطان غیاث الدین بادل ناخواستہ استعفیٰ کی شرط ماننے پر مجبور ہو گیا۔ ''دوسری شرط یہ ہے کہ میری تنخواہ اس وقت ادا کر دی جائے'' سلطان نے کہا اور تیسری شرط۔ حضرت شمس الدین ترکؒ نے فرمایا کہ "تیسری شرط یہ ہے کہ میں یہاں سے تین کوس کے فاصلے پر جا کر آپ کے حق میں دعائے خیر کروں گا"۔ الغرض سلطان نے اسی وقت آپؒ کو تنخواہ دی۔ پھر جب آپ سلطان بلبن سے رخصت ہو کر جانے لگے تو آپؒ نے کہا۔ جب آپ اندازہ کر لیں کہ میں نے اب تین کوس کا فاصلہ طے کر لیا ہو گا تو بلا تاخیر قلعے پر حملہ کر دیا جائے۔ مختصر یہ کہ حضرت شمس الدین ترکؒ نے مقررہ فاصلہ طے کر کے لشکر اسلام کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور سلطان غیاث الدین بلبن نے قلعہ اوس فتح کر لیا۔ دعا کرنے کے بعد حضرت شمس الدین ترکؒ کے ذہن میں ماضی کا ایک خاص واقعہ یاد آ گیا۔ کئی سال پہلے حضرت مخدوم علی احمدؒ نے اپنے واحد مرید اور واحد خلیفہ کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ ''شمس الدین جب تم اہل دنیا پر ظاہر ہو جاؤ گے تو وہ میری زندگی کا آخری دن ہو گا''۔ اس واقعے کے یاد آتے ہی حضرت شمس الدین ترکؒ کے دل پر قیامت گزر گئی۔ ''پیرو مرشد دنیا سے رخصت ہو گئے'' حضرت شمس الدین نے زیر لب کہا اور آپؒ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے''۔ بعض روایات کے مطابق جب شمس الدین ترکؒ کی دعاؤں سے سلطان غیاث الدیں نے قلعہ اوس فتح کر لیا پھر حضرت ترکؒ نے حضرت مخدومؒ کو خواب میں دیکھا حضرت علاؤ الدین صابرؒ نے فرمایا ''شمس الدین میں دنیا سے جا رہا ہوں۔ تمہیں لازم ہے کہ جلد از جلد کلیر پہنچو''۔ مفتی شوکت علی فہمی کی تصنیف ''ہند و پاکستان کے اولیاء'' اور دیگر تذکروں کے مطابق جب حضرت شمس الدین ترکؒ کلیر پہنچے تو واقعتاً حضرت مخدومؒ انتقال فرما چکے تھے۔ بہت سے شیر حضرت مخدومؒ کے جسم مبارک کو گھیرے ہوئے تھے۔ حضرت شمس الدین ترکؒ کو دیکھ کر وہ خوفناک درندے اپنی جگہ سے اٹھے اور سر جھکائے ہوئے جنگل کی طرف چلے گئے۔

حضرت شمس الدین ترکؒ نے چند مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر حضرت مخدوم کی تجہیز و تکفین فرمائی اور پھر آپؒ کی نماز جنازہ کے بعد آپؒ کو سپرد خاک کر دیا۔ حضرت مخدوم علی احمد صابرؒ 13 ربیع الاول 690ھ کو دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت شمس الدین ترکؒ پیرو مرشد کی خدمت میں ہی رہنا چاہتے تھے لیکن حضرت مخدومؒ کی

وصیت تھی کہ تین دن سے زیادہ کلیر میں نہیں رہنا ہے۔مجبوراً آپؒ پانی پت چلے گئے۔شعلہ عشق خاک میں روپوش ہو گیا تھا۔مگر زیر خاک بھی جلال صابریؒ کی وہی آگ روشن تھی۔صدیاں گزر جانے کے بعد بھی حضرت مخدومؒ کے مرقد مبارک پر ایک برق جلال چمکتی رہتی۔بے شمار عقیدت مند زیارت کے لیے آتے ہیں مگر اس برق جلال کو دیکھ کر نا کام واپس چلے جاتے۔

''اقتباس الانوار'' کی روایات کے مطابق حضرت مخدومؒ کی وفات کے بعد سلاطین دہلی نے از سرِ نو کلیر کو آباد کرنا چاہا لیکن کامیاب نہ ہوئے۔حضرت مخدوم علی احمدؒ اپنی زندگی میں بھی تنہائی پسند تھے اس لیے وصال کے بعد بھی صدیوں تک تنہا ہی رہے۔روایات کے مطابق حضرت شمس الدین ترک نے 10 جمادی الثانی 716ھ میں وفات پائی۔

پھر ڈیڑھ سو سال کے بعد سلسلہ صابریہ کے عظیم بزرگ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کلیر شریف میں حاضر ہوئے۔جلال صابری کی برق اسی انداز سے چمک رہی تھی مگر حضرت شیخؒ بصد عجز و نیاز آگے بڑھتے رہے اور پھر نہایت ہی عاجزی سے فرمایا''آقا میری طرح بے شمار مشتاق دید حاضری کی سعادت چاہتے ہیں۔انہیں کب تک محروم رکھا جائے گا۔؟ آپؒ کو رحمۃ اللعالمین حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کا واسطہ اب تو پردہ جمال میں ظاہر ہو جایئے''۔انجام کار حضرت شیخ عبدالقدوس کی گریہ وزاری کام آئی۔آخری بار برق جلال چمکی اور پھر خاموش ہو گئی۔پھر اسی رات حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے حضرت مخدومؒ علی احمد صابرؒ کو خواب میں دیکھا آپ فرما رہے تھے''عبدالقدوس تو ہمارے سلسلے سے ہے اس لیے تیری درخواست قبول کی گئی''۔آنکھ کھلی تو حضرت عبدالقدوس نے شکریہ ادا کیا مگر اب ایک مشکل اور تھی کہ آپؒ کی قبر کہاں تلاش کی جائے؟۔حضرت شمس الدین ترکؒ کی تعمیر کردہ قبر کچی تھی دوسرے یہ کہ ہر طرف خورو پودے،خاردار جھاڑیاں اور جنگلی درندے موجود تھے۔روایت ہے کہ پھر اسی جنگل میں حضرت شیخ القدوس نے چلہ کشی کی اور پھر درخواست گزار ہوئے''آقا یہ غلام تو ڈھونڈ ڈھونڈ کے تھک گیا ہے۔اب آپؒ ہی اپنے آستانہ مبارک کی نشاندہی فرمایئے''۔طویل چلہ کشی کے بعد ایک رات حضرت مخدوم علاؤ الدین شیخ گنگوہی کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا''اے بے قرار عشق میرے قریب آ میں یہاں محو خواب ہوں''دوسرے دن حضرت شیخ اس جگہ پہنچے جو جگہ آپؒ کو خواب میں دیکھائی گئی تھی۔پھر اس مقام پر حضرت شیخ نے ایک پختہ قبر تیار کروائی اور بعد میں آنے والے مریدوں نے اس قبر کو مزار مبارک کی موجودہ شکل دے دی جو انتہائی سادہ ہے۔حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی نے آستانہ عالیہ کی خدمت کے لیے چند مجاور مقرر فرمائے اور پھر واپس تشریف لے گئے۔

کچھ عرصہ کے بعد ہندوؤں کی ایک جماعت نے مزار مبارک کو منہدم کرنے کی کوشش کی تاکہ وہاں دیوی کا مندر قائم کیا جائے۔مجاوروں نے جب روکا تو ان کو مارا پیٹا۔حتیٰ کہ مجاور حضرت مخدومؒ سے التجا کرنے لگے۔ابھی مجاور احتجاج ہی کر رہے تھے کہ جنگل سے ایک خوفناک شیر نمودار ہوا اور بہت سے ہندوؤں کو ہلاک کر دیا۔باقی فرار ہو گئے۔اس کے بعد کسی نے اس طرف آنے کا رخ ہی نہ کیا۔لیکن چند سال کے بعد ایک متعصب ہندو جوگی ادھر آیا اور رات کے وقت چھپ کر مزار میں داخل ہو گیا۔وہ قبر مبارک کو مسمار کرنا چاہتا تھا۔ابھی ہندو جوگی نے ایک یا دو اینٹیں ہی نکالی تھیں کہ دم گھٹ کر مر گیا۔حضرت مخدوم مجاوروں کے خواب میں نظر آئے اور فرمایا''ہمارے مزار میں ایک کتا مر گیا ہے اسے اٹھا کر باہر پھینک دو''۔صبح ہوتے ہی مجاور ڈرتے ڈرتے مزار مبارک میں داخل ہوئے وہاں ایک ہندو جوگی کی لاش پڑی تھی مگر اس کا منہ کتے کا تھا۔حق تعالیٰ نے اپنے جس دوست کا نام وقت کی پیشانی پر ثبت کیا ہوا سے کون بے نشان کر سکتا ہے؟

حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور حضرت مخدوم علی احمد صابرؒ ہی وہ بزرگ ہیں جن کے ذریعے حق تعالیٰ نے سلسلہ چشتیہ کو فروغ بخشا۔شمس الدین ترکؒ سے سلسلہ صابریہ کا فیضان جاری ہوا۔پھر تصوف کی اس عظیم خانوادے میں (سلسلہ صابریہ میں) حضرت جلال الدین کبیر الاولیاءؒ،حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولویؒ،حضرت شیخ احمد عارفؒ،حضرت شیخ محمدؒ،حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی اور حضرت شیخ جلال الدین تھانی سریؒ جیسے بزرگ پیدا ہوئے کہ پورا ہندوستان ان کی عظمتوں کا اسیر ہے۔وہ جو حضرت بابا فریدؒ کا پیارا تھا آج بے شمار آنکھوں کا تارا ہے۔وہ جو راہ حق میں گم ہو جانا چاہتا تھا۔جب چمکا تو ایسا چمکا کہ آج تک اس کے تب و تاب میں اضافہ ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔انشاءاللہ

الٹی ہی چال چلتے ہیں دیوانگان عشق
آنکھوں کو بند کرتے ہیں دیدار کے لیے

****

حضرت امیر خسروؒ

حضرت امیر خسروؒ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

نام و پیدائش: آپؒ کا نام ابوالحسن ہے۔ آپؒ مومن آباد جو اب پٹیالہ کے نام سے مشہور ہے پیدا ہوئے۔ آپؒ ہزارہ بلخ کے ایک ممتاز خاندان سے وابستہ تھے۔ علم اور دولت اس خاندان کی خصوصیت ہیں۔ آپ کے والد امیر سیف الدین محمود ہیں۔ آپؒ ہزارہ بلخ کے امیر زادوں میں سے تھے۔ چنگیز خان کے زمانے میں ہندوستان تشریف لائے اور شاہی دربار میں ممتاز عہدے پر فائز ہوئے۔ آپؒ نے اپنے والد بزرگوار کے سائے میں تعلیم و تربیت پائی۔ جب آپؒ کی عمر 9 سال کی ہوئی تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ آپؒ کی تعلیم و تربیت دہلی میں ہوئی۔

بیعت اور خلافت:- جب آپؒ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی۔ آپؒ کے والد آپؒ کو اپنے ہمراہ لے کر حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ چاہتے تھے کہ اپنے پیر کا انتخاب خود کریں۔ آپؒ کے والد یہ سن کر محبوب الٰہی کی خدمت میں اندر چلے گئے لیکن آپؒ دروازے پر بیٹھ کر کچھ اشعار لکھنے لگے اور آپؒ سوچنے لگے اگر میرے ان اشعار کا لکھنا جان لیں گے تو میں ان کے ہاتھ پر بیعت کروں گا۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے ایک خادم کو باہر بھیجا اور کہا کہ دیکھو جو نوجوان باہر بیٹھا ہوا ہے اس کو بلا کر لے آؤ اور اس کے اشعار کے جواب میں شعر لکھ کر اپنے خادم کے ہاتھ باہر ان کے پاس بھیج دیئے۔ آپؒ نے جب اشعار پڑھے تو فوراً خلوص، اعتقاد اور محبت نے اپنا کام کیا اور کچھ ہی دنوں میں آپؒ کو اپنے پیر و مرشد کی عنایت، محبت اور شفقت اس درجہ حاصل ہوئی کہ جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

حضرت قلندر صاحب سے ملاقات:- ایک دفعہ سلطان علاوالدین خلجی نے کچھ تحفے آپؒ کے ساتھ دے کر آپؒ کو حضرت شیخ ابوقلندرؒ پانی پتی کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت قلندرؒ صاحب آپؒ کا کلام سن کر بہت خوش ہوئے اور پھر اپنا کلام آپؒ کو سنایا۔ آپؒ قلندر صاحب کا کلام سن کر رونے لگے۔ حضرت قلندر صاحب نے فرمایا ''خسرو صرف روتا ہی ہے یا کچھ سمجھا بھی ہے''۔ آپؒ نے جواب دیا کہ ''اس وجہ سے تو روتا ہوں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا''۔ حضرت قلندر صاحب یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور سلطان علاؤالدین کے بھیجے ہوئے تحفے قبول کر لیے۔

آپؒ کا آئندہ خطاب:- ایک دن آپؒ کے دل میں یہ خیال آیا کہ آپؒ کا تخلص ''خسرو'' دنیاداروں کا سا ہے، کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپؒ کا تخلص فقیروں سے منسوب ہوتا۔ اس کے بعد آپؒ نے اپنے پیر و مرشد سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت محبوب الٰہی (نظام الدین اولیاءؒ) نے فرمایا ''محشر میں تجھ کو ''محمد کا کاسہ ہیں'' کے خطاب سے پکاریں گے۔

آپؒ کی وصیت:- آپؒ کے پیر و مرشد کی زبان فیض سے جو محبت اور شفقت کے کلمات آپؒ کے متعلق نکلے تھے ان سب کلمات کو آپؒ نے ایک کاغذ پر لکھ کر بطور تعویز گلے میں ڈال لیا تھا آپؒ نے وصیت فرمائی کہ اس کاغذ کو جس پر وہ کلمات لکھے ہوئے تھے۔ آپؒ کے ساتھ قبر میں دفن کیا جائے تاکہ وہ کاغذ آپؒ کی بخشش کا ذریعہ بن جائیں۔

سیرت پاک:- آپؒ نہ صرف ایک خوش گو شاعر تھے بلکہ ایک اچھے مصنف، ایک بڑے عالم، ایک بامذاق شخص، ایک کامیاب مقرب سلاطین تھے بلکہ آپؒ ایک صاحب دل، صاحب نسبت صوفی، اور ایک درویش بھی تھے۔ آپؒ آخری شب میں بیدار ہوتے، تہجد کی نماز میں 7 سپارے پڑھتے اور بے حد روتے تھے۔ باوجود نوکری کے آپؒ نے چالیس سال تک بارہ مہینے روزے رکھے (تاریخ فرشتہ صفحہ 403)

آپؒ نے حضرت محبوب الٰہی کے ہمراہ طے عرض کے طریق پر حج کئے۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد سے بہت محبت تھی (سفینۃ الاولیاء صفحہ 99)

آپؒ فنافی الشیخ کے درجے پر پہنچ گئے تھے۔ جب آپؒ دہلی میں ہوتے تو زیادہ وقت اپنے مرشد کی خدمت میں گزارتے تھے۔

پیر و مرشد سے محبت:- ایک دن ایک شخص حضرت نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کی سات بیٹیاں تھیں وہ ان کی شادی کرنا چاہتا تھا۔ حضرت محبوب الٰہی سے کچھ مالی امداد چاہتا تھا۔ لیکن اتفاق سے اس روز کچھ نہ تھا۔ حضرت محبوب الٰہی نے دو نعلین ہی اس شخص کو دے دیں۔ وہ شخص بڑی امید سے آیا تھا۔ نعلین لے کر مایوس ہوا اور دہلی روانہ ہوا۔ وہ ایک سرائے میں ٹھہرا۔ اس سرائے میں حضرت امیر خسرو بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ تجارت کا منافع لے کر آئے تھے۔ انہیں اچانک اپنے پیر و مرشد کی خوشبو آئی۔ انہوں نے ساری سرائے میں پھرنا شروع کر دیا کہ دہلی سے کون آیا ہے۔؟ آخر اس شخص کے پاس پہنچ گئے۔ آپؒ نے وہ نعلین اس سے لے لیں اور اپنے عمامہ میں لپیٹ کر سر سے باندھ لیں اور پیر و مرشد کی خدمت میں آئے۔ محبوب الٰہی نے مسکرا کر پوچھا ''کتنے میں خریدیں''؟ امیر خسرو نے جواب دیا'' اس تجارت کا سارا نفع دے دیا ہے''۔ حضرت نظام الدینؒ نے جواب دیا ''سستی خرید لیں ہیں''۔

محبوب الٰہی کو بھی آپؒ سے بہت محبت تھی۔ایک مرتبہ آپؒ نے فرمایا''خسرو میں سب سے تنگ آ جاتا ہوں مگر تجھ سے تنگ نہیں آتا''ایک مرتبہ ارشاد فرمایا''میں سب سے تنگ ہوتا ہوں، یہاں تک کہ اپنے آپ سے بھی تنگ ہوتا ہوں مگر تجھ سے تنگ نہیں ہوتا''۔(لطائف اشرفی فی بیان کوائف صوفی صفحہ 360)

ایک مرتبہ محبوب الٰہی نے فرمایا''میں بغیر اس کے(خسرو کے)جنت میں قدم نہیں رکھوں گا''۔اگر دو کا ایک قبر میں دفن کرنا جائز ہوتا تو میں وصیت کرتا کہ خسرو کو میری قبر میں دفن کیا جائے۔(تاریخ فرشتہ صفحہ 403)

شعروشاعری:-نو سال کی عمر میں آپؒ نے اپنے والد ماجد کی وفات پر ایک مرثیہ کہا تھا۔آپؒ نے پانچ لاکھ سے کم اور چار لاکھ سے زیادہ اشعار لکھے(نفحات الانس 584)۔آپؒ نے حضرت محبوب الٰہی کی شان میں بہت اشعار لکھے۔ایک مرتبہ آپؒ کو حضرت خضر علیہ السلام سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔آپؒ نے حضرت خضرؑ سے درخواست کی کہ وہ آپؒ کو اپنا لعاب دہن عطا فرمائیں۔حضرت خضرؑ نے جواب دیا''یہ سعادت حضرت شیخ سعدیؒ شیرازی کے حصہ میں آ چکی ہے''۔آپؒ نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے اس کا ذکر کیا۔انہوں نے اپنا لعاب دہن آپؒ کے منہ میں ڈال دیا اس کی برکت سے آپؒ کے کلام کو وہ مقبولیت حاصل ہوئی جو کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔

آپؒ کی تصانیف:-آپؒ نے 92 کتابیں تصنیف کی ہیں۔

''راحت المحبین''اس کتاب میں آپؒ نے حضرت محبوب الٰہی کی ملفوظات تحریر کئے ہیں۔اس کے علاوہ ''مخزن اسرار نظامی''،''شریں خسرو''،''لیلی مجنوں''، ''آئینہ سکندری''،''ہشت بہشت''،''تاج الفتوح''،''نہ سپہر اعجاز خسروی''، ''تغلق نامہ''، ''خزائن الفتوح''،'' مناقب ہند''۔آپ ہی کی تصانیف ہیں۔

خواجہ حسن سے محبت:-آپؒ کی خواجہ حسن سے محبت عشق کے درجے تک پہنچ گئی تھی۔اس عاشق اور معشوق کا چرچہ ہونے پر شہزادہ سلطان خان نے خواجہ حسن کے چند کوڑے مارے تھے،شہزادہ سلطان خان نے اس کے بعد آپؒ کو بلایا اور محبت کے بارے میں دریافت کیا؟ آپ نے جواب دیا کہ''دوئی ہمارے درمیان سے اٹھ چکی ہے۔''شہزادے نے کہا'اس کا ثبوت''اس پر حضرت امیر خسروؒ نے اپنی آستین اٹھا کر دیکھائی۔جس جگہ خواجہ حسنؒ کے کوڑے لگے تھے اسی جگہ آپؒ کے ہاتھ پر کوڑوں کے نشان موجود تھے۔(تاریخ فرشتہ صفحہ 202)

بادشاہوں سے تعلقات:-آپؒ اور حضرت خواجہ حسن سلطان غیاث الدین بلبن کے لڑکے شہزادہ محمد سلطان خان کے پاس ملازم تھے۔شہزادہ ملتان میں رہتے تھے۔ آپؒ نے کئی بار نوکری سے استعفٰی دینا چاہا لیکن شہزادے نے آپؒ کو اس کی اجازت نہیں دی۔جب شہزادہ سلطان ملتان میں شہید ہوا تو آپؒ نے دہلی آ کر امیر علی کی ملازمت اختیار کر لی۔سلطان جلال الدین خلجی کے تخت پر بیٹھنے کے بعد آپؒ اس کے مقرب ہوئے۔سلطان قطب الدین مبارک شاہ تک آپؒ پر ہر بادشاہ نے مہر و محبت اور لطف کرم کی نگاہ رکھی۔شاہی دربار میں آپؒ کی بہت عزت ہوا کرتی تھی۔سلطان غیاث الدین تغلق جس کے نام پر آپؒ نے تغلق نامہ لکھا تھا آپؒ کی بے حد عزت کرتا تھا اور آپؒ سے بہت زیادہ محبت کرتا تھا(تاریخ فرشتہ صفحہ 202)

ایک مرتبہ آپؒ نے معتقدین پر کچھ اعتراض کیا۔اسی وقت ایک برہنہ تلوار آپؒ کے سر پر آئی۔آپؒ نے فوراً ہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور بابا فرید گنج شکرؒ سے امداد طلب کی۔ایک ہاتھ ظاہر ہوا جس نے آستین کاٹی پھر تلوار غائب ہو گئی۔آپؒ محفوظ رہے۔اس کے بعد آپؒ حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چاہتے تھے کہ سب حال بیان کر دیں کہ حضرت محبوب الٰہی نے آپؒ کو وہ آستین دکھائی۔آپؒ نے سر نیاز زمین پر رکھ دیا(تذکرہ الاتقیاء صفحہ نمبر 4)

****

حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ

ولادت:- ملتان کے ضلع لیہ کے ایک قصبہ کوٹ کروڑ ضلع لیّہ میں 27 رمضان المبارک شب جمعہ آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کے جدامجد مکہ معظّمہ سے پہلے خوارزم آئے، پھر ملتان میں مستقل سکونت اختیار کی۔ آپ یہیں پیدا ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نسبتاً قریشی ہیں۔ آپ 578ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ عہد خسرو ملک غزنوی کا عہد تھا۔ بارہ سال کی عمر تک آپ رحمۃ اللہ علیہ ملتان میں ہی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ خراسان تشریف لے گئے۔ اسی عمر میں آپ رحمۃ اللہ علیہ حافظ وقاری ہو گئے تھے۔

۱۵ سال کی عمر میں حفظِ قرآن، حسنِ قرأت، علومِ عقلیہ ونقلیہ اور ظاہری و باطنی علوم سے بھی مرصع ہو گئے تھے۔ آپ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ قرآن مجید کی ساتوں قرأت (سبعہ قرأت) پر مکمل عبور رکھتے تھے۔ آپ نے حصول علم کیلئے خراسان، بخارا، یمن، مدینۃ المنورۃ، مکۃ المکرمۃ، حلب، دمشق، بغداد، بصرہ، فلسطین اور موصل کے سفر کر کے مختلف ماہرین علومِ شرعیہ سے اکتساب کیا۔ شیخ طریقت کی تلاش میں آپ، اپنے زمانہ کے معاصرین حضرتِ خواجہ فریدالدین مسعود گنجِ شکر، حضرت سید جلال الدین شاہ بخاری (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) اور حضرت سید عثمان لعل شاہباز قلندر رحمہم اللہ کے ساتھ سفر کرتے رہے۔

حسب ونسب:- آپ کے والد کی جانب سے اسدی ہاشمی اور والدہ کی جانب سے حسنی ہیں۔ حضرت مخدوم شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ خاندان سہروردیہ کے بڑے بزرگ اور عارف کامل گزرے ہیں۔ حافظ، قاری، محدث، مفسر، عالم، فاضل، عارف، ولی سب کچھ تھے۔ شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ آپ بابا گنج شکر کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ہندوستان کے اندر آپ ولیوں میں باز سفید کے نام سے مشہور تھے۔ **حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ ساتویں صدی ہجری کے مجددین میں شمار کئے جاتے ہیں آپ ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے روزگار تھے، اسلام کے عظیم مبلغ تھے۔**

رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے خرقہ خلافت دلایا:- بیت المقدس سے مختلف بلاد مشائخ اور مزارات کی زیارت کرتے ہوئے مدینۃ العلم بغداد میں آئے تو اس وقت حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا طوطی بول رہا تھا۔ ان کی ذات گرامی مرجع خلائق بنی ہوئی تھی۔ بڑا دربار تھا، بڑا اتقدس۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھتے ہی فرمایا باز سفید آ گیا۔ جو میرے سلسلہ کا آفتاب ہوگا اور جس سے میرا سلسلہ بیعت وسعت پذیر ہوگا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ادب سے گردن جھکائی۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روز حلقہ ارادت میں لے لیا اور تمام توجہات آپ کی طرف مرکوز تھیں۔ صرف سترہ روز بعد درجہ ولایت کو پہنچا کر باطنی دولت سے مالا مال اور خرقہ خلافت عطا کر کے رخصت کر دیا۔

خانقاہ شیخ الشیوخ تو اس وقت دنیا کی سب سے بڑی روحانی یونیورسٹی تھی جس میں ہر وقت اور ہمیشہ درویشوں اور طریقت والوں کا ہجوم رہتا تھا۔ اس وقت اور بھی بہت سے بزرگ ان کی خدمت میں موجود تھے۔ جو مدت سے خرقہ خلافت کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے جو دیکھا کہ مخدوم بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کو آتے ہی خلافت بھی مل گئی اور ہم تو برسوں سے خدمت کر رہے ہیں، اب تک یہ مرتبہ حاصل نہ ہوا اور یہ نوجوان چند روز ہی میں کمال کو پہنچ گیا۔ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے الحمدللہ نور باطن سے معلوم کر کے فرمایا کہ تم بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کی حالت پر کیا رشک کرتے ہو وہ تو چوبِ خشک تھا جسے فوراً آگ لگ گئی اور بھڑک اٹھی۔ تم چوبِ تر کی مانند ہو جو سلگ سلگ کر جل رہی ہے اور جلتے جلتے ہی جلے گی۔ پھر سب لوگ سمجھ گئے کہ یہ تمام امور فضل الٰہی پر منحصر ہیں۔

سترھویں شب ہی کو مخدوم صاحب نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا آراستہ مکان ہے جو انوار تجلیات سے جگمگا رہا ہے، درمیان میں تخت پر حضور (خاتم النبیین ﷺ) جلوہ افروز ہیں۔ دائیں جانب حضرت شیخ الشیوخ دست بستہ مودب کھڑے ہیں اور قریب ہی چند خرقے آویزاں ہیں۔ حضور نبی کریم (خاتم النبیین ﷺ) نے مخدوم صاحب کو سامنے بلایا اور ہاتھ پکڑ کر اسے حضرت شیخ الشیوخ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ میں اسے تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ ان خرقوں میں سے ایک خرقہ بہاؤالدین کو پہنا دو۔ چنانچہ انہوں نے تعمیل حکم کے طور پر آپ کو ایک خرقہ پہنا دیا۔

صبح ہوتی ہے حضرت شیخ الشیوخ نے آپ کو بلایا اور فرمایا کہ رات کو جو خرقہ عطا ہوا ہے وہ تجھے رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ آپ نے وہ خرقہ پہنا یا اور حکم دیا کہ اب ملتان پہنچ کر ہدایت خلق میں مصروف ہو جاؤ۔ یہ تھا حضرت مخدوم صاحب کا مرتبہ کہ سترہ روز میں خلافت ملی، حکم نبوی (خاتم النبیین ﷺ) سے ملی، سب کچھ دکھا کر ملی، گویا آپ کو خود رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) نے ملتان میں پنجاب، سندھ اور سرحد میں روشنی پھیلانے کیلئے متعین کیا تھا۔ شیخ کے حکم پر آپ

ہندوستان کے علاقہ ملتان میں تبلیغِ دین میں مصروف ہوئے۔ آپ کے ذریعے ہزاروں ہندو، مسلمان ہوئے جبکہ لاکھوں مسلمان راہ یاب اور کامیاب ہوئے۔ آپ کے ملفوظات اور مکتوبات طبع ہو چکے ہیں، جن میں سے یہ ایک جملہ مکمل اسلامی زندگی کا احاطہ کرتا ہے:

"جسم کی سلامتی کم کھانے میں، روح کی سلامتی گناہوں کے ترک میں اور دین کی سلامتی نبی کریم صاحبِ لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے میں ہے"۔

حضرت بہاء الدین زکریا سہروردیؒ کا عہد ایک صدی پر محیط ہے۔ اس عرصے میں آپؒ نے علوم ظاہر و باطن اور مختلف فنون و ہنر کو فروغ بخشا۔ ملتان مذہبی، تاریخی اور ثقافتی اعتبار سے اسلام کا مرکز بن گیا۔ مساجد کی تعمیر، مدارس عربیہ کا قیام، لنگر خانوں کا اہتمام اور اسلامی فن تعمیر کی حامل روایات اس کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ برصغیر کے ہندو قبائل جن میں متمول تاجر اور بعض والیان ریاست بھی تھے، نے آپؒ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا۔ دیگر سلسلہ ہائے تصوف کی طرح سلسلہ سہروردیہ کے شیخ کامل نے تبلیغ کے ساتھ عمل پیہم، جہد مسلسل، انسانی فلاح اور خدمت خلق کا درس دیا۔ مخلوق خدا کی خدمت کے لیے تجارت و زراعت کو فروغ بخشا۔ افتادہ جنگلوں کو آباد کرایا۔ کنوئیں اور نہریں کھدوائیں، اور تجارت پر خاص توجہ دی۔ قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں پہنچ کر لوگوں کو تجارت کی ترغیب دی اور اس طرح ان میں رزق حلال کے حصول کا جذبہ بیدار کیا اور ترک دنیا کی بجائے مال و دولت کے جائز حصول میں بھی حیات اخروی کو منزل مقصود قرار دیا۔

آپؒ نے اسلام کی اخلاقی اور روحانی تعلیمات کو اپنی عملی زندگی کے ذریعے پیش کیا۔ ذہنی انتشار اور اخلاقی پستی کے مہیب غار میں گر کر تباہ ہونے والی قوم کو بچایا۔ آپؒ نے اتباع رسول (خاتم النبیین ﷺ) پر خاص زور دیا اور اپنی عملی زندگی سے اس کا بہترین نمونہ پیش کیا۔ حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے تقریباً 850 برس پیشتر سرزمین ملتان کو تبلیغ دین اور اشاعت علوم اسلامیہ کا مرکز و منبع بنایا اور ملتان میں علوم اسلامی کی عظیم درسگاہ قائم کی جسے برصغیر کی پہلی اقامتی درسگاہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ ایک عظیم اخلاقی اور روحانی درسگاہ بھی تھی۔ اس میں مختلف علوم و فنون سکھائے جاتے تھے۔ آپؒ کی درسگاہ سے 70 ہزار علم کے طالب اور سالکان راہ طریقت فیض یاب ہوئے۔ آپؒ کے خلفاء میں مخدوم سید جلال الدین بخاری اوچویؒ، مخدوم سید محمد عثمان مروندی المعروف لال شہباز قلندرؒ، میر سادات حسینیؒ، مولانا فخر الدین عراقیؒ، خواجہ حسن افغانیؒ، شیخ موسیٰ نوابؒ اور آپؒ کے صاحبزادے شیخ صدر الدین عارفؒ شامل ہیں۔ آپؒ کے خلفاء اور تلامذہ نے بنگال، کشمیر، جاوا، سماٹرا، انڈونیشیائ، ملائیشیا اور نو آزاد مسلم ریاستوں میں پھیل کر تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں بھرپور کردار ادا کیا۔ مساجد و مدارس اور مقابر تعلیم و تدریس کا ذریعہ بن گئے۔ آپؒ کی تعلیمات کا عکس ان علاقوں کے لوگوں کی تہذیبی اور ثقافتی زندگی میں نمایاں نظر آتا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت شیخ غوث العالمین (حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ) کشف و کرامات کے سلسلے میں حد درجہ محتاط تھے اور فرمایا کرتے تھے "اَنبیاءِ کرام علیہ السلام کو معجزات کا اِظہار واجب اور اَولیاءِ کرام رحمۃ اللہ علیہ کا کرامات کو چھپانا واجب ہے"۔

دارالاسلام ملتان کا سہروردی مدرسہ:- ملتان دارالسلام تھا۔ اتنے عرصہ میں فضا اور بدل چکی تھی۔ حالانکہ آپ یہیں کے رہنے والے تھے مگر پھر بھی چونکہ آپ صاحب ولایت اور با اقتدار اور باکمال ہو کر آ رہے تھے اس لئے مشائخین ملتان کو آپ کا ملتان آنا ناگوار گزرا۔ انہوں نے دودھ کا پیالہ آپ کے پاس بھیجا جس کا مقصد یہ اشارہ تھا کہ یہاں کا میدان پہلے ہی سرسبز ہے اور ملتان میں آپ کیلئے کوئی جگہ نہیں۔ آپ نے اشارہ سمجھ کر دودھ کے بھرے پیالے میں ایک گلاب کا پھول ڈال کر بھیج دیا۔ جس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ گو کہ یہ پیالہ لبالب ہے، یہاں جگہ نہیں مگر میں مثل اس پھول کے یہاں رہوں گا اور میرے رہنے سے نہ کسی کی جگہ پر اثر پڑے گا نہ کسی پر بار رہوں گا۔ آپ 614ھ میں ملتان پہنچے اس وقت آپ کی عمر 36، 37 برس کی تھی۔ آپ نے ملتان پہنچ کر ملتان کا نقشہ ہی بدل دیا۔ اس کی شہرت کو ہمدوش ثریا بنا دیا۔ آپ نے عظیم الشان مدرسہ رفیع المنزلت خانقاہ وعریض لنگر خانہ، پرشکوہ مجلس خانہ اور خوبصورت عالی شان سرائیں اور مساجد تعمیر کرائیں۔

اس وقت ملتان کا مدرسہ ہندوستان کی مرکزی اسلامی یونیورسٹی کی حیثیت رکھتا تھا جس میں جملہ علوم منقول کی تعلیم ہوتی تھی۔ بڑے بڑے لائق اور وحید العصر معلم پروفیسر اس میں فقہ وحدیث، تفسیر قرآن، ادب، فلسفہ و منطق ریاضی و ہیئت کی تعلیم دیتے تھے۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ بلاد ایشیاء عراق شام تک کے طلباء اس مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ طلباء کی ایسی کثرت تھی کہ ہندوستان میں اس کی کوئی نظیر نہیں تھی۔ لنگر خانہ سے دونوں وقت کھانا ملتا تھا۔ ان کے قیام کیلئے سینکڑوں حجرے بنے ہوئے تھے۔ اس جامعہ اسلامیہ نے ایشیا کے بڑے بڑے نامور علماء و فضلا پیدا کئے، ملتان کی علمی و لٹریری شہرت کو فلک الافلاک تک پہنچا دیا۔

وفات و مزار:- آپ کی وفات 7 صفر 661ھ/ 21 دسمبر 1261ء کو 88 سال کی عمر میں ہوئی۔ ملتان میں ہی آپ کا وصال ہوا اور اسی شہر میں آپ کا مزار پُرانوار زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔ مزار بہاؤالدین زکریا ملتانی فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ کا مزار شریف قلعہ محمد بن قاسم کے آخر میں مرجع خلائق ہے، مزار کی عمارت

پرنقاشی کا کام قابل دید ہے اور سینکڑوں اشعار یادرکھنے کے لائق ہیں، مزار کا احاطہ ہر قسم کی خرافات سے پاک ہے۔عرس کے موقع پر علما کرام کی تقاریر خلق خدا کی ہدایت کا سامان بنتی ہیں، اندرون سندھ سے مریدین ومعتقدین کے قافلے پاپیادہ حاضر ہوتے ہیں۔

آپ کا مرقد مقدس مایوس دلوں کی امیدگاہ ہے جہاں سے ہزاروں بندگان خدا صبح وشام حاضر ہوکر روحانی سکون واطمینان کی دولت حاصل کرتے ہیں۔

اولاد وخلفاء :- بہاؤالدین زکریا ملتانی کے سات بیٹے تھے جنہوں نے بطور صوفیا شہرت حاصل کی۔

مخدوم صدرالدین عارف

مخدوم برہان الدین

مخدوم ضیاؤالدین

مخدوم علاؤالدین

مخدوم قدرت الدین

مخدوم شہاب الدین

مخدوم شمس الدین

مخدوم صدرالدین عارف کے بیٹے شیخ عبدالفتح رکن الدین المعروف شاہ رکن عالم مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔

بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی:- آپ ہی کی نسبت سے ملتان یونیورسٹی کا نام بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی رکھا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک وہند کے مشہور ومعروف روحانی پیشوا حضرت شاہ رکن عالمؒ 9 رمضان المبارک 649ھ بمطابق 1251ء جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔

آپؒ کا اسم گرامی رکن الدین رکھا گیا، آپ کے ادب وآداب سے متاثر ہوکر حضرت خواجہ شمس الدین سبزواری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو "رکن الدین والعالم" کا لقب دیا، بعدازاں آپؒ حضرت شاہ رکن عالم کے نام سے مشہور ہوئے۔

آپ کی والدہ ماجدہ بی بی راستی جو کہ فرغانہ کے شاہ جمال الدین کی صاحبزادی اور فرغانہ کی شہزادی تھیں، زہد وتقویٰ کی وجہ سے رابعہ عصر کہلائیں۔ حافظ قرآن تھیں، تلاوت قرآن مجید سے غیر معمولی شغف رکھتی تھیں روزانہ ایک قرآن مجید ختم کرتی تھیں۔

حضرت شیخ شاہ رکن عالم کی عمر مبارک جب چار سال ہوئی تو شیخ الاسلام حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی (آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا) نے بسم اللہ شروع کی اور شیخ صدرالدین عارف (آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد) نے قرآن مجید حفظ کروانا شروع کیا۔ حضرت شیخ شاہ رکن عالم کا معمول تھا کہ تین مرتبہ میں پاؤ سپارہ پڑھتے تھے اور وہ حفظ ہوجاتا۔ جب حضرت شاہ رکن عالم کی عمر چار سال تھی تو (آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا) شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریا چارپائی پر بیٹھے تھے اور دستار مبارک سر سے اتار کر چارپائی پر رکھ دی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت صدرالدین عارف پاس ہی مودب بیٹھے تھے کہ ننھے شاہ رکن الدین کھیلتے کھیلتے دستار مبارک کے قریب آئے اور اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لی۔ والد ماجد نے ڈانٹا کہ یہ بے ادبی ہے مگر دادا حضور نے فرمایا کہ صدرالدین پگڑی پہننے سے اس کو نہ روکو وہ اس کا مستحق ہے اور یہ پگڑی میں اس کو عطا کرتا ہوں۔

حضرت شاہ رکن عالم نے علوم ظاہری کی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی اور روحانی فیض اپنے دادا حضور بہاءالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کئے۔ یہ دونوں بزرگ آپ سے بے حد محبت رکھتے تھے اور شیخ شاہ رکن عالم بھی ان دونوں بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ کبھی ان سے آنکھ اٹھا کر بات نہ کرتے اور نہ ان کے سامنے بلند آواز سے بولتے۔

آپ سات سال کی عمر میں پانچ وقت نماز باجماعت ادا کرنے لگے۔ حضرت شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی اس دوران آپ کو اپنے ساتھ رکھتے۔ تہجد واشراق، چاشت واوابین اور دیگر نوافل آپ کو پڑھنے کی ترغیب دیتے۔

ایک دن غوث العالمین (حضرت بہاؤالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ) نماز سے فارغ ہوکر دروازے کے قریب آئے تو دیکھا کہ شاہ رکن عالم (قطب الاقطاب) نے دوزخی اور جنتی نمازیوں کے جوتوں کی الگ الگ قطاریں لگا رکھی ہیں۔ عوام تو اس نکتہ کو کیا جانتے تھے، خواص نے البتہ اپنے ذہنوں پر زور دینے کی کوشش کی لیکن قبل اس کے کہ وہ نتیجہ نکالتے، حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ نے جوتے بکھیر دیے اور باہر نکل کر پیار سے سمجھایا کہ بابا ایسا نہ کرو اللہ جل شانہ کے راز فاش کرنا ہمارے نزدیک گناہ ہے۔

حضرت شیخ رکن الدین وعالم اپنے والد محترم عارف باللہ حضرت شیخ صدرالدین عارف کے دست حق پر بیعت ہوئے اور سلوک کی منازل طے کیں اور خرقۂ خلافت سے سرفراز ہوئے۔

محبوبِ الٰہی حضرت شیخ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں: "اللہ نے انہیں بطن مادر میں ہی غوثیت اور قطبیت کے تمام مراتب عطا کردیئے تھے"۔ کتب سیرت میں مذکور ہے کہ حضرت شیخ غوث بہاؤالدین زکریا ملتانی، حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ حضرت لعل شہباز قلندر اور حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) نے کئی تبلیغی دَورے اکٹھے کئے اور پھر ایک وقت اَیسا بھی آیا کہ کم سن شیخ رکن الدین بھی اِن کے ہمراہ ہوتے تھے۔

709ھ میں عارف باللہ حضرت شیخ صدرالدین عارف بھی اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔ اپنے والد عارف باللہ حضرت شیخ صدرالدین عارف کے وصال کے بعد (قطب الاقطاب) حضرت شیخ شاہ رکن عالم مسند نشین ہوئے اور حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی کی عطا کردہ دستار مبارک سر پر رکھی، اور امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا وہ خرقہ زیب تن کیا جو شیخ شہاب الدین سہروردی کے توسل سے ان کے آباؤاجداد اور پھر ان تک پہنچا تھا۔

36 سال کی عمر میں جب حضرت شاہ رکن عالم اپنے والد بزرگوار کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے تو ہر گوشہ سے لوگ خدمت میں حاضر ہوکر فیض یاب ہوئے، جو بھی سائل آتا حاجت روائی ضرور فرماتے۔ مجلس میں جس کے دل میں کوئی بات آتی تو آپ کو اس کا کشف حاصل ہوجاتا اور اس کی دلجوئی فرماتے۔ شیخ شاہ رکن عالم کے عوام

کے علاوہ بادشاہوں سے بھی اچھے تعلقات تھے اور امرا بھی آپ کے معتقد اور غلام تھے۔ حضرت شیخ رکن عالم نے اسلاف کے طریقت کو کمال تک پہنچایا، آپ صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے، آپ کی بے شمار کرامات آج بھی زبان زدِ عام ہیں۔ شیخ الاسلام حضرت شیخ غوث بہاء الدین زکریا ملتانی کشف وکرامات کے سلسلے میں حد درجہ محتاط تھے اور فرمایا کرتے تھے" **انبیاء کرام علیہ السلام کو معجزات کا اظہار واجب اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ کا کرامات کو چھپانا واجب ہے"۔**

قطب الاقطاب حضرت شاہ رکن عالم کا شمار بھی ان نفوس قدسیہ میں ہوتا ہے جنہوں نے اپنی تمام زندگی دین اسلام کی نشر واشاعت اور مخلوق خدا کی خدمت کے لئے وقف کر دی۔ برصغیر میں حضرت شاہ رکن عالم نے ایسے روحانی اور علمی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں جو رہتی دنیا تک اسلام کی حقانیت کو عام کرتے رہیں گے۔ آپ فرماتے کہ **"جسم تو دنیا کے پانی سے پاک ہوجاتا ہے مگر دل کی آلودگی آنکھوں کے پانی سے دور ہوتی ہے"۔**

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت فرماتے ہیں: "قطب الاقطاب حضرت شاہ رکن عالم کا معمول تھا کہ وہ رات کے پچھلے پہر بیدار ہوکر تہجد کی نماز اَدا کرتے تھے۔ تہجد کی نماز سے فراغت کے بعد ذکر واَذکار میں مصروف ہوجاتے اور فجر کی نماز تک ذکر واَذکار میں مصروف رہتے تھے۔ فجر کی نماز باجماعت اَدا کرنے کے بعد ظہر کی نماز تک عبادت وریاضت میں مشغول رہتے تھے اور آپ کا یہ معمول ساری زندگی قائم رہا"۔

حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت فرماتے ہیں کہ "ایک درویش قطب الاقطاب حضرت شیخ رکن الدین عالم کی زیارت کے لئے آیا۔ جب اُس کی نگاہ شاہ رکن عالم کے چہرہ اَنور پر پڑی تو جمال ظاہری اور کمال باطنی کو دیکھ کر وہ دنگ رہ گیا اور اُس نے اَندازہ لگایا کہ حضرت شیخ رکن الدین عالم کے چہرے کی رعنائی اُن کی اُس غذا کی بدولت ہے جو وہ تناول فرماتے ہیں۔ چنانچہ اُس درویش نے دِل میں یہ عہد کرلیا کہ میں لوگوں کی دی ہوئی غذا نہ لوں گا بلکہ وہ غذا اِستعمال کروں گا جو کہ قطب الاقطاب اِستعمال کرتے ہیں۔ الغرض شام کو جب مہمانوں کے لئے کھانا پیش کیا گیا تو اُس درویش نے کھانا کھانے سے اِنکار کردیا اور کہا میں تو وہی کھانا کھاؤں گا جو قطب الاقطاب کے لئے خاص طور تیار ہوتا ہے"۔ خدام نے اُسے سمجھایا لیکن وہ نہ مانا۔ خدام نے کہا بھی کہ "اُن کے کھانے میں کچھ تکلف نہیں ہوتا - حضرت سادہ غذا کھانا پسند فرماتے ہیں"-مگر وہ راضی نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ قطب الاقطاب کو اِطلاع دی گئی۔ قطب الاقطاب نے اپنے دسترخوان سے اُس کے لئے کھانا بھیج دیا۔ اُس درویش نے جب قطب الاقطاب کا کھانا دیکھا تو وہ ایک نان تھا جو نمک کے بغیر تھا اور تلخ سبزی تھی۔ وہ درویش دیکھ کر شرمندہ ہوگیا اور اُس نے اپنا سر جھکا لیا۔ جب سب لوگ کھانے سے فارغ ہو کر اپنی اپنی خوابگاہوں کی طرف چلے گئے تو قطب الاقطاب نے اُس درویش کو بلایا اور فرمایا: "اے درویش! غور سے سنو، ہماری شکل وشباہت لطیف ومزیدار خوراک کی مرہونِ منت نہیں بلکہ یہ اُس روحانی غذا کے سبب ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے عطا فرمائی ہے"۔ اس کے بعد قطب الاقطاب نے اُس درویش کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ آپ کے سینے سے مس ہوتے ہی اُس درویش کا سینہ روشن ہوگیا اور وہ بے اِختیار آپ کے قدموں میں گر پڑا اور اپنی جسارت کی معافی مانگی۔ قطب الاقطاب نے اُسے قلب کی صفائی اور ریاضت کی تعلیم دی اور وہ درویش کچھ عرصہ میں ہی واصلانِ حق کے مرتبے پر فائز ہوا۔

حضرت شیخ رکن الدین وعالم جب مسندِ نشین ہوئے تو اُس وقت پاکپتن میں شیخ علاؤالدین چشتی نے پاکپتن کی سرزمین کو رشکِ فردوس بنا رکھا تھا اور دہلی میں محبوبِ الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اَولیاء مسندِ نشین تھے جو کہ روحانی طور پر دہلی کے تاجدار تھے۔ بلاشبہ یہ ان تینوں حضرات کی محنتوں اور کاوشوں کا صلہ تھا جس کی وجہ سے برصغیر پاک وہند میں کفر کے اَندھیرے اِیمان کی روشنیوں میں تبدیل ہونا شروع ہوئے اور اِنہوں نے لوگوں کو راہِ راست پر لانے میں دِل وجان سے خدمت کی۔

695ھ میں قطب الاقطاب حضرت شیخ شاہ رکن عالم کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی راستی وصال فرما گئیں۔ 709ھ میں عارف باللہ حضرت شیخ صدرالدین عارف بھی اس جہان فانی سے کوچ فرما گئے۔

وفات:- حضرت شیخ شاہ رکن عالم 16 رجب المرجب بمطابق 735ھ بروز جمعرات نمازِ مغرب سے فارغ ہونے کے بعد صلوٰۃ اوابین ادا فرما رہے تھے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو سر سجدے میں رکھ دیا، اسی وقت محبوب کا بلاوا آیا اور روح پرواز کر گئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کے دادا حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں دفن کیا گیا۔

آپ کی تدفین کے چند دن بعد حضرت بہاؤالدین زکریاؒ شیخ صدرالدین محمد کے خواب میں آئے اور فرمایا" آپ نے قطب الاقطاب کو میری پائینتی میں دفن کر دیا، مجھے سخت تکلیف ہورہی ہے۔ آپ انہیں سامنے دوسرے مقبرے میں دفن کریں تاکہ میں آرام سے رہ سکوں"۔

حکم واضح تھا، اور سامنے غیاث الدین تغلق کا مقبرہ تھا، یہ مقبرہ تعمیر اور عقیدت کی عظیم داستان تھا۔ غیاث الدین تغلق نے یہ مقبرہ حضرت غوث العالمین (حضرت بہاؤالدین

زکریا رحمۃ اللہ علیہ) کے قرب میں دفن ہونے کی خاطر اپنے ذاتی خرچ سے تعمیر کروایا تھا مگر اتفاق سے سلطان کی موت دہلی میں واقع ہوئی، اور سلطان کو دہلی میں ہی دفن کر دیا گیا۔ سلطان کے جانشین محمد شاہ تغلق نے جو کہ شاہ رکن عالم کا معتقد تھا مقبرہ حضرت شاہ رکن عالم کو دے دیا۔ حضرت شاہ رکن عالم اسے عبادت گاہ کے طور پر استعمال فرماتے رہے مگر محض اس خیال سے کہ ممکن ہے اس کی تعمیر بیت المال کے روپے سے کی گئی ہو وہاں دفن ہونا پسند نہ فرمایا۔

جس دن شیخ صدرالدین محمد کو خواب میں حضرت شاہ رکن عالم کو سامنے والے مقبرے میں منتقل کرنے کا اشارہ ہوا- اسی دن غیاث الدین تغلق کا صاحبزادہ اور ہندوستان کا بادشاہ فیروز شاہ تغلق سندھ سے واپس دہلی جا رہا تھا جب وہ ملتان میں رکا، ملتان کے عمائدین نے اسے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کا خواب سنایا، تو اس نے اس بات کا یقین دلایا کہ اس مقبرہ کی تعمیر بیت المال سے نہیں ہوئی بلکہ سلطان غیاث الدین تغلق نے اپنی ذاتی آمدنی سے جب کہ وہ دیپال پور کے گورنر تھے تعمیر کرایا تھا لہٰذا اس نے عمائدین کے ساتھ قبر کشائی کی، حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ کے جسد مبارک کو کندھا دے کر والد کے خالی مقبرے تک لایا اور اپنے ہاتھوں سے ان کی تدفین کی۔

وہ دن اور آج کا دن، یہ مقبرہ مقبرہ نہیں رہا، بلکہ قطب الاقطاب حضرت شیخ شاہ رکن عالم کا مزار بن گیا۔

حضرت شیخ شاہ رکن عالم نے جہاں علم و عمل اور سیرت و کردار کے مجسم پیکر بن کر لوگوں کو دائرہ اسلام میں داخل کر کے برصغیر میں اسلام کی حقانیت کا بول بالا کیا، اور پورے خطہ سرزمین کے لیے رحمت کا باعث بنے، وہاں ان کا یہ مزار بھی دنیا بھر میں ملتان کی پہچان بنا، جس کی تاریخی اور تعمیری خصوصیات کے باعث ملتان کو قدیم عظمت کا نشان کہا جاتا ہے۔ اسلامی فن تعمیر کا حسین شاہکار مزار کا یہ گنبد ایشیا کا دوسرا سب سے بڑا گنبد ہے جو کہ اپنی خوبصورتی کے باعث زائرین کی نگاہوں کو خیرہ کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حضرت بایزید بسطامیؒ

تعارف :-آپ بہت بڑے اولیاء اور مشائخ عظام میں سے تھے اور ریاضت وعبادت کے ذریعے قرب الٰہی حاصل کیا۔احادیث بیان کرنے میں آپؒ کو کمال حاصل تھا۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے"حضرت بایزیدؒ کو اولیاء کرامؒ میں وہی اعزاز حاصل ہے جو حضرت جبرائیلؑ کو ملائکہ میں۔اور مقام توحید میں تمام بزرگوں کی انتہا آپؒ کی ابتداء ہے"۔

حالات :-آپؒ نے ایک سوسترہ مشائخ کرام سے نیاز حاصل کیا۔انہی مشائخ میں حضرت امام جعفر صادقؒ بھی شامل ہیں۔ایک مقام پر آپؒ کسی بزرگ سے نیاز حاصل کرنے کے لیے پہنچے اور دیکھا کہ ان بزرگ نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوک دیا ہے۔بغیر ملاقات واپس آ گئے اور فرمایا کہ"اگر وہ بزرگ مدارج طریقت سے واقف ہوتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ شریعت کے منافی کام نہیں کرنا چاہیے"۔ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰؒ نے آپؒ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کی جستجو میں سب سے زیادہ دشوار مقام آپؒ کو کیا نظر آیا؟فرمایا کہ"اللہ تعالیٰ کی اعانت کے بغیر قلب کو اس کی جانب متوجہ کرنا بہت دشوار کام ہے اور جب اس کی مدد شامل حال ہوجاتی ہے تو پھر محنت کے بغیر بھی قلب اس کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے اور مجھے اس وقت ایک خاص کشش سی محسوس ہونے لگتی ہے" جب آپؒ پر اللہ تعالیٰ کے خوف کا غلبہ ہوتا تو پیشاب میں خون آنے لگتا تھا۔

روایات :-ایک مرتبہ آپؒ کے پاس کچھ لوگ حاضر ہوئے۔آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمایا"میں نے بہت کوشش کی کہ تمہیں دینے کے لیے کچھ مل جائے لیکن نہیں مل سکتی"(یعنی تمہاری قسمت میں کوئی چیز نہیں ہے)

حضرت یحییٰ بن معاذؒ نے ایک مرتبہ آپؒ کو تحریر کیا کہ"ایسے شخص کے بارے میں آپؒ کی کیا رائے ہے جو ایک جام ازلی سے ایسا مست ہو گیا کہ اس کی مستی ابد تک ختم ہونے والی ہے" حضرت بایزیدؒ نے جواب دیا کہ"یہاں ایک ایسا فرد بھی موجود ہے جو ازل وابد کے بحریوں کو پی کر بھی یہی کہتا ہے کہ کچھ اور مل جائے"۔پھر ایک مرتبہ یحییٰ ابن معاذؒ نے آپؒ کو تحریر کیا کہ"میں آپؒ کو ایک راز بتانا چاہتا ہوں لیکن اس وقت بتاؤں گا جب ہم دونوں جنت میں شجر طوبیٰ کے نیچے کھڑے ہوں گے "اور قاصد کو ایک ٹکیہ روٹی دے کر یہ ہدایت بھی کر دی کہ حضرت بایزیدؒ سے کہنا اس کو کھالیں۔یہ آب زم زم سے گوندھی گئی ہے۔اس کے جواب میں حضرت بایزید نے لکھا "جس جگہ اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جاتا ہے وہاں جنت اور شجر طوبیٰ دونوں موجود ہوتے ہیں اور ٹکیہ اس لیے واپس کر رہا ہوں کہ آب زم زم سے گوندھنے کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے۔لیکن یہ کیسے معلوم ہو کہ جو بیج بویا گیا تھا وہ کسب حلال کا تھا یا کسب حرام کا؟اس لیے اس کے حلال ہونے میں بھی مجھے شک ہے"۔

ایک مرتبہ حضرت یحییٰ بن معاذؒ آپؒ سے ملاقات کے لیے گئے آپؒ قبرستان میں انگوٹھوں کے بل کھڑے ہوئے مصروف عبادت تھے۔ساری رات گزر گئی، صبح کے وقت حضرت معاذؒ نے آپؒ کو سلام کیا اور رات کے واقعات دریافت کئے تو آپؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے 20 مدارج عطا فرمائے لیکن وہ سب حجاب کے تھے اس لیے میں نے قبول نہ فرمائے۔پھر حضرت یحییٰ نے آپؒ سے پوچھا کہ آپ نے اللہ سے معرفت کیوں طلب نہ فرمائی؟یہ سنتے ہی آپؒ نے چیخ کر کہا"بس خاموش" پھر فرمایا" مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس شے سے واقف ہوجاؤں جس کے لیے میری تمنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اس سے کوئی واقف نہ ہو اور یہ بات تم خود سوچو کہ جہاں معرفت خداوندی کا وجود ہو وہاں مجھ جیسے گناہ گار کا گزر کہاں؟کیونکہ یہ خدا کی مرضی میں شامل ہے کہ معرفت کو اس کے علاوہ کوئی نہ جان سکے"۔پھر حضرت یحییٰ نے عرض کیا"حضرت آج کی رات جو مراتب آپؒ کو عطا ہوئے ہیں ان کا کچھ فیض مجھے بھی پہنچا دیجئے" حضرت بایزیدؒ نے فرمایا **"اگر تجھ کو صفات آدمؑ، قدس جبرائیلؑ، خلعت ابراہیمؑ، شوق موسیٰؑ، پاکیزگی عیسیٰؑ اور حُبِ محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سب ہی کچھ عطا کر دیئے جائیں تب بھی خوش نہ ہونا کیونکہ یہ سب حجابات ہیں۔راہ کی رکاوٹیں، بس صرف اللہ سے اللہ ہی کو طلب کرتے رہنا تا کہ آخر کار سب کچھ حاصل ہوجائے۔"**

ایک مرتبہ آپؒ اپنے ارادتمندوں کے ہمراہ ایک تنگ گلی سے گزر رہے تھے کہ سامنے سے ایک کتا آ گیا۔آپؒ خود بھی فوراً ایک طرف ہو گئے اور تمام لوگوں کو بھی اشارہ کیا کہ کتے کے راستے سے ہٹ جائیں۔سب لوگ ایک جانب کھڑے ہو گئے اور کتا وہاں سے گزر گیا۔اس وقت آپ کے ایک مرید نے کہا"حضور انسان اشرف المخلوقات ہے۔آپؒ نے اتنے ادب سے کتے کو راہ دی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کتے کو ہم پر فضیلت حاصل ہے اور یہ بات خلاف عقل بھی ہے اور خلاف شرح بھی" آپؒ نے جواب دیا کہ"اس کتے نے میری طرف دیکھا اور مجھ سے سوال کیا کہ ازل میں اللہ تعالیٰ نے مجھے کتا اور تجھے سلطان العارفین کیوں بنایا؟اس وقت میرا کیا قصور تھا اور آپؒ کی کیا فضیلت تھی؟چنانچہ میں نے اس خیال سے کہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا انعام ہے کہ اس نے مجھے کتے پر فضیلت دی میں نے کتے کا راستہ چھوڑ دیا"۔

پھر ایک اور مرتبہ راہ میں کتا ملا وہ ان کے پاس سے گزرنے لگا تو حضرت بایزید بسطامیؒ نے اپنے کپڑے سمیٹ لیے تاکہ کتا ان سے لگ نہ جائے۔ کتے نے یہ دیکھا تو ان کی طرف دیکھا اور کہا ''بایزید یہ آپؒ نے اپنے کپڑے مجھ سے کیوں بچائے کیونکہ اگر میں گیلا نہیں تھا تو آپؒ ناپاک نہیں ہو سکتے تھے اور اگر میں گیلا ہوتا تو آپؒ اپنے کپڑے پاک کر سکتے تھے۔ یہ جس تکبر کا مظاہرہ اس وقت آپؒ نے کیا ہے، سات سمندر کا پانی بھی اس کو نہیں دھو سکتا"۔ آپؒ نے فرمایا ''بے شک تو نے ٹھیک کہا ہے اصل میں تیرا ظاہر نجس ہے اور میرا باطن'' چل کچھ عرصہ دونوں ساتھ رہتے ہیں تاکہ میں تجھ سے کچھ سیکھ سکوں"۔ اس کتے نے جواب دیا "میں اور آپؒ ساتھ کیسے رہ سکتے ہیں۔ میں نجس اور آپؒ پاک، دوسرے میں تو اپنے لیے دوسرے وقت کے لیے ایک ٹکڑا بھی بچا کر نہیں رکھتا اور آپؒ کے پاس ایک سال کا غلہ جمع ہے"۔ یہ کہا اور ایک طرف کو چلا گیا۔ حضرت بایزید بسطامی نے اپنے آپ سے کہا'' تف ہے بایزید تجھ پر تجھے ایک کتا تو اپنے ساتھ رکھنے کو تیار نہیں اور تو قرب خداوندی ڈھونڈتا پھرتا ہے''۔ پھر فرمایا'' پاک ہے وہ ذات جو کم ترین مخلوق سے بہترین مخلوق کو درس عبرت دے''۔

حضرت شفیق بلخیؒ کا ایک مرید سفر حج پر روانہ ہوتے ہوئے حضرت بایزیدؒ کے ہاں شرف نیاز کے لیے حاضر ہوا۔ آپؒ نے پوچھا کہ کس سے بیعت ہوا اور جب اس نے مرشد کا نام بتایا تو فرمایا کہ تمہارے مرشد کے اقوال اور اعمال کیا ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ ان کا عمل تو یہ ہے کہ مخلوق سے بے نیاز ہو کر متوکل علی اللہ ہو گئے ہیں اور قول یہ ہے کہ اگر بارش نہ ہونے سے غلہ پیدا نہ ہو اور پوری مخلوق میری عیال میں داخل ہو جب بھی میں توکل ترک نہیں کر سکتا''۔ یہ سن کر حضرت بایزید نے فرمایا کہ'' وہ تو بڑا کافر اور مشرک ہے اگر میں پرندہ بن جاؤں تب بھی اس کے شہر کا رخ نہ کروں۔ لہٰذا اس کو میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ "صرف دو روٹیوں کی خاطر تو اللہ تعالیٰ کو آزماتا ہے۔ جب بھوک لگے تو کسی سے مانگ کر کھا لینا، مگر توکل کو رسوا نہ کرنا کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تیری وجہ سے تیرا شہر ہی تباہ نہ ہو جائے''۔ یہ سن کر مرید حج کا قصد ترک کر کے حضرت بایزید کا پیغام لے کر حضرت شفیق بلخیؒ کی خدمت میں پہنچا اور جب حضرت شفیق بلخیؒ نے اس پیغام پر غور کیا تو محسوس ہوا کہ واقعی یہ عیب ان کے اندر موجود ہے۔ انہوں نے اپنے مرید سے کہا" تو نے حضرت بایزیدؒ سے یہ کیوں نہیں پوچھا کہ اگر مجھ میں یہ خامی ہے تو پھر آپ کا کیا مرتبہ ہے"؟ چنانچہ اس مرید نے دوبارہ آپؒ کے پاس پہنچ کر آپؒ سے یہ سوال کیا۔ آپؒ نے فرمایا" یہ اس کی دوسری حماقت ہے۔ لیکن میں جو کچھ جواب دوں گا وہ تیرے فہم سے بالاتر ہے"۔ لہٰذا کاغذ پر یہ تحریر کر کے کہ'' (بسم اللہ الرحمن الرحیم) بایزید کچھ بھی نہیں"، کاغذ لپیٹ کر اس کو دے دیا۔ اس کا مفہوم یہ کہ جب بایزید خود کچھ نہیں تو اس کے اوصاف (کی وجہ سے) کیا؟ اور اس کا مرتبہ کیا؟ لہٰذا اس کا مرتبہ دریافت کرنا بے سود ہے اور توکل اور اخلاص تو سب مخلوق کی باتیں ہیں۔ ہماری شہرت تو اللہ کی وجہ سے ہونی چاہیے نہ کہ توکل سے۔ چنانچہ جب وہ مرید پیغام لے کر پہنچا تو حضرت شفیق بلخیؒ بالکل لب مرگ تھے اور یہ کاغذ پڑھ کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے۔

حضرت احمد خضرویہؒ ایک مرتبہ آپؒ کی ملاقات کو آئے اور اندر آنے کے بعد سوال کیا "میں نے آپؒ کے مکان کے باہر ابلیس کو پھانسی پر لٹکے ہوئے دیکھا ہے وہ کیا چیز ہے"؟ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا" میں نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ کبھی بسطام میں داخل نہ ہونا لیکن وہ وعدہ خلافی کرتے ہوئے ایک شخص کو فریب دے کر بسطام میں آ گیا اور اس کی سزا میں میں نے اسے پھانسی پر لٹکا دیا"۔ کسی نے سوال کیا" آپؒ کے پاس عورتوں کا اجتماع کیوں رہتا ہے"؟ فرمایا" یہ ملائکہ ہیں جن کو میں علمی مسائل سمجھاتا ہوں"۔ پھر فرمایا" ایک شب آسمان اول کے ملائکہ میرے پاس آئے اور فرمایا کہ ہم آپؒ کے ساتھ عبادت کرنا چاہتے ہیں"۔ میں نے کہا "میری زبان میں وہ طاقت نہیں ہے جس سے میں ذکر الٰہی کر سکوں۔ لیکن اس کے باوجود رفتہ رفتہ ساتوں آسمانوں کے ملائکہ میرے پاس جمع ہو گئے اور سب نے وہی خواہش ظاہر کی جو آسمان اول کے ملائکہ نے کی تھی اور میں نے سب کو وہی جواب دیا۔ انہوں نے سوال کیا کہ'' ذکر الٰہی کرنے کی طاقت آپؒ میں کب تک پیدا ہو جائے گی''؟ میں نے کہا کہ'' قیامت میں جب سزا اور جزا ختم ہو جائیں گے اور میں طوافِ عرش کرتا ہوا اللہ اللہ کہہ رہا ہوں گا''۔

ایک مرتبہ ایک یہودی جو آپؒ کا پڑوسی تھا کہیں چلا گیا۔ افلاس کی وجہ سے اس کی بیوی چراغ تک روشن نہ کر سکتی تھی۔ آپؒ روزانہ چراغ جلا کر اس کے گھر رکھ آیا کرتے تھے۔ یہودی واپس آیا اور جب اس کی بیوی نے اس کو یہ بات بتائی تو فوراً آپؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

ایک مرتبہ کسی نے ایک آتش پرست سے مسلمان ہونے کے لیے کہا اور کہا" اسلام قبول کر لو کہ عافیت حاصل ہو جائے"۔ اس نے جواب دیا" اگر اسلام وہ ہے جو بایزید کو حاصل ہے تو مجھ میں اس کی طاقت نہیں اور جس طرح تم سب لوگ مسلمان ہو مجھے اس پر اعتماد نہیں"۔

ایک مرتبہ لوگوں نے قحط سے عاجز آ کر آپؒ سے دعا کی درخواست کی آپ مراقبے میں چلے گئے، مراقبہ سے سر اٹھا کر کہا" جا کر پرنالوں کو درست کر لو بارش ہونے والی ہے"۔ چنانچہ کچھ ہی دیر میں بارش شروع ہو گئی اور ایک دن اور ایک رات مسلسل بارش برستی رہی۔

ایک دن آپؒ نے اپنے پاؤں پھیلائے تو ایک مرید نے بھی پاؤں پھیلا لیے اور جب آپؒ نے اپنے پاؤں سمیٹے تو اس نے بھی اپنے پیر سمیٹنے کی کوشش کی مگر اس کے پاؤں شل ہو کر رہ گئے اور موت کے وقت تک اس کے پاؤں ویسے ہی رہے کیونکہ اس نے اپنے مرشد کے پاؤں پھیلانے کو معمولی بات سمجھا۔

ایک شخص جو آپؒ کی عظمت اور کرامت سے منکر تھا ایک مرتبہ آپؒ کے پاس آیا اور کہا کہ ''مجھے رموز خداوندی سے آگاہ کریئے'' آپؒ نے فرمایا ''میرا ایک دوست فلاں پہاڑ پر موجود ہے وہاں جا کر اس سے یہ سوال کرنا وہ تمہیں جواب دے دے گا"۔ وہ شخص وہاں گیا اور دیکھا کہ پہاڑ کے دہانے پر ایک بہت بڑا سانپ بیٹھا ہوا ہے۔ یہ شخص سانپ کو دیکھتے ہی مارے خوف کے بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو حضرت بایزید کے پاس دوبارہ حاضر ہو کر تمام قصہ کہہ سنایا۔ آپؒ نے اس سے کہا "عجیب بات ہے تم مخلوق سے تو اس قدر خائف ہو گئے اور خالق کی ہیبت نے تمہارے دل پر ذرا بھی اثر نہ کیا۔ اس لیے تم مجھ سے رموز خداوندی معلوم کرنے آئے تھے"۔ (ہیبت تو ہیبت خداوندی کی ہونی چاہیے)

حضرت شیخ ابوسعید میخوارانیؒ آپؒ کی خدمت میں بغرض امتحان حاضر ہوئے تو آپؒ نے ان کی نیت بھانپ کر فرمایا "تم ابوسعید راعیؒ کے پاس چلے جاؤ وہ میرا مرید ہے اور میں نے اپنی تمام ولایت اس کے حوالے کر دی ہے"۔ چنانچہ حضرت شیخ ابوسعیدؒ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ وہ عبادت میں مشغول ہیں۔ یہ انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابوسعید راعیؒ جب اپنی عبادت سے فارغ ہوئے اور انہیں اپنے پاس کھڑے ہوئے دیکھا تو ان سے پوچھا " کیا چاہیے "؟ انہوں نے جواب دیا'' تازہ انگور'' چنانچہ حضرت ابوسعید راعیؒ نے ایک چھڑی کے دو ٹکڑے کر کے ایک اپنے اور ایک اُن کے سامنے زمین میں دفن کر دیئے اور تھوڑی ہی دیر میں دونوں مقامات سے ان چھڑیوں میں انگور کے سبز سبز پتے نمودار ہوئے اور دیکھتے ہی دیکھتے ان میں انگور لگ گئے۔ فرق صرف یہ رہا کہ ابوسعید میخوارانیؒ کے قریب کی چھڑی میں سیاہ اور ابو سعید راعیؒ کے قریب والے درخت میں نہایت نفیس سفید قسم کے انگور تھے۔

جب ابوسعید میخوارانیؒ نے اس کی وجہ معلوم کی تو ابوسعید راعیؒ نے فرمایا کہ ''مجھے تو صدق ویقین کا درجہ حاصل ہے اور تمہیں امتحان منظور تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے دونوں درختوں سے دونوں کی قلبی کیفیت ظاہر فرما دی'' اس کے بعد آپؒ نے انہیں ایک کمبل دے کر ہدایت فرمائی کہ اس کمبل کو بہت احتیاط سے رکھنا وہ اس کمبل کو لے کر حج کرنے چلے گئے۔ بے حد احتیاط کے باوجود وہ کمبل عرفات میں کہیں گم ہو گیا۔ پھر جب یہ بسطام میں واپس آئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ کمبل حضرت ابوسعید راعیؒ کے پاس موجود تھا۔

حضرت ذوالنونؒ نے آپؒ کے پاس پیغام بھیجا "تم رات کو سکون اور چین کے ساتھ نیند لے کر اہل قافلہ سے پیچھے رہ جاتے ہو"۔ آپؒ نے جواب دیا "پوری رات سکون کی نیند لینے کے بعد اہل قافلہ سے بچھڑ کر جو پہلے منزل پر پہنچ جائے وہی کامل ہوتا ہے"۔ یہ سن کر حضرت ذوالنونؒ نے کہا "یہ مرتبہ اللہ تعالیٰ انہیں مبارک فرمائے"۔

ریاضت :- آپ فرمایا کرتے تھے "میں نے بارہ سال تک نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدے کی آگ سے تپایا اور ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹتا رہا جس کے بعد میرا قلب آئینہ بن گیا پھر پانچ سال مختلف قسم کی عبادات سے اس پر قلعی چڑھاتا رہا۔ پھر ایک سال تک جب میں نے خود اعتمادی کی نظر سے اس کا مشاہدہ کیا۔ تو اس میں تکبر اور خود پسندی کا مادہ موجود پایا۔ چنانچہ پھر پانچ سال تک مسلسل مجاہدہ کر کے اس کو مسلمان بنایا اور جب اس میں خلائق کا نظارہ کیا تو سب کو مردہ پایا اور نماز جنازہ پڑھ کر ان سے کنارہ کش ہو گیا۔ جس طرح لوگ نماز جنازہ پڑھ کر قیامت تک کے لیے مردے سے جدا ہو جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد مجھے واصل الی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو گیا"۔

آپ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر گریہ زاری کرتے رہتے تھے لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپؒ نے فرمایا "میں اللہ کے گھر کے باہر خود کو حائضہ عورت کی طرح نجس تصور کرتا ہوں اور روتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ کہیں میرے اندر آنے سے اللہ کا یہ گھر ہی نجس نہ ہو جائے"۔

کیفیت وجد:- حضرت بایزید بسطامیؒ ایک دن حالت وجد میں تھے کہ سجدے کی حالت میں چلے گئے۔ معرفت الٰہی کا غلبہ ہوا اور زبان مبارک سے نکلا ''ملکی اعظم من ملک اللہ'' ''میری سلطنت اللہ کی سلطنت سے بڑی ہے'' مریدین بے چارے پریشان اور دم بخود۔ جب شیخ کو ہوش آیا اور کچھ افاقہ ہوا تو انہوں نے کہا" حضرت آج آپؒ کے منہ سے کفر کا کلمہ نکل گیا تھا"۔ انہوں نے کہا" کیا کفر کا کلمہ؟ تم لوگوں نے مجھے فوراً ہی مطلع کیوں نہ کیا۔ آئندہ ایسا ہو تو یہ کوڑا میری کمر پر مارنا تا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ میں نے کیا کہا ہے"۔ مریدین بے چارے ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ پر وجد طاری ہوا اور معرفت الٰہی کا غلبہ ہوا۔ آپ نے پھر کہا کہ ''ملکی اعظم من ملک اللہ'' جب آپؒ نے اس کی تکرار کی تو آپ کے مریدین نے کوڑا اٹھایا اور آپؒ کو ہوش میں لانے کی غرض سے ایک کوڑا آپؒ کی کمر پر مارا لیکن وہ

کسی اور مرید کی کمر پر جا کر لگا۔ اب مرید جو کوڑا مارتے وہ ان ہی کی کمر پر الٹ کر لگتا۔ بے چارے بے حد پریشان اگر مرشد کا حکم نہ مانیں تو پریشانی اور ایسے یہ لہولہان ہو گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد آپؒ ہوش میں آ گئے اور مریدین کو اس حالت میں دیکھ کر پوچھا "تمہیں کیا ہوا ہے"؟ انہوں نے کہا "حضرت آج آپ کے منہ سے پھر وہی کفر کا کلمہ نکلا تھا ہم نے آپؒ کے حکم کی بجا آوری کے لیے آپؒ کو ہوش میں لانے کے لیے کوڑا آپؒ کو مارا لیکن جو بھی مارتا تھا کوڑا اس کے اوپر ہی پلٹ کر پڑتا تھا"۔ انہوں نے کہا "مجھے بتاؤ تو سہی کہ کفر کا کلمہ تھا کیا""؟ انہوں نے کہ حضرت آپؒ نے کہا ''ملکی اعظم من ملک اللہ'' (میرا ملک اللہ کے ملک سے بڑا ہے) انہوں نے کہا "نالائقو یہ کفر کا کلمہ کہاں ہے؟ یہ تو عین توحید کا ایمان کا کلمہ ہے"۔ مریدین نے کہا "حضرت کیسے"؟ انہوں نے فرمایا "دیکھو اس کا مطلب سمجھ لو "یہ بتاؤ" اللہ کا ملک کیا ہے اور وہ کہاں ہے؟ اللہ کا ملک ہے یہ زمین وآسمان، پہاڑ، سورج، چاند، ستارے میں ہوں تم ہو یہ سب اللہ کا ملک ہے اور میرا ملک ہے اللہ کی ذات اللہ کی صفات میں اسی میں سیر کرتا ہوں۔ اسی میں عروج کرتا ہوں۔ رات دن اس کی ہی ذات میں گھیرا ہوا رہتا ہوں تو میرا ملک تو اللہ کی ذات ہے اور اللہ کا ملک میری ذات۔ اب تم ہی بتاؤ کہ میرا ملک بڑا ہے یا اللہ کا ملک"؟ مرید بیچارے خاموش ہو گئے۔

آپؒ ایک مسجد میں چالیس برس مقیم رہے اور سوائے مسجد کی دیوار کے کسی چیز سے ٹیک نہیں لگائی۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ چالیس برس تک میں نے انسانوں کی غذا چکھی تک نہیں، میرا رزق کہیں اور سے آتا تھا۔ میں اس دوران اپنے قلب کی نگرانی میں مصروف رہا۔ اس کے بعد جب غور کیا تو ہر سمت بندگی اور خدائی نظر آئی۔ پھر تیس سال اللہ تعالیٰ کی جستجو میں گزرے۔ اس کے بعد اللہ کو طالب اور خود کو مطلوب پایا اور اب یہ عالم ہے کہ جب اللہ کا نام لیتا ہوں تو اپنی زبان کو تین مرتبہ دھوتا ہوں۔

لوگوں نے ایک مرتبہ آپؒ سے سوال کیا" آپؒ کا مرشد کون ہے""؟ آپؒ نے جواب دیا" میرا مرشد ایک بوڑھی عورت ہے"؟ لوگوں نے پوچھا" وہ کیسے مرشد ہوئی"؟ آپؒ نے فرمایا ایک مرتبہ میں ایک جنگل سے گزر رہا تھا کہ ایک بڑھیا اپنے سر پر آٹا رکھے ہوئے ملی۔ اس نے مجھ سے کہا" یہ آٹا میرے مکان تک پہنچا دو"۔ میں نے آٹا اس کے سر سے اٹھایا اور ایک شیر کے سر پر رکھا کہ جاؤ یہ آٹا تمہارے گھر تک چھوڑ آئے گا پھر اس عورت سے کہا" ہاں تم میرے بارے میں شہر میں جا کر کیا کہو گی""؟ اس بڑھیا نے جواب دیا "میں لوگوں سے کہوں گی کہ آج جنگل میں میری ملاقات ایک ''خودنما ظالم'' سے ہوئی تھی"۔ آپؒ نے اس سے پوچھا کہ تم نے مجھے ''خودنما ظالم'' کا خطاب کیوں دیا؟ بڑھیا نے کہا" شریعت نے شیر کو مکلف نہیں بنایا اور تم ایک غیر مکلف کی پشت پر اپنا بوجھ لاد رہے ہو۔ یہ ظلم نہیں تو پھر کیا ہے؟ اور دوسرا عیب تمہارے اندر یہ ہے کہ تم خود کو لوگوں پر صاحب کرامت ظاہر کرنا چاہتے ہو اور اسی کا نام ''خودنمائی'' ہے"۔ بس اس وجہ سے بڑھیا کو اپنا مرشد تسلیم کرتا ہوں اور اب میری یہ حالت ہے کہ ہر کرامت پر میں اللہ تعالیٰ کی تصدیق کا طالب ہوں اور اس تصدیق کے لیے اس دن سے ایک نور ظاہر ہوتا ہے جس پر سبز حروف میں یہ کلمات تحریر ہوتے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، نوح نجی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، موسیٰ کلیم اللہ، عیسیٰ روح اللہ علیہم الصلوٰۃ وسلام جس سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ یہ پانچ شہادتیں میری کرامت کی شاہد ہیں۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے "ایک مرتبہ میں دجلہ پر پہنچا تو پانی جوش مارتا ہوا میرے استقبال کو بڑھا۔ میں نے کہا" مجھے تیرے استقبال کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اپنی تیس سالہ ریاضت کو تکبر کر کے ضائع نہیں کرنا چاہتا کیونکہ میں تو کریم کا طالب ہوں نہ کہ کرامت کا"۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے "مجھ سے ملاقات کرنے والوں میں سے بعض کو رحمت حاصل ہوتی ہے اور بعض کو لعنت۔ کیونکہ جو میری مدہوشی کی حالت میں آتے ہیں وہ میری غیبت کے مرتکب ہوتے ہیں اور لعنت کے مستحق قرار پاتے ہیں اور جو اس وقت آتے ہیں جب مجھ پر حق کا غلبہ ہوتا ہے تو ان کو رحمت حاصل ہوتی ہے"۔ جس وقت جنگ روم میں اسلامی لشکر پسپا ہو گیا تو کسی کے منہ سے نکلا ''یا بایزیدؒ اعانت فرمایئے'' چنانچہ اسی وقت ایک آگ نمودار ہوئی جس کے خوف سے لشکر کفار بھاگ کھڑا ہوا اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہو گئی۔

آپؒ فرمایا کرتے تھے'' مجھ سے بذریعہ الہام اللہ تعالیٰ نے فرمایا" عبادت وخدمت تو بہت ہے لیکن اگر تو ہماری ملاقات کا متمنی ہے تو ہماری بارگاہ میں وہ شے سفارت (شفاعت) کے لیے بھیج جو ہمارے خزانے میں نہ ہو"؟ آپ نے سوال کیا" وہ کونسی شے ہے"؟ فرمایا" وہ عجز وانکساری، ذلت وغم، ہمارا خزانہ ان چیزوں سے خالی ہے اور ان کو حاصل کرنے والا ہمارا قرب حاصل کر لیتا ہے"۔ (یعنی ان صفات کے حامل لوگ ہمارے ہاں کم ہیں)

ایک مرتبہ آپؒ نے فرمایا "جب میں نے پہلی مرتبہ حج کیا تو کعبہ کی زیارت کی اور دوسری مرتبہ کعبہ اور صاحب کعبہ کی اور تیسری مرتبہ کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے دروازے پر آواز دی آپؒ نے پوچھا'' کس کی تلاش ہے''؟ جواب آیا'' بایزید کی''۔ فرمایا'' میں تو تیس سال سے خود اس کو تلاش کر رہا ہوں لیکن وہ مجھے آج تک نہیں ملا"۔ کسی نے یہ واقعہ حضرت ذوالنونؒ کے سامنے بیان کیا تو فرمایا" وہ خاصان خدا کی طرح خدا میں ضم ہو گئے تھے''۔

آپؒ اس درجہ مستغرق رہتے تھے کہ ایک (مرید) جو تیس سال سے آپؒ کے پاس تھا اور آپؒ کا خادم بنا ہوا تھا جب بھی وہ سامنے آتا تو آپؒ اس سے پوچھتے

تھے "تیرا نام کیا ہے"؟ ایک مرتبہ اس نے کہا" حضور آپؒ کیا مجھ سے مذاق کرتے ہیں کہ جب بھی میں آپؒ کے پاس آتا ہوں آپؒ پوچھتے ہیں کہ تیرا نام کیا ہے"؟ انہوں نے جواب دیا "میں مذاق نہیں کرتا بلکہ میرے قلب اور میری روح میں (میری سماعت اور میری بصارت) میں اللہ کا نام اس طرح جاری وساری ہو گیا ہے کہ بس رب کے نام کے سوا کوئی اور نام یاد ہی نہیں رہتا-"

صحیح اتباع:- جب لوگ آپؒ سے دعا کے لیے عرض کرتے تو آپ اللہ سے کہتے "مخلوق مجھے واسطہ بنا کر تجھ سے مانگ رہی ہے اور تو ان کی طلب سے بھی واقف ہے"۔ اس طرح لوگوں کی مرادیں پوری ہوتیں۔

ایک مرتبہ آپؒ کہیں تشریف لے جا رہے تھے ایک مرید آپؒ کے قدموں کے نشانات پر قدم رکھتا ہوا پیچھے چل رہا تھا۔ پھر کہنے لگا" مرشد کے نقش قدم پر چلنا اس کو کہتے ہیں"۔ پھر آپؒ سے کہا" حضرت اپنی پوستین کا ایک ٹکڑا مجھے مرحمت فرما دیں"۔ آپؒ نے فرمایا" اگر میں اپنی پوری کھال اتار کر بھی تجھے دے دوں تو جب تک میرے جیسے عمل نہیں کرے گا میرے جیسا نہیں ہو سکتا"۔

نظر کرم:- ایک مرتبہ ایک دیوانے کو آپؒ نے یہ کہتے ہوئے سنا ''اے اللہ اپنی نظر کرم مجھ پر فرما'' آپؒ نے اس سے پوچھا کہ ''تو نے ایسا کونسا کام کیا ہے کہ وہ اپنی نظر کرم تجھ پر فرمائے''؟ اس نے جواب دیا کہ ''جب اس کی نظر کرم مجھ پر ہو جائے گی تو اعمال خود بخود اچھے ہو جائیں گے''۔ آپ نے فوراً کہا ''تو ٹھیک کہتا ہے''۔

ارشادات:-

1۔ آپؒ نے فرمایا" میری انتھک کوشش کے باوجود حق نہ کھل سکا اور جب کھلا تو مصائب کے ذریعے کھلا"۔

2۔ آپؒ نے فرمایا" چالیس سال میں نے مخلوق کو نصیحت کرنے میں گزارے لیکن سب بے سود اور جب رضائے خداوندی ہوئی تو میری نصیحت کے بغیر ہی لوگ سیدھے راستے پر آ گئے"۔

3۔ آپؒ نے فرمایا" تیس سال تک اللہ تعالیٰ میرا آئینہ تھا۔ لیکن اب میں خود آئینہ بن گیا ہوں۔ اب اللہ میری زبان بن چکا ہے یعنی میری زبان سے نکلنے والے الفاظ گویا زبان خداوندی سے ادا ہوتے ہیں اور میرا وجود درمیان سے ختم ہو جاتا ہے"۔

4۔ آپؒ نے فرمایا" اللہ نے مجھے وہ مقام عطا کیا ہے کہ کل کائنات کو اپنی انگلیوں کے درمیان دیکھتا ہوں"۔

5۔ آپؒ نے فرمایا "عارف کا ادنیٰ مقام یہ ہے کہ وہ صفات خداوندی کا مظہر ہو"۔

6۔ آپؒ نے فرمایا "عارف کامل وہی ہے جو آتش محبت میں جلتا رہے"۔

7۔ آپؒ نے فرمایا" اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہیں جو دیدار الٰہی کے مقابلے میں جنت کو بھی اچھا نہیں سمجھتے"۔

8۔ آپؒ نے فرمایا" عارف صادق وہی ہے جو خواہشات کو ترک کر کے اللہ کی پسندیدگی کو مد نظر رکھے"۔

9۔ آپؒ نے فرمایا "معرفت میں جو لذت ہے وہ جنت کی نعمتوں میں کہاں "؟

10۔ آپؒ نے فرمایا" اللہ کا طالب آخرت کی جانب بھی متوجہ نہیں ہوتا"۔

11۔ آپؒ نے فرمایا "اگر تمہیں پوری دنیا کی نعمتیں بھی پیش کر دی جائیں تب بھی مسرور نہ ہونا اور اگر اذیتیں پہنچیں تو مایوس مت ہونا، کیونکہ جس نے لفظ کن سے تمام عالم بنا دیا اس کے قبضہ قدرت سے کوئی شے خارج نہیں"۔

12۔ آپؒ نے فرمایا "جو شخص خود کو بہتر اور اپنی عبادت کو مقبول تصور کرتا ہے اور اپنے نفس کو بدترین نفوس میں شمار کرتا ہے اس کا شمار کسی بھی جماعت میں نہیں ہوتا"۔

خود شناسی:- آپؒ نے فرمایا "خود کو اپنے مرتبے کے مطابق ہی ظاہر کرنا چاہیے۔ یا جس قدر خود کو ظاہر کرتا ہے وہ مرتبہ حاصل کرنا چاہیے "۔

بھوک:- آپؒ نے فرمایا" بھوک ایک ایسا ابر ہے جس سے رحمت کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ فرمایا جو مخلوق کی اذیت رسانی کو برداشت کرتا ہے اور خود مخلوق سے خندہ پیشانی سے پیش آتا ہے وہ اللہ سے بہت نزدیک ہوتا ہے "۔

ذکر الٰہی:- آپؒ نے فرمایا" اللہ کی یاد کا مفہوم اپنے نفس کو فراموش کر دینا ہے۔ جو شخص اللہ کو اللہ کے ذریعے شناخت کرتا ہے وہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے "۔

نصیحت:- آپؒ کے ایک مرید نے سفر میں جانے سے پہلے کچھ نصیحت کرنے کو فرمایا۔ آپؒ نے فرمایا" اگر تمہیں کسی بری عادت سے واسطہ پڑ جائے تو اس کو اچھی عادت

میں تبدیل کرنے کی کوشش کرنا اور جب تمہیں کوئی کچھ دینا چاہے تو پہلے اللہ کا شکر ادا کرنا بعد میں دینے والے کا "۔

سوال وجواب:- آپؒ سے زہد کی تعریف پوچھی گئی تو آپؒ نے فرمایا'' زہد کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور میں نے صرف تین یوم زہد کے عالم میں گزارے ہیں۔ایک دن ازل میں، دوسرا دن آخرت میں، تیسرا دن وہ جوان دنوں سے علیحدہ ہے "۔فرمایا" میں اس طرح راضی بر رضا ہوں کہ اگر کسی کو اعلیٰ علیین میں اور مجھ کو اسفل السافلین میں ڈال دے جب بھی میں اپنی موجودہ حالت پر خوش رہوں گا "۔

قرب الٰہی:- آپؒ سے لوگوں نے سوال کیا" انسان کو مرتبہ کمال کس وقت حاصل ہوتا ہے "؟ فرمایا" جب مخلوق سے کنارہ کش ہو کر اپنے محبوب پر نظر کرنے لگے''۔کسی نے پوچھا" اللہ تک رسائی کس طرح ممکن ہے "؟ فرمایا'' نہ دنیا پر نظر رکھو، نہ اس کی بات سنو اور اہل دنیا سے خود بھی بات کرنا چھوڑ دو''۔پھر کسی نے سوال کیا " کیسے بندوں کی صحبت میں رہنا چاہیے "؟ فرمایا'' جو تمہاری عیادت کرے، جو تمہاری خطا معاف کرے اور حق بات تم سے کبھی نہ چھپائے۔'' کسی نے آپؒ سے پوچھا " آپؒ کو یہ مراتب کیسے حاصل ہوئے "؟ تو فرمایا ''میں نے وسائل دنیا کو قناعت میں جکڑ کر اور صدق کے صندوق میں بند کر کے مایوسیوں کے دریا میں غرق کر دیا''۔آپؒ سے کسی نے پوچھا" آپؒ کی عمر کتنی ہے "؟ فرمایا'' چار سال'' اس لیے کہ میں صرف چار سال سے اللہ کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور اس سے پہلے ستر سال محض خیال وقال میں گزارے ہیں جن کو میں شمار ہی نہیں کرتا ہوں''۔

عزت:- حضرت احمد حضرویہؒ نے آپؒ سے کہا" ابھی تک مجھ کو مقام'' نہایت'' تک رسائی نہیں ہو سکی "۔آپؒ نے فرمایا ''تم عزت کی انتہا حاصل کرنے کی فکر میں ہو اور وہ باری تعالیٰ کی صفت ہے جس کو مخلوق حاصل نہیں کر سکتی "۔پھر لوگوں نے آپؒ سے پوچھا" نماز کی صحیح تعریف کیا ہے "" فرمایا'' جس کے ذریعے اللہ سے ملاقات ہو سکے اور وہ لوگ نہیں کر سکتے'' فرمایا" اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا خواہش رکھتے ہو "؟ میں نے عرض کیا " جو میرے لائق ہو "۔فرمایا" خود کو چھوڑ کر چلے آؤ "۔فرمایا" لوگ مجھے اپنے جیسا خیال کرتے ہیں حالانکہ عالم غیب میں میرے اوصاف کا مشاہدہ کریں تو مر جائیں۔کیونکہ میں ایک سمندر کی طرح ہوں جس کی گہرائی کی نہ ابتداء ہے اور نہ انتہا "۔

عرش کی حقیقت کے متعلق کسی نے آپؒ سے سوال کیا تو فرمایا " عرش تو میں خود ہوں "، پھر کرسی کے متعلق پوچھا تو فرمایا" کرسی بھی میں خود ہوں "، سائل نے کہا " اللہ تعالیٰ کے تو اور بھی بہت سے مقرب بندے ہیں۔مثلاً حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ اس پر بھی "؟" آپؒ نے کہا" وہ بھی میں ہی ہوں "۔پھر سائل نے ملائکہ کے بارے میں پوچھا تو پھر بھی یہی فرمایا" وہ بھی میں ہی ہوں "۔یہ جواب سن کر وہ خاموش ہو گیا تو آپؒ نے فرمایا کہ **''حق میں فنائیت کے بعد تمام چیزوں کو اپنی ہی ہستی میں ضم پاتا ہوں اس لیے کہ حق میں تمام چیزیں موجود ہیں''۔**

****

حضرت نصیرالدین محمد چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نصیرالدین محمد چراغ دہلویؒ خاندان چشت کے روشن چراغ ہیں۔آپؒ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے جانشین ہیں۔آپؒ مردمیدان دین اور فرد میدان یقین ہیں۔

خاندانی حالات:- آپؒ کے جدامجد حضرت شیخ عبدالطیف نیروی خراسان کے رہنے والے تھے۔

والدین:- آپؒ کے والد حضرت شیخ یحییٰ اور آپؒ کی والدہ ''اودھ'' میں سکونت پذیر تھے۔آپؒ کے والد صوفی منش تھے۔آپؒ کی والدہ نہایت نیک اور عبادت گزار تھیں۔ وہ اپنے زمانہ کی رابعہ تھیں۔آپؒ کے والد خوش حال تھے۔پشمینہ فروخت کرتے تھے۔آپؒ کے ہاں غلام بھی تھے(سیر الاولیا(فارسی)صفحہ 238)۔

آپؒ اودھ میں پیدا ہوئے۔نام نامی آپؒ کا ''نصیرالدین'' تھا۔آپؒ کا خطاب محمود تھا۔آپؒ کا لقب ''چراغ دہلوی'' تھا۔آپؒ کے چراغ دہلوی کہلانے کی چند وجوہات ہیں۔حضرت مخدوم جہانیان گشت جب مکہ معظّمہ پہنچے اور حضرت امام یافعیؒ سے ملے تو باتوں باتوں میں دہلی کے بزرگان کا ذکر آ گیا۔حضرت امام یافعیؒ نے فرمایا''پہلے تو دہلی میں بہت بزرگ تھے وہ سب واصل بحق ہو گئے''پھر فرمایا کہ''اب تو شیخ نصیرالدین اودھی ہی دہلی کے چراغ ہیں جو باقی ہیں''(تاریخ فرشتہ صفحہ 399)

آپؒ کے چراغ دہلی کہلانے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے پاس چند درویش بیٹھے ہوئے تھے۔اتفاق سے حضرت نصیرالدین محمدؒ بھی حضرت محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔حضرت نے انہیں بیٹھنے کا حکم دیا۔آپؒ نے عرض کیا" درویشوں کی طرف میری پیٹھ ہو جائے گی"۔حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے کہا''چراغ کی پشت کسی طرف نہیں ہوتی"۔آپؒ پیرو مرشد کے حکم کے مطابق بیٹھ گئے۔آپؒ کی روپشت یکساں ہوئی۔جیسے کے آپؒ آگے سے دیکھتے تھے۔اب پشت کی طرف سے بھی دیکھنے لگے۔اس روز سے آپؒ چراغ دہلوی کے لقب سے مشہو ہوئے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ بادشاہ نے جو حضرت نظام الدین اولیاءؒ(محبوب الٰہی) سے حسد رکھتا تھا اور جس کو ان کا اقتدار نا پسند تھا۔عین عرس کے موقعہ پر حضرت محبوب الٰہی کی خانقاہ کے واسطے تیل بند کر دیا۔حضرت نصیرالدین چراغؒ نے یہ واقعہ حضرت محبوب الٰہی کے گوش گزار کر دیا''باؤلی جو کھدر ہی ہے اس میں کچھ پانی نکلا ہے''۔حضرت نصیرالدین نے عرض کیا''جی حضور نکلا ہے''حضرت محبوب الٰہی نے حکم دیا''اس کو چراغوں میں ڈال کر چراغ روشن کر دو۔آپؒ نے ایسا ہی کیا۔تمام چراغ تیل سے نہیں پانی سے روشن ہو گئے۔اس کے بعد حضرت نصیرالدین تمام جہان میں چراغ دہلویؒ کے لقب سے مشہور ہو گئے۔

بچپن اور تعلیم و تربیت:- آپؒ کی عمر نو برس کی تھی کہ آپؒ کے والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔والد کے وفات پا جانے کے بعد آپؒ کی والدہ نے آپؒ کو تعلیم و تربیت کے لیے مولانا عبدالکریم شیروانی کے سپرد کر دیا۔آپؒ نے 20 سال کی عمر میں تمام علوم حاصل کر کے علوم ظاہری سے فراغت حاصل کر لی۔

مجاہدہ نفس اور صحبت:- آپؒ شروع سے مجاہدہ نفس میں لگے رہتے تھے۔آپؒ نے کچھ درویشوں کی صحبت اختیار کر لی۔یہ درویش جنگل میں رہتے تھے۔پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے۔دنیا سے انہیں کچھ مطلب نہ تھا۔

دہلی میں آمد:- آپؒ 43 سال کی عمر میں دہلی میں رونق افروز ہوئے۔یہاں آنے کے بعد آپؒ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ایک مدت تک آپؒ محبوب الٰہی کی خدمت میں رہے۔حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے آپؒ کو بیعت سے مشرف فرمایا۔بعدازاں خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

ایک واقعہ:- حضرت بہاؤالدین زکریاؒ کے ایک مرید خواجہ محمد گاذرونی ایک مرتبہ حضرت محبوب الٰہی(نظام الدین اولیاءؒ) کے پاس آئے۔آپؒ اس رات خانقاہ میں رہے۔جب تہجد کی نماز کا وقت آیا تو آپؒ نے وضو کرنے کی غرض سے اپنی رضائی اتاری۔رضائی ایک جگہ رکھ کر وضو کرنے چلے گئے۔جب وضو کر کے واپس آئے تو رضائی کو وہاں نہ پایا۔آپؒ خانقاہ کے خادم خواجہ محمد کو سخت سست کہنے لگے۔حضرت نصیرالدینؒ اس وقت عبادت میں مصرورف تھے۔آپؒ نے یہ گفتگو سنی۔آپؒ اٹھے اور اپنی رضائی خواجہ محمد گاذرونی کو دے کر قصہ ختم کیا۔کسی نے یہ خبر حضرت محبوب الٰہی کو پہنچا دی۔حضرت محبوب الٰہی نے آپؒ کو بلایا اور اپنی خاص رضائی آپؒ کو عطا کی۔آپؒ کے لیے دعائے خیر فرمائی اور آپؒ کو دین و دنیاوی نعمت سے سرفراز فرمایا۔

پیرومرشد سے اجازت:- ایک مرتبہ حضرت نصیرالدینؒ نے امیر خسروؒ سے کہا کہ مجھے تنہائی میں عبادت کرنے کی اجازت پیرو مرشد سے لے دو کہ میں یہ بات آپؒ کے سامنے کرنے کی جرات نہیں پاتا۔حضرت امیر خسرو کو بارگاہ محبوب الٰہی میں خاص قرب حاصل تھا۔جب چاہتے تھے محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہو جاتے تھے۔امیر خسروؒ نظام الدین اولیاءؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا''حضرت نصیرالدینؒ کہتے ہیں کہ شہر میں رہ کر مشغولی کی وجہ سے عبادت و ریاضت میں فرق آتا ہے۔اگر

اجازت ہوتو کسی صحرا یا پہاڑ میں سکونت اختیار کرلوں اور وہاں سکون اور اطمینان کے ساتھ عبادت میں مشغول ہوجاؤں''۔حضرت محبوب الٰہیؒ نے جواب دیا ''اس سے کہو کہ شہر میں رہو،مخلوق کی جفا اور قضاء کو برداشت کرو اور اس کے بدلے میں ان کے ساتھ ایثار وعطا کا شیوہ اختیار کرو''۔(سیر الاولیا (فارسی) صفحہ 237)

مجاہدات:- آپؒ نے سخت سے سخت مجاہدات کئے۔ایک دفعہ آپؒ نے دس دن تک کچھ نہ کھایا۔کسی نے حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو اس کی خبر دے دی۔حضرت نظام الدینؒ نے آپؒ کو بلوایا۔جب یہ حاضر خدمت ہوئے تو محبوب الٰہیؒ نے خواجہ اقبال کو حکم دیا کہ روٹی لائیں۔خواجہ اقبال ایک روٹی پر بہت سا حلوہ رکھ کر لائے۔محبوب الٰہیؒ نے حضرت نصیر الدین کی طرف دیکھا اور حکم دیا یہ سب کھانا ہے۔آس پاس والے حیران ہوئے یہ ایک مرتبہ میں یہ سب کیسے کھائیں گے۔لیکن پیرومرشد کا حکم تھا، کیسے ٹال سکتے تھے۔سب کھالیا۔

وفات:- آپؒ نے اپنے پیرومرشد کے 32 سال کے بعد 18 رمضان المبارک 757ھ کو رحلت فرمائی(سراۃ الاسرار)

جس حجرے میں آپؒ رہتے تھے اس میں آپؒ کا مزار مبارک ہے۔آپؒ کا مزار زیارت خاص وعام ہے۔آپؒ کا عرس ہر سال ہوتا ہے۔

سیرت مقدس:- آپؒ کی ذات پسندیدہ اور اوصاف برگزیدہ تھے۔آپؒ علم وعقل اور عشق میں اپنی مثال آپ تھے۔آپ تحمل بردباری اور ایثار میں یگانہ روزگار تھے۔ آپؒ ہمیشہ برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے تھے۔آپؒ نے دنیا کو ترک کردیا تھا۔آپؒ امیر اور وزیر سے بے پرواہ تھے۔آپؒ اپنے پیرومرشد کی پیروی پر ہمیشہ گامزن رہے۔آپؒ کو سماع پسند تھا۔آپؒ فرمایا کرتے تھے۔''صادق مرید اسے کہتے ہیں جو کچھ پیر حکم کرے بجالائے اور جو کچھ اسے دکھائے وہی دیکھے اور ہر وقت پیر کو اپنی نگاہ میں رکھے۔جو کچھ اس کے دل میں نیک یا بدخیالات آئیں ان کا اظہار اپنے پیر سے کرے۔اگر مرید کے دل میں ذرہ برابر بھی خیال پیر کے خلاف ہوتو وہ صادق مرید نہیں کہلاتا۔اور اپنے پیر سے فیض نہیں پاتا''۔آپ فرمایا کرتے تھے **"فقیری کا سرمایہ مجاہدہ ہے۔اور فقیر کا اصل کام محافظ نفس ہے"۔**

اقوال وظائف:- آپؒ فرماتے تھے کہ:

1۔تمام کاموں میں نیت خالص ہونی چاہیے۔　　2۔لقمہ تجارت اچھا لقمہ ہے۔

3۔جس قدر سالک کو معرفت خدا تعالیٰ حاصل ہوتی ہے اسی قدر دنیا سے تعلقات کم ہوتے جاتے ہیں۔

4۔درویش کو چاہیے کہ اگر اس پر فاقہ گزرے تب بھی اپنی حاجت غیر سے نہ کہے۔

5۔طلب دنیا میں اگر نیت خیر کی ہوتو فی الحقیقت طلب آخرت ہے۔

6۔سماع دردمندوں کے لیے بمنزلہ علاج ہے۔جس طرح ظاہر درد کے لیے علاج ہوتا ہے اسی طرح باطنی درد کے لیے سماع کے سوا اور کوئی علاج نہیں۔

7۔آپؒ نے فرمایا اللہ کی محبت کے لیے عصر کی نماز کے بعد 5 مرتبہ ''سورہ النساء'' پڑھنی مفید ہے۔

بعض کرامات:- ایک دن عزیز الدینؒ آپؒ کی خدمت میں حاضر تھے۔حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا اور وہ کاغذ حضرت عزیز الدینؒ کو دیا کہ اس کو حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے روضہ مبارک میں پیش کردینا۔عزیز الدینؒ نے اس کو پڑھنا چاہا لیکن نہیں پڑھا اور پھر سوچا کہ حکم کے مطابق کاغذ کو روضہ مبارک میں پیش کروں گا پھر پڑھوں گا۔روضہ مبارک میں کاغذ کو پیش کرنے کے بعد جو انہوں نے کاغذ کو کھولا اور نگاہ ڈالی تو اس پر کچھ لکھا ہوا نہیں تھا۔(سیر الاولیا صفحہ 43)۔

سلطان محمد بن تغلق ٹھٹھ روانہ ہوا۔دہلی کے مشائخین اور بزرگوں کو اپنے ساتھ لیا۔حضرت نصیر الدینؒ دہلوی کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔آپؒ نے فرمایا کہ ''سلطان کو اس سفر میں میرا ساتھ لینا مبارک نہیں ہے کیونکہ وہ صحیح سلامت واپس نہیں آئے گا''۔چنانچہ ایسا ہی ہوا سلطان محمد بن تغلق کا انتقال ہوا اور آپؒ کی دعا سے فیروز شاہ بادشاہ ہوا۔

آخری عمر میں حضرت نصیر الدینؒ چراغ دہلویؒ کے جسم سے ایسی ہی خوشبو آیا کرتی تھی جیسی کہ نظام الدین اولیاءؒ کے مبارک جسم سے آیا کرتی تھی۔

****

خواجہ باقی باللہؒ

حضرت باقی باللہ جانِ شریعت ہیں۔شہبازِ طریقت ہیں۔شمس حقیقت ہیں۔آپ رفیع المرتبت ہیں اور خیر المناقب ہیں۔

خاندان:- نانا کی طرف سے آپؒ کا سلسلہ حضرت خواجہ احرار کے نانا حضرت شیخ عمر یاغستانی تک پہنچتا ہے۔آپؒ کی نانی خاندان سادات سے تعلق رکھتی تھیں۔

والد ماجد:- آپؒ کے والد کا نام قاضی عبدالسلام ہے۔(حضرت القدس صفحہ 215)

حضرت قاضی صاحب نے کابل ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ان کا شمار اہل علم اور ارباب کمال میں ہوتا ہے۔آپؒ تصوف،فقہ اور حدیث میں اپنی نظیر آپؒ تھے۔مذہبی تقدس کے ساتھ ساتھ حضرت قاضی صاحب دنیاوی اعزاز اور دولت کے بھی مالک تھے۔

ولادت شریف:- آپؒ کابل میں پیدا ہوئے۔آپؒ کی تاریخ پیدائش میں اختلاف ہے۔بعض نے آپؒ کی تاریخ ولادت 971ھ اور بعض نے ہجری 972 بتائی ہے۔

نام:- آپؒ کا نام سید رضی الدین تھا (حضرات القدس صفحہ 213)

تعلیم وتربیت:- آپؒ کے والد آپؒ کی تعلیم سے غافل نہ تھے۔جب پانچ سال کے ہوئے۔آپؒ کو ایک مکتب میں داخل کرا دیا۔اس مکتب میں آپؒ نے قرآن پاک ختم فرمایا۔ابتدائی علوم سے فارغ ہوئے۔ابتدائی علوم سے فارغ ہو کر آپؒ مولانا صادق حلوائی کی خدمت میں پہنچے (انوار العارفین صفحہ نمبر 367)

آپ ان کے ساتھ کابل سے ماوراالنہر گئے۔ابھی علوم رسمیہ پورے ہونے میں کچھ دیر تھی کہ آپؒ نے تصوف کے راستے میں قدم رکھ دیا۔ماوراء النہر کی ایک علمی مجلس کے فاضل رکن نے افسوس کیا کہ آپؒ نے اتنی جلدی علوم رسمیہ کی تحصیل کو ترک کر دیا۔جب آپؒ نے سنا تو فرمایا کہ ''وہ مشکل سے مشکل کتاب پیش کریں اگر ان کی تسلی اور تشفی نہ ہو تو ان کا افسوس حق بجانب ہوگا''

تلاش حق:- آپؒ نے تحصیل علوم ظاہری کی بجائے علوم باطنی کے اکتساب میں کوشش کرنا شروع کر دی۔آپؒ ماوراء النہر میں درویشوں،فقیروں اور اہل دل کی تلاش میں گھوما کرتے تھے۔اس تلاش میں آپؒ بلخ،بدخشاں اور سمرقند تشریف لے گئے۔لاہور بھی گئے۔جن بزرگوں کی روحانی فیوض اور برکت سے آپ مستفید ہوئے ان میں حضرت خواجہ عبیدؒ،حجرت امیر عبداللہ بلخیؒ،حضرت شیخ سمرقندیؒ،حضرت بابائی والیؒ قابل ذکر ہیں (انوار العارفین صفحہ 368)

مجذوب سے ملاقات:- لاہور میں ایک مجذوب رہا کرتا تھا۔آپؒ نے اس سے ملنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے۔آخیر کار اس مجذوب نے آپ کو ایک دن اپنے پاس بلایا اور بہت سی دعائیں دیں اور بہت سی باطنی نعمتیں عطا فرمائیں۔

بیعت وخلافت:- لاہور سے ماوراء النہر تشریف لے گئے۔آپؒ نے حضرت خواجہ مکنگیؒ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں ''اے فرزند ہم تمہارے منتظر ہیں جلد آؤ اور ہمارے انتظار کی تشویش کو دور کر دو''۔آپؒ جلدی حضرت خواجہ مکنگیؒ کی خدمتِ بابرکت میں پہنچے۔آپؒ نے ان سے بیعت لی۔حضرت خواجہ مکنگیؒ نے تین شبانہ روز اپنے پاس رکھا (انوار العارفین) یہ تین دن آپؒ نے خلوت میں گزارے اور تین دن میں آپؒ اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ مکنگیؒ کے احوال اور مقامات سے بخوبی واقف ہوئے اور ان کے فیوض باطنی اور دیگر فوائد سے بہرہ مند ہوئے۔آپؒ کے پیرومرشد نے آپؒ کو خلافت سے مشرف کیا۔یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپؒ حضرت خواجہ بہاوالدین نقشبندیؒ کی روح پرفتوح سے بھی فیض یاب ہوئے۔

ہندوستان میں قیام:- اپنے پیرومرشد کے حکم کے مطابق آپؒ ہندوستان تشریف لائے اور دوبارہ لاہور پہنچ کر ایک سال وہاں قیام کیا۔پھر لاہور سے سکونت ترک کر کے آپؒ دہلی میں رونق افروز ہوئے۔دہلی میں آپؒ نے قلعہ فیروزی میں قیام فرمایا۔آپؒ پانچوں وقت کی نماز مسجد فیروزی میں ادا فرمایا کرتے تھے۔

ازواج واولاد:- آپ نے دو شادیاں کیں۔آپؒ کے دو لڑکے ہوئے۔حضرت خواجہ محمد حبیب اللہؒ۔ایک بیوی سے اور حضرت خواجہ محمد عبداللہؒ دوسری بیوی سے۔

حضرت خواجہ محمد عبداللہؒ اپنے بڑے بھائی حضرت خواجہ محمد حبیب اللہؒ سے چار سال چھوٹے تھے۔(حضرات القدس صفحہ 262)

سیرت مبارک:- حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندیہ میں ایک نمایاں اور ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔سلسلہ نقشبندیہ کی ہندوستان میں مقبولیت کا راز حضرت خواجہ باقی باللہؒ کی پرکشش ذات میں مضمر ہے۔آپؒ تواضع،خشوع،خضوع،عجز وانکساری میں اپنی نظیر آپ تھے۔آپؒ عزلت اور گوشہ نشینی کو پسند فرماتے تھے۔آپؒ زیادہ تر خاموش رہتے

تھے۔ بہت کم بولتے تھے۔ درویشوں، عالموں، سادات کی بے حد عزت کرتے تھے۔ شفقت، رحم اور عفو درگزر میں آپ لاثانی تھے۔ رفعت طبع کا یہ حال تھا کہ کسی کو پریشانی میں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ آپؒ نے تحمل اور بردباری، زہد و استغناء، فیاضی، سادہ مزاجی اور احتیاط کا ایک اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔ آپؒ زیادہ وقت عبادت اور مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ آپؒ کا شوکت وقار آپؒ کے چہرے سے نمایاں تھا۔ آپؒ کی عظمت اور علوم رتبت کے سب معترف تھے۔

علمی ذوق:- آپؒ نے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا یہ رسالہ آیت کریمہ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ (سورۃ البقرہ- 2 آیت نمبر-115) اور وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ (سورہ الحدید-57 آیت نمبر-4) کی تفسیر ہے (حضرت القدس صفحہ 231)

آپؒ کی مکتوبات بھی آپؒ کے علمی ذوق کی آئینہ دار ہیں۔ آپؒ کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا۔ آپؒ نے اپنے دونوں بیٹوں کی پیدائش پر قصیدے لکھے تھے۔

نقشبندیہ سلسلہ کی بنیاد چند اصلاحات پر ہے وہ حسب ذیل ہیں

1)ہوش دردم 2)نظر برقدم 3)سفر در وطن 4)خلوت در انجمن 5)یادکرد 6)بازگشت 7)نگہداشت 8)یادداشت

ان کے علاوہ تین اور اصلاحات بھی ہیں:- 1)وقوف زمانی 2)وقوف قلبی 3)وقوف عددی----آپؒ کی تعلیمات معارف وحقائق کا خزانہ ہیں۔

توکل:- آپؒ نے فرمایا کہ توکل یہ نہیں ہے کہ اسباب کو چھوڑ کر بیٹھ جائیں۔ بلکہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ اسباب مشروع کو اختیار کریں اور سبب کی طرف نظر نہ کریں۔

قطع علائق:- آپؒ نے فرمایا کہ قطع علائق سے مراد یہ ہے کہ دل دنیا اور آخرت کی تمام نعمتوں سے آزاد ہو جائے اور تمام احوال ومشاہدات سے یکسوئی اور بے نیازی ہو جائے اور کشش و قلق دائمی احدیت کی طرف ہو جائے۔ (حضرات القدس صفحہ 244)

اقوال زریں:- 1۔ زہد یہ ہے کہ آدمی رغبت کے کاموں سے باز آجائے۔

2۔قناعت فضول چیزوں سے نکل جانے اور بقدر حاجت پر اکتفا کرنے، کھانے پینے اور رہنے کی چیزوں میں اسراف سے پرہیز کو کہتے ہیں

3۔صبر لذاتِ نفس سے نکل جانے اور مرغوب ومحبوب اشیاء سے باز رہنے کو کہتے ہیں۔

4۔پیر تین طرح کے ہوتے ہیں۔(i)۔ پیر خرقہ (ii)۔ پیر تعلیم (iii)۔ پیر محبت

5۔جو لوگ اللہ کے آگے گردن خم کر کے رکھتے ہیں وہ مصیبت اور بلا کی کوئی صورت نہیں دیکھتے۔

6۔دوام مراقبہ بہت بڑی دولت ہے جو دلوں میں مقبولیت کا سبب ہوتی ہے۔

اوراد وظائف:- آپ فقط اللہ کا ذکر کرواتے تھے۔ کچھ کو آپؒ ذکر قلبی کی تعلیم فرماتے تھے کچھ کو لا الہ الا اللہ اور کچھ کو صرف اسم اللہ کا ذکر کرواتے تھے۔

کشف وکرامات:-

1۔ وفات سے کچھ روز قبل آپؒ نے فرمایا کہ بعض خوابوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ نقشبندی کا کوئی شخص عنقریب فوت ہونے والا ہے (حیات باقیہ صفحہ 22)

2۔ ایک روز آپؒ کے سائیں کا لڑکا آپؒ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ اس کے باپ کے پیٹ میں درد ہے۔ آپؒ نے فرمایا اس نے گھوڑے کا حق مارا ہے۔ اس کا حق اسے دیدے ٹھیک ہو جائے گا۔ لڑکے نے باپ کو یہی بات جا کہی۔ سائیں اسی وقت اٹھا اور کچھ روغن اور دانہ گھوڑے کو دیا اور اسی وقت اچھا ہو گیا (حضرات القدس صفحہ 258)

3۔ آپؒ کے پڑوس میں ایک شخص رہتا تھا۔ اس پر ایک حاکم نے جبر و تشدد کیا اور اس کو گھر سے نکال دیا۔ یہ خبر آپؒ کو پہنچی۔ آپؒ نے اس ظالم حاکم سے فرمایا۔ محلے میں فقراء رہتے ہیں یہ ظلم جائز نہیں ہے۔ وہ ظالم حاکم حکومت کے نشے میں اتنا غرق تھا کہ اس نے آپؒ کی بات کا کوئی اثر نہ لیا۔ آپؒ نے ایک بار اور نصیحت کی۔ اس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ دو تین دن کے بعد وہ ظالم حاکم چوری کے الزام میں گرفتار ہوا اور معہ اپنے رشتہ داروں اور گھر والوں کے قتل کیا گیا (حضرات القدس صفحہ 255)

وفات:- آپؒ نے 25 جمادی الآخر 1012 میں رحلت فرمائی۔ وفات کے وقت آپؒ کی عمر 40 برس تھی۔ آپؒ کا مزار مبارک دہلی میں ہے اور مرجع خاص وعام ہے۔

آپؒ کے خلفاء:- آپؒ کے خلفا میں حضرت شیخ احمد سرہندیؒ، جو مجدد الف ثانیؒ کے خطاب سے مشہور ہیں۔ سب سے زیادہ عالم، کامل اور ممتاز تھے۔ آپؒ نے شیخ احمد سرہندی کو تاکید کی تھی کہ اُن کے دنوں بیٹوں کو کچھ دن اپنی صحبت میں رکھیں اور ان دونوں کو تعلیم و تربیت سے بہرمند کریں (زبدۃ المقامات)

****

حضرت امام بری قادری رحمۃ اللہ علیہ

نام:- سید عبد الطیف

سید امام بریؒ کی تاریخ پیدائش 1026ھ ہے۔ پاکستان کے شہر جہلم کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کی خاک سے سلسلہ قادریہ کا یہ آفتاب معرفت طلوع ہوا۔ ضلع جہلم کی ایک تحصیل چکوال ہے۔ چکوال کا ایک موضع ''کرسال'' ہے۔ امام بریؒ کرسال میں پیدا ہوئے۔ آپؒ کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ کاظمؒ سے جا ملتا ہے۔ ضلع جہلم کی تحصیل چکوال میں شہاب الدین غوری کا وہ مقبرہ بھی ہے جس کو پاکستان کے مایہ ناز ایٹمی سائنس دان نے طویل تحقیق اور جدوجہد کے بعد دریافت کیا اور پھر دوبارہ اس کی تعمیر نو کروائی۔ شہاب الدین غوری وہ عظیم مسلم سالار ہے جس نے ترائن (اجمیر) کے میدان میں راجپوت حکمران پرتھوی راج کو فیصلہ کن شکست دے کر کرزستان میں اسلامی اقتدار کے دروازے کھولے۔ حضرت امام بریؒ کے والد کا نام سید محمود شاہؒ تھا۔

حضرت امام بریؒ کا بچپن عام بچوں سے بہت مختلف تھا۔ آپؒ کا خاندان پیشے کے اعتبار سے کاشتکار تھا مگر خاندانِ سادات سے تعلق رکھنے کی وجہ سے آپؒ علم کی اہمیت اور افادیت سے بخوبی واقف تھے۔ اس لیے آپؒ کے والد نے ابتدائی تعلیم کے لیے آپؒ کو مکتب میں داخل کروا دیا۔ اس کے بعد آپؒ کو ''غور غستی'' جہاں دین ایک بڑا مرکز تھا بھیجا گیا ''غور غستی''، ضلع کمیبل پور کی ایک تحصیل ہے۔ یہاں آپؒ نے تفسیر، حدیث، فقہ اور ریاضی کی تعلیم حاصل کی۔ پھر آپ کشمیر، بدخشاں، کربلائے معلیٰ، بغداد، بخارا، مصر اور دمشق کی سیر و سیاحت کرتے رہے۔ بعد ازاں آپؒ نے سرورِ کونین حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔ امام صاحب کا یہ دورِ سیاحت دس سال کے طویل عرصے پر محیط ہے۔ امام صاحب نے مذہبی علوم کے ساتھ ساتھ اس زمانے کے مروجہ فنون بھی حاصل کئے۔ آپؒ ایک عالم اور باخبر صوفی تھے۔

پچیس سال کی عمر میں حضرت امام بریؒ اپنے وطن واپس تشریف لائے اور جو کچھ آپؒ نے بزرگوں سے حاصل کیا تھا۔ اسے بندگانِ خدا میں تقسیم کرنے کا اہتمام کیا۔ آپؒ نے ایک مدرسہ تعمیر کیا۔ جس کی دیواریں اٹھانے اور چھت ڈالنے میں آپؒ نے کسی مقامی امیر یا جاگیردار سے کسی قسم کی مالی معاونت طلب نہیں کی۔ اگر کسی نے اخراجات کے بارے میں پوچھا کہ کہاں سے ہوتا ہے تو ہمیشہ آپؒ نے ایک ہی جواب دیا ''دینے والا دیتا ہے اور میں اس ہی کی راہ میں خرچ کر دیتا ہوں۔ زمین و آسمان کے سارے خزانے اسی کے تو ہیں''۔ اس روایت کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ حضرت امام بریؒ کو ''دستِ غیب'' حاصل تھا۔

ابھی درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا کہ آپؒ نے اپنی والدہ کے کہنے پر شادی کر لی۔ آپؒ کی ایک بیٹی پیدا ہوئی لیکن جلد ہی فوت ہو گئی۔ آپؒ کو اس کا بے حد دکھ ہوا۔ آپؒ کی بیوی اپنی اس بیٹی کا غم برداشت نہ کر سکیں اور ایک سال کے بعد وہ بھی فوت ہو گئیں۔ اس کے بعد آپؒ نے عمر بھر دوسری شادی نہیں کی۔ حضرت امام بریؒ نے بہت علم حاصل کیا۔ بے شمار کتابیں پڑھیں۔ عقل کو غذا تو مل گئی لیکن روح تشنہ رہی۔ پھر ایک دن آپؒ کی ملاقات سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ شیخ حیات المیرؒ سے ہوئی۔ آپؒ نے حضرت شیخ المیرؒ سے فرمایا ''میں ہر وقت ایک اضطراب میں مبتلا رہتا ہوں۔ دل کو قرار ہی نہیں آتا''۔ آپؒ نے جواب میں قرآن پاک کی یہ آیت مقدسہ تلاوت فرمائی۔

ترجمہ: ''بے شک دلوں کو سکون تو اللہ کے ذکر ہی سے ملتا ہے''۔　　　(سورۃ الرعد، آیت نمبر-28)

حضرت امام بریؒ نے کہا ''شیخ مجھے ذکر کا طریقہ بتائیے''۔ پھر یہ درخواست قبول کر لی گئی اور حضرت شیخ حیات المیرؒ نے آپؒ کو بیعت فرما لیا۔ حضرت شیخ حیات المیرؒ حضرت غوث پاک کی نسل میں سے تھے۔ بیعت ہونے کے بعد آپؒ نے سخت ریاضتیں کیں۔ آپؒ پانی میں کھڑے ہو کر ذکر کرتے تھے۔ اپنے وظیفے یا ذکر کے عمل کا دورانیہ ختم ہونے کے بعد آپؒ باہر تشریف لاتے، نمازیں ادا کرتے، آرام فرماتے، اور پھر مجاہدہ اور مراقبہ میں مصروف ہو جاتے۔

حضرت امام بریؒ کی ایک کرامت بہت مشہور ہے جس کے آثار اب بھی پائے جاتے ہیں۔ ''نور پور شاہاں'' کی شمال پہاڑیوں کے نزدیک ایک جگہ (لوئی دندی) ہے اس مقام پر ایک لمبا سا پتھر پہاڑی کے ساتھ معلق ہے۔ اس پتھر کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں مغرور اور شریر دیو تھا جو اکثر امام بریؒ کی ریاضات اور مجاہدات میں آپؒ کو تنگ کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس دیو نے آپؒ کو بہت ستایا۔ حضرت امام بریؒ نے اس کو سمجھانے کی بہت کوشش کی اور اس کی حرکتوں سے اسے باز رہنے کے لیے کہا لیکن وہ باز نہ آیا تو حضرت امام بریؒ نے اس کی گردن سے اسے پکڑا اور ہوا میں اچھال دیا۔ پھر وہ زمین پر گرا تو پتھر کا بن گیا۔ یہ پتھر آج

بھی موجود ہے جو زائرین کو حضرت امام بری کی کرامت کی یاد دلاتا رہتا ہے۔

حضرت امام بریؒ کے والد پیشے کے اعتبار سے زمیندار تھے۔ان کی وفات کے بعد یہ تمام زمین حضرت امام بریؒ کی وراثت میں آگئیں۔آپ چونکہ ہر وقت عبادت میں مصروف رہتے تھےاس لیے آپؒ نے یہ تمام زمین مقامی کسانوں کو بٹائی پر دے دیں۔ایک مرتبہ ایک کسان کے دل میں لالچ آ گیا۔اس نے امام صاحبؒ سے کہا "حضور اس مرتبہ تمام ماش خراب ہوگئی"۔آپؒ نے فرمایا "کوئی بات نہیں نفع نقصان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے"۔پھر ایک دن آپؒ اس کے گھر تشریف لے گئے تو اس کے ہاں ماش ہی پکائی گئی تھی۔آپؒ کو دی تو آپؒ نے پوچھا "یہ کہاں سے آئی "؟اس نے جھوٹ بولا "یہ پڑوس سے منگوائی تھی"۔آپؒ نے کہا "اچھا"۔آپؒ کی نظر سامنے رکھی ہوئی بوریوں پر پڑی۔آپؒ نے پوچھا "ان میں کیا ہے"؟ کہا "ان میں کنکریاں ہیں"۔کہا "اچھا اگر کنکریں ہیں تو ٹھیک ہے۔کنکریاں ہی ہوں گی۔" یہ کہہ کر آپؒ اپنے گھر تشریف لے آئے بعد میں کسان نے اس فکر میں کہ آپؒ نے کہا تھا کہ اگر کنکریاں ہیں تو وہی ہوں گی۔جلدی جلدی تمام بوریوں کو باری باری دیکھا تو تمام میں کنکریاں ہی بھری ہوئیں تھیں۔وہ کسان بے حد شرمندہ ہوا اور بھاگا بھاگا آپؒ کے پاس آیا۔تمام واقعہ کہہ سنایا۔معافی مانگی اور توبہ کی اور وعدہ کیا کہ آئندہ جھوٹ نہ بولوں گا نہ بے ایمانی کروں گا۔

عام طور پر تمام تذکرہ نگاروں نے حضرت امام بریؒ کی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔

1۔　پہلا دور وہ جس میں آپؒ نے طویل سیاحت کی اور مختلف اساتذہ سے دینی اور دیگر مروجہ علوم حاصل کئے۔یہ وہی دور ہے جس میں آپؒ نے وطن واپس آ کر ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور ہزاروں طلبا نے یہاں سے فیض حاصل کیا۔

2۔　دوسرا دور وہ ہے جب آپؒ حضرت شیخ حیات المیرؒ سے سلسلہ قادریہ میں بیعت ہوئے اور اس میں آپؒ نے تزکیہ نفس کے لیے بے حد مجاہدے اور ریاضات کیں۔ان ہی ریاضتوں کے دوران حضرت امام بریؒ راولپنڈی کے نزدیک ''چور پور'' کے جنگل میں مقیم تھے اس زمانے میں یہاں ہندوؤں کی کثیر تعداد تھی۔ایک دن حضرت امام بریؒ ایک شیشم کے درخت کے نیچے بیٹھے ذکرالٰہی میں مصروف تھے یہ درخت بالکل سوکھ چکا تھا اور اندر سے لکڑی کھوکھلی ہوگئی تھی۔اچانک وہاں سے بہت سے ہندوؤں کا قافلہ گزرا جو اپنے ساتھ بے شمار سامان اٹھائے ہوئے تھا۔حضرت امام بریؒ نے ان میں سے ایک عمر رسیدہ آدمی سے پوچھا "کیا ترک وطن کا ارادہ ہے "؟ مسلمان فقیر کے سوال کا جواب دیتے ہوئے اس شخص نے کہا "ہم لوگ اشنان (غسل) کرنے جا رہے ہیں"۔آپؒ نے کہا "غسل کرنے کے لیے ساز وسامان کی ضرورت تو پیش نہیں آتی"۔بوڑھے نے کہا "ہمیں اشنان کے لیے' پریاگ' جانا ہے۔یہاں سے بہت دور ہے"۔بوڑھے نے فخر سے بتایا۔ "کیوں یہاں کے دریا خشک ہو چکے ہیں"؟امام بری نے تبسم فرمایا۔ "دریا تو لبریز ہیں لیکن ان کے پانیوں میں پاک کرنے اور پاک ہونے کی صلاحیت نہیں ہے"۔''یہ تمہاری غلط فہمی ہے اگر انسان کا عقیدہ درست نہ ہو تو دنیا بھر کے دریاؤں کا پانی بھی انسان کو پاک نہیں کرسکتا''۔ "تو پھر انسان کو کیا چیز پاک کرسکتی ہے "؟ "خدائے واحد پر ایمان،خاموشی سے اس کا ذکر اور بنی نوع انسان کی خدمت"۔حضرت امام بریؒ نے اس شخص کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ "بس یہی تین اعمال ایسے ہیں جن کے ذریعے انسان گناہوں کی کثافت وغلاظت کو دور کر کے پاک صاف ہوسکتا ہے''۔ہندو پروہت (پجاری) نے حضرت امام بریؒ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا "تم اس سوکھے درخت کے نیچے بیٹھے جل رہے ہو مگر تمہارے خدا نے تم پر اب تک اتنا بھی رحم نہیں کھایا کہ اس سوکھے درخت کو ہرا بھرا کر کے تم پر سایہ ہی کر دیتا"۔حضرت امام بریؒ جواب سن کر مسکرائے اور فرمایا''میرے خدا کی عجیب شان ہے کہ وہ زندوں کو مردہ بنا دیتا ہے اور پھر ایک دن ان مردوں میں دوبارہ جان ڈال دے گا۔ بندے کو ہر حال میں راضی بہ رضا رہنا چاہیے۔دھوپ ہو یا سایہ اس کے ماننے والوں کے لیے تمام حالتیں یکساں ہیں"۔ "تم ہمیشہ اسی حالت میں رہو گے کیونکہ تمہارے مذہب میں کوئی سچائی نہیں ہے۔ہندو دھرم ہی سچا ہے وہ ہی اپنے ماننے والوں کو پاک بھی کرتا ہے اور اسے مکتی بھی دیتا ہے"۔

''جاؤ اپنی راہ لو عنقریب تم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ سچائی کیا ہے؟'' ہندو یاتریوں کا قافلہ اپنے دیوتاؤں کو پکارتا اور بلند آواز میں بھجن گاتا ہوا اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔حضرت امام بریؒ نے ان گم کردہ راہوں پر ایک نظر ڈالی اور پھر آسمان کو طرف دیکھتے ہوئے فرمایا''بے شک تو جسے چاہے ہدایت دے اور جسے چاہے گمراہ کر دے۔سب کچھ تیرے ہی اختیار میں ہے۔پھر بھی ان بت پرستوں کے سامنے اپنے نام لیوا کو شرمندہ نہ کرنا''۔

ہندو یاتریوں کا یہ قافلہ کئی ماہ کے بعد گنگا نہا کر اور بزعم خود سارے پاپ کو دھو کر واپس لوٹا تو حضرت امام بریؒ کو اس شیشم کے درخت کے نیچے ذکرالٰہی میں مشغول پایا۔مگر اس بار صورت حال بدلی ہوئی تھی۔تمام ہندو یاتری شدید حیرت کے عالم میں شیشم کے اس درخت کو دیکھنے لگے جو چند ماہ پہلے بالکل سوکھ چکا تھا۔اب اس

میں نئی شاخیں اور پتے نکل آئے تھے اور اس کا سایہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔ حضرت امام بریؒ نے ہندو یاتریوں کی طرف دیکھا۔ آپؒ کے ہونٹوں پر وہی تبسم تھا جو ایک عارف کی بنیادی پہچان ہوتا ہے۔ ''میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا کیا تم لوگوں نے اپنے پاپ دھوڈالے؟ اور کیا تم اس حقیقت تک پہنچ گئے کہ سچائی کیا ہے؟'' سچائی یہی ہے جو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں"۔ پروہت نے شیشم کے درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ پھر وہ تمام ہندو حضرت امام بری کے دست حق پرست پر ایمان لے آئے۔ گردن اور کمر کے گرد پڑے ہوئے ڈورے توڑ ڈالے اور ماتھے پر لگے ہوئے نشان کو کھرچ ڈالا۔ اس واقعے کے بعد امام بریؒ ''دھیر کوٹ'' تشریف لے گئے۔ اس علاقے کی بیشتر آبادی بت پرست تھی۔ حضرت امام بریؒ گمراہوں کے ہجوم میں کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے۔ آپؒ کی تقریریں اور واعظ اس قدر اثر انگیز ہوتے کہ پتھر کے پجاریوں کے دلوں میں چھپے ہوئے صدیوں پرانے پتھر پگھلنے لگتے اور وہ نفس کے صنم خانوں کو مسمار کرتے ہوئے گواہی دینے لگتے کہ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے رسول ہیں''۔

روایت کے مطابق ''دھیر کوٹ'' میں بت پرستوں کی ایک قوم ''ستی'' آباد تھی۔ جس کے بیشتر افراد نے اپنے آبائی مذہب سے تائب ہوکر ''دین حنیف'' قبول کر لیا تھا۔ پھر جب حضرت امام بریؒ کا دائرہ تبلیغ وسیع ہوا تو مشرکین کی ایک اور قوم ''تہوڑ'' آپ کی دشمن بن گئی۔ اس قوم کا سردار سینکڑوں مسلح افراد کے ساتھ حضرت بری امامؒ کی جھونپڑی میں آیا۔ اور کہا ''میں تمہیں بس دو دن کی مہلت دیتا ہوں۔ اپنے ساز وسامان کو اٹھا کر اور اپنی جھونپڑی کو مسمار کر کے دو دن کے اندر اندر یہاں سے دور چلے جاؤ ورنہ اس جھونپڑی کو میں نذر آتش کر دوں گا'' حضرت امام بریؒ نے تہواڑوں کو نہایت ہی شفقت آمیز لہجے میں سمجھایا ''میں تمہیں اس دائمی آگ سے بچانے کی کوشش کر رہا ہوں جس کے ایندھن صرف انسان اور پتھر ہیں۔ مگر تم مجھ ہی کو نذر آتش کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہو۔ میری بات غور سے سنو اس میں تمہاری نجات ہے"۔ تہواڑوں کا سردار ایک مسلمان کا درس سن کر اور غضبناک ہوگیا۔ اس نے کہا کہ ''ہم آگ کی پوجا ہی اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں عذاب کے دن سے بچا سکے یہ آگ بھی بھگوان ہی کا ایک روپ ہے''۔

''جو آگ ایک لوٹا پانی سے بجھ جائے وہ بھگوان کس طرح ہوسکتی ہے؟'' حضرت امام بریؒ نے ان کو سمجھانے کی کوشش کی مگر قرآن پاک کے مطابق یہ وہ لوگ تھے جن کی آنکھوں پر گہرے پردے ڈال دیئے گئے تھے اور جن کے دلوں پر قفل لگا دیئے گئے تھے۔ یہ نہ سن سکتے تھے اور نہ دیکھ سکتے تھے۔ اس تہواڑ سردار کا چھوٹا بھائی تمام باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا۔ الغرض وہ سردار آپؒ کو یہاں سے چلے جانے کی دھمکی دے کر اپنے ساتھیوں کے ہمراہ یہاں سے لوٹ گیا۔ حضرت امام بریؒ کے چند ناتواں ساتھی اور خدمت گار موت کے تصور سے ڈر گئے اور کہا" استاد محترم یہاں سے کہیں اور چلے جاتے ہیں''۔ امام بریؒ نے کہا ''ہماری تبلیغ کا مرکز تو کوئی نہ کوئی غیر مسلم بستی ہی ہوگی کیا وہ خطرے سے خالی ہوگی'' ضرب لا الہ الا اللہ سے تو پتھر ٹوٹ جاتے ہیں اور جب پتھر ٹوٹتے ہیں تو شور تو ہوتا ہے اور کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ ضرب لگانے والے اپنی جانوں سے گزر جاتے ہیں۔ اگر تمہیں یہ چند روزہ زندگی بہت پیاری ہے تو مجھے تنہا چھوڑ کر جا سکتے ہو۔ میرے لیے میرا اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے''۔ آپ کے ایسا کہنے پر کچھ لوگ وہاں سے چلے گئے اور کچھ جانثار ایسے بھی تھے جنہوں نے آخری وقت تک اپنے شیخ کا ساتھ نہ چھوڑا۔

تہواڑ سردار کے چھوٹے بھائی کے دل و دماغ میں شدید کشمکش جاری تھی۔ وہ پہلی ہی نظر میں حضرت امام بریؒ کے چہرے کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا تھا۔ پھر جب اس نے آپؒ کی زبان سے دلائل حق سنے تو حیرت زدہ ہوگیا۔ خاص طور پر ایک جملہ اس کے دل و دماغ پر ہتھوڑے برساتا رہا۔ ''جس آگ کو ایک لوٹا پانی بجھا دے وہ بھگوان کیسے ہوسکتی ہے''۔ وہ اپنے آپ سے بار بار یہ کہہ رہا تھا یہ اتنی سی بات آگ کے پجاریوں کی سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟ پھر رات ڈھلتے ڈھلتے تہواڑ قوم کا ایک بااثر رکن صدیوں پرانے اندھیرے کے حصار سے باہر آچکا تھا اور سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی نور ہدایت اس کا مقدر بن چکا تھا۔ وہ اپنے بڑے بھائی کے پاس پہنچا اور باغیانہ لہجے میں بولا ''مسلمان درویش کی بات میری سمجھ میں آگئی ہے اس لیے میں اپنے باپ دادا کا دھرم چھوڑ کر اس کے پاس جا رہا ہوں''۔

تہواڑوں کے سردار نے چھوٹے بھائی کو بہت سمجھایا مگر اس کی کایا پلٹ چکی تھی۔ تہواڑ قوم دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ چھوٹا بھائی اپنے ماننے والوں، اپنے ساتھیوں اور اپنے اہل وعیال کے ساتھ اپنی آبائی حویلی سے نکل آیا اور رخصت ہوتے وقت اپنے بڑے بھائی کو سخت الفاظ میں تنبیہ بھی کر دی "اب وہ مسلمان سنیاسی میرے گروہ ہیں اگر کسی نے ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہ مجھے اپنے مقابل کھڑا ہوا پائے گا۔ میں اپنے گروہ کی رکشا (حفاظت) اس وقت تک کروں گا جب تک میری جان میں جان ہے"۔ پھر وہ چھوٹا سردار حضرت امام بریؒ کی خدمت میں آکر ایمان کی دولت سے سرفراز ہوگیا۔ ہندوؤں کی ایک قوم ''ستی'' پہلے ہی مسلمان ہوچکی تھی۔ تہواڑوں کے ایمان لانے سے کلمہ گوؤں کی طاقت میں اور اضافہ ہوگیا۔

ایک روایت کے مطابق کچھ دنوں کے بعد حق و باطل میں خونریز جنگ ہوئی۔انجام کار وہ سرکش سردار مارا گیا۔کچھ تھوڑا فرار ہو گئے اور باقی تمام امام بریؒ کے پیروکاروں میں شامل ہو گئے۔اس طرح ایک محتاط اندازے کے مطابق حضرت امام بریؒ کی کوششوں سے ہزاروں بت پرست خدائے واحد کے آگے سجدہ ریز ہوئے۔ بعض محققین کے مطابق پوٹھوار کے علاقے میں اسلام کی جو روشنی پائی جاتی ہے وہاں کفر کی طوفانی ہواؤں میں پہلا چراغ حضرت امام بریؒ ہی نے جلایا تھا۔

3۔ حضرت امام بریؒ کی حیات مبارکہ کا تیسرا اور آخری رنگ ہے جذب و کیف اور شوق و مستی کا رنگ۔راولپنڈی کا وہ نواحی علاقہ جو کبھی ''چور پور'' کہلاتا تھا وہ حضرت امام بریؒ کے قدموں کی برکت سے اب ''نور پور'' بن گیا تھا۔اس نور پور کے ایک غار میں حضرت امام بریؒ نے چلہ کشی کی تھی یہ غالباً وہ زمانہ تھا جب آپؒ کی زوجہ محترمہ اور کم سن بچی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔پھر عائلی رشتوں کی زنجیر سے آزاد ہونے کے بعد آپؒ نے اپنے پیرومرشد شیخ حیات المیرؒ کے حکم پر یکسوئی حاصل کرنے کے لیے اس غار کو اپنا مسکن بنایا تھا۔غار کے باہر آپؒ کے مرید اور خدمت گار موجود رہتے تھے۔

روایت کے مطابق آپؒ نے اس غار میں کئی سال گزارے، پھر آپؒ کے پیرومرشد حیات المیرؒ یہاں تشریف لائے اور غار کے باہر سے آپؒ کو پکارا۔تمہاری ریاضت پوری ہو گئی ہے۔باہر آجاؤ۔آج کا دن بہت مبارک ہے۔پیرومرشد کی صدائے دلنواز سن کر بری امام اپنے چلہ گاہ سے باہر آئے اور شیخ کے ہاتھوں کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ یہ سب میرے شیخ کے فیضان کا صدقہ ہے کہ یہ خادم اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا۔ حضرت شیخ حیات المیرؒ نے خوش ہو کر حضرت امام بریؒ کو گلے سے لگا لیا۔پھر انتہائی پرجوش لہجے میں فرمایا ''عبداللطیف'' مبارک ہو کہ تمہیں حق تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی نعمتوں سے معمور کر دیا ہے اور معرفت کے تمام اسرار و رموز تم پر کھول دیئے ہیں۔آج سے تم ''امام بر'' ہو۔

''بر'' عربی زبان میں خشکی کو کہتے ہیں اور خشکی سے مراد ہے۔یہ دنیا۔یعنی آپؒ کو آپؒ کے پیرومرشد نے جو لقب دیا وہ تھا ''دنیا کے امام'' پھر اس لقب ہی نے اتنی شہرت دوام حاصل کیا کہ عقیدت مندوں کی اکثریت آپؒ کے خاندانی نام کو فراموش کر بیٹھی بس ایک ہی نام یاد رہا ''امام بری'' حضرت امام بری کی عظمت اور ولایت پر یہی ایک دلیل کافی ہے کہ آپ کے قدموں کی برکت سے ''چور پور'' ''نور پور'' بن گیا۔اور پھر اسی نور پور شاہاں میں آپ آسودہ خاک ہوئے۔یہ اسلام آباد کا ایک محلہ ہے اور اسلام آباد 1971 میں ہی دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک کا دارالحکومت بنا۔آج بھی اس خطے کو چھٹی ایٹمی طاقت ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

یہ سب اس مرد خدا کا فیض روحانی ہے جو خاندان قادریہ سے ایک خاص نسبت رکھتا ہے۔

****

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

نام: محمد بن ابی بکر ابراہیم

کنیت: ابوحامد، ابوطالب

لقب: فریدالدین

تخلص: عطار

مشہور ترین نام: فریدالدین عطارؒ

آپؒ مضافات نیشاپور 511ھ کو پیدا ہوئے اور 567ھ میں وفات پائی۔

ابتدائی حالات:- ابتداء میں ایک بڑے دواخانے کے مالک تھے ایک روز اپنے کاروبار میں مصروف تھے ایک فقیر نے آکر صدا لگائی، لیکن جب فقیر نے دیکھا کہ صدا کا کوئی اثر نہیں ہوا تو اس نے کہا ''ایسے دھندے میں لگے رہو گے تو جان کیسے دو گے'' یہ جھنجلا کر بولے ''جیسے تم دو گے'' فقیر نے کہا ''بھلا میری طرح کیا دو گے؟'' یہ کہا اور سر کے نیچے کشکول رکھ کر لیٹ گیا، زبان سے لا الہ الا اللہ کہا اور روح پرواز کر گئی، شیخ کے قلب پر اس کا بہت اثر ہوا، کھڑے کھڑے دواخانہ لٹا دیا اور اسی وقت درویشی اختیار کر لی۔ شیخ رکن الدین سکاف کی خدمت میں کئی سال بسر کئے آخر کار شیخ مجدالدین بغدادی کے ہاتھ پر بیعت کی، اور آگے چل کر سلوک و معارف کے وہ مراتب طے کئے کہ خود مرشد کے لئے باعث فخر ہو گئے۔

واقعہ شہادت:- آپؒ کی شہادت کا واقعہ تذکرہ نگاروں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ تاتاریوں کے عین ہنگامے میں ایک سپاہی نے شیخ کو گرفتار کر لیا۔ ایک راہ گیر نے بڑھ کر کہا ''دیکھنا اس مرد ضعیف کو قتل نہ کر دینا میں تم کو دس ہزار اشرفیاں نقد دیتا ہوں تم ان کو چھوڑ دو'' شیخ نے کہا "خبردار اتنے میں مجھے فروخت نہ کر دینا میری قیمت اس سے کہیں زیادہ ہے "- سپاہی خوش ہو گیا کہ اس سے بھی زیادہ دولت ہاتھ آجائے گی اور وہ بھی بالکل مفت وہ آگے بڑھ گیا۔ آگے ایک اور آدمی ملا اس نے آپ کو دیکھا تو سپاہی سے کہا، میاں اس بڈھے کو مجھے دے دو ''میں گھاس کا گٹھا اس کے معاوضے میں تمہیں دیتا ہوں''۔ شیخ نے کہا، ہاں دے ڈال ''میری قیمت تو اس سے بھی کم ہے'' سپاہی کے تن بدن میں آگ لگ گئی کہ دس ہزار اشرفیاں ملتی ہوئی ہاتھ سے گئیں، جھلا کر وہیں سر تن سے جدا کر دیا۔

(واللہ عالم)

اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (سورۃ یونس 10:62)

تصنیفات:- نظم نثر میں بہت سی تصنیفات چھوڑی ہیں جن کی تعداد قاضی نوراللہ شوستری کے مجالس المومنین میں 114 ہے۔

1) تذکرۃ الاولیائ 2) منطق الطیر 3) مصیبت نامہ 4) اسرار نامہ 5) الٰہی نامہ 6) ہند نامہ 7) دیوان

8) وصیت نامہ 9) ہیر نامہ 10) خسرو گل اور 11) شرح گل آپ کی بے حد مشہور کتابیں ہیں۔

****

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:—مولانا عبدالرحمٰن جامی کا اصل نام عمادالدین تھا–آپ مولانا عبدالرحمٰن جامی کے نام سے مشہور ہوئے۔مولانا جامی کے والد احمد بن محمد دشتی تھے۔وہ اولاً اصفہان کے قریہ دشت میں رہا کرتے تھے،بعدازاں جام آ گئے–

ولادت:—مولانا جامی کی ولادت بروز بدھ 23 شعبان المعظم 817ھ مطابق 7 نومبر،1414ء کو بوقت عشاء جام کے موضع خرجرد میں ہوئی جو اب افغانستان کے صوبہ غور میں واقع ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ عالم اسلام کی مقتدر شخصیات میں سے ایک اہم شخصیت ہیں،جو مورخ،سیرت نگار،سوانح نگار،نثر نگار اور شاعر کے علاوہ ایک عظیم صوفی بزرگ ہوئے ہیں۔آپ کا شمار صف اوّل کے صوفیاء کرام میں ہوتا ہے۔تاریخ اور تصوف پر آپ کا کام رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیاء کرام کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے بزرگان دین سے روحانی استفادہ کے لیے سفر وسیاحت کا سلسلہ بھی جاری رکھا اور یوں دامن مراد میں روحانیت بھرتے گئے۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ سچے عاشق رسول خاتم النبیین ﷺ تھے۔آپ کا یہ پہلو آپ کو ممتاز کرتا ہے،جس کی وجہ سے شرق وغرب آپ کا شہرہ ہے ۔آپ نے جس والہانہ انداز سے بارگاہ رسالت خاتم النبیین ﷺ میں ہدیۂ نعت پیش کیا ہے،اس کا تمام فارسی ادب میں جواب نہیں ملتا۔وہ وادی بطحا میں پہنچ کر مدینہ، خاکِ مدینہ،خارِ مدینہ،حتیٰ کہ سگِ مدینہ کو بھی اپنے دل کے قریب پاتے ہیں۔وہ سرزمین نبی خاتم النبیین ﷺ کو جانے والے قافلوں کو سلام کرتے ہیں۔قافلۂ حجاز کے اونٹوں کے ساربان ان کے پیغام رساں ہیں،نسیمِ بہاری کو فریاد پہنچانے کا ذریعہ بناتے ہیں۔وہ عشق رسول خاتم النبیین ﷺ میں ڈوب کر نعت لکھتے تھے اور وہ اس فن میں منفرد ہی نہ تھے،امام تھے۔دیدارِ روضۂ اطہر کیلئے جس جذب وجنوں کا حصہ انہیں ملا تھا،وہ دوسرے شاعروں کے ہاں کم پایا جاتا ہے۔وہ کوئے رسول خاتم النبیین ﷺ میں سر کے بل جاتے ہیں،دیدہ ودل فرش راہ کرتے ہیں،پلکوں سے جاروب کشی کرتے ہیں اور پھر فریاد،التجا،الحاح اور گریہ وفغاں کی جو رقت ان کے ہاں پائی جاتی ہے،اس سے رحمت دو عالم خاتم النبیین ﷺ کی گھٹائیں جھوم جھوم جاتی ہیں۔وہ سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ کی محبت کے دامن میں لپٹ کر اپنی بات کہتے ہیں–جس جذبہ ومستی میں بارگاہ رسول خاتم النبیین ﷺ میں حاضر ہوتے ہیں،اس میں جنید وبایزید رحمۃ اللہ علیہما کا ادب بھی ہے،اور بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی رقت والہیت بھی۔(حالات جامی،مقدمہ شواہد النبوۃ،صفحہ 14)

علامہ منشا تابش قصوری لکھتے ہیں:حضرت شاہ محمد ہاشم رحمۃ اللہ علیہ ''جامع الشواہد'' میں تحریر فرماتے ہیں:-

''ماہ ربیع الاوّل کی ایک پر کیف اور نورانی رات میں امام العاشقین حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی نے ایک روح پرور اور ایمان افروز خواب دیکھا کہ محراب النبی خاتم النبیین ﷺ کے قریب حبیب کبریا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ جلوہ افروز ہیں،ذکر واذکار اور حمد ونعت کا سلسلہ جاری ہے۔حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ بھی چند نعتیہ اشعار پیش کرتے ہیں،جنہیں سرکار ابد قرار خاتم النبیین ﷺ منظور فرماتے ہیں۔جب آنکھ کھلی تو جامی رحمۃ اللہ علیہ پر وجد وسرور کی کیفیت طاری تھی،عالم جذب میں فرمانے لگے''وہ نورانی رخ زیبا جو چاند سے زیادہ حسین اور روشن ہے،جب جبینِ مقدس سے،آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے موئے مبارک کو ہٹایا تو سراج منیر کی تجلیاں نمودار ہونی لگیں''۔

اسکے بعد جب جامی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے وطن آنا ہوا تو بے تابی کے عالم میں پکارنے لگے۔

ترجمہ:''اے صبا بطحا کی طرف چل۔میرے احوال حضور(خاتم النبیین ﷺ)کو سنا---میری بے تاب جان کو اُس جگہ لے جا---تاکہ یہ حضور(خاتم النبیین ﷺ)کے روضہ اقدس پر نثار ہو جائے---یارسول اللہ(خاتم النبیین ﷺ)!آپ(خاتم النبیین ﷺ)ہی دونوں جہان کے سلطان ہیں۔آپ(خاتم النبیین ﷺ)نگاہ کرم مجھ پر ڈالیں---جامی اگرچہ آپ(خاتم النبیین ﷺ)کے لطف سے محظوظ ہو گیا۔یااللہ یہ کرم بار بار ہو''–

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک ہفتہ بھی گزرنے نہیں پایا تھا کہ انہیں آپ خاتم النبیین ﷺ نے پھر زیارت سے مشرف فرمایا۔(اغثنی یارسول اللہ،صفحہ 18,17)

دیوبند مکتبِ فکر کے مولانا ذکریا لکھتے ہیں:''مولانا جامی نور اللہ مرقدہ،یہ نعت لکھنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضۂ اقدس

کے پاس کھڑے ہوکراس نظم کو پڑھیں گے۔ جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیرِ مکہ نے خواب میں حضور خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کی، حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ نے خواب میں انکوارشادفرمایا کہ اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دیں۔ امیرِ مکہ نے ممانعت کردی مگران پر جذب وشوق اس قدرغالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔ امیرِ مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا،حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: وہ آرہا ہے، اسکو یہاں نہ آنے دو۔ امیرمکہ نے آدمی دوڑائے اور انکو راستہ سے پکڑوا کر بلایا۔ ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اس پر امیر مکہ کو تیسری مرتبہ حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ کی زیارت ہوئی، حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشادفرمایا: یہ کوئی مجرم نہیں ہے، اگرایسا ہوا (اگر وہ آگیا تو) تو قبر سے مصافحہ کیلئے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا، اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز واکرام کیا گیا''۔ (تبلیغی نصاب فضائل درودشریف صفحہ 131)

حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کی نعت کے چنداشعار کا ترجمہ:-

ترجمہ: ''آپکے فراق سے کائناتِ عالم کا ذرہ ذرہ جاں بلب ہے اوردم توڑ رہا ہے۔ اے رسول خدا خاتم النبیین ﷺ! نگاہ کرم فرمایئے، اے ختم المرسلین ﷺ! رحم فرمایئے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ یقیناً رحمت العالمین ہیں، ہم خرماں نصیبوں اور ناکامانِ قسمت سے آپ کیسے تغافل فرما سکتے ہیں؟ اے لالہ خوش رنگ اپنی شادابی و سیرابی سے عالم کومستفید فرمایئے اورخواب نرگس سے بیدار ہوکر ہم محتاجان ہدایت کے قلوب کومنور فرمایئے۔ اپنے سرمبارک کو یمنی چادروں کے کفن سے باہر نکالئے کیونکہ آپ خاتم النبیین ﷺ کا روئے انور صبح زندگانی ہے''۔ (تبلیغی نصاب، فضائل درودشریف، صفحہ 135,134,132)

ایک نعت عموماً پڑھی جاتی ہے اس کے دومصرعے مندرجہ ذیل ہیں،

وہ رنگ کہ رومیؒ پر ،جامیؒ پر چڑھایا ہے
اس رنگ کی کچھ رنگت ہم پر بھی چڑھا جانا

یہ نعت خوانوں کی تمنا ہوتی ہے کہ رومیؒ اور جامیؒ کا رنگ ان پر بھی چڑھ جائے، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس رنگ کے چڑھ جانے سے کیا فائدہ ہوتا ہے اور یہ رنگ چڑھتا کیسے ہے؟ یہ دو چیزیں ہیں رنگ چڑھنا محبت کے لحاظ سے ہوتا ہے جو محبت دل میں ہوتی ہے اس کا اثر چہرے پر صاف ظاہر ہوتا ہے۔جس کے دل میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی محبت ہوتی ہے تو وہ اس کے چہرے سے ظاہر ہوتی ہے کہ چہرہ ازخود ہی کھل جاتا ہے۔ منافق کے چہرے پر منافقت کا رنگ، ہندو کے چہرے پر رام رام کا رنگ، سکھ کے چہرے پر سردار جی کا رنگ، عیسائی کے چہرے پر عیسائیت کا رنگ اور مومن کے چہرے پر ایمان کا رنگ نظر آئے گا۔ اورعشق رسول خاتم النبیین ﷺ رکھنے والے مومن کے چہرے پر محمد خاتم النبیین ﷺ کا نور ظاہر ہوگا۔

اب ہم جامیؒ کے بارے میں دیکھتے ہیں کہ وہ کیا رنگ ہے جس کے بارے میں لوگ تمنا کرتے ہیں کہ الٰہی وہ رنگ ہم پر بھی چڑھادے۔ ان کی نعت کا ترجمہ (نعت فارسی میں ہے)

ترجمہ: ''محمد خاتم النبیین ﷺ کے جمال سے دنیا روشن ہے اور آپ خاتم النبیین ﷺ ہی کے وجود سے میرا دل تروتازہ رہتا ہے۔ کیا کہنے ہیں اس مسجد اور اس خانقاہ کے کہ جس میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ذکر اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی گفتگو ہو۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے چہرہ انور کی تعریف میں والضحیٰ نازل ہوئی، اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی زلفوں کی تعریف میں سورہ والیل جیسی لطافتیں ہیں۔ جو آپ خاتم النبیین ﷺ کے قدموں پر پامال ہوا یعنی جس نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی پوری اطاعت کی وہ دنیا بھر کا سردار بن گیا۔ جو آپ خاتم النبیین ﷺ کا جلوہ مبارک خواب میں دیکھ لےخواہ وہ کتنا ہی گناہ گار ہو پوری طرح سے معصوم ہوجاتا ہے۔ دنیا میں ہر کسی کو کوئی نہ کوئی خیال ہوتا ہے مگر میرے لئے حضور خاتم النبیین ﷺ کا خیال سب پر فائق ہے۔ میں تو (جامیؒ) حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی آل کے غلاموں کا ،غلاموں کا بھی پوری سچائی اور خلوص سے غلام بن جانا چاہتا ہوں''۔

یہ تھا جامیؒ کا رنگ اگر ہم بھی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے ایسی محبت اور ایسا عشق رکھ لیں تو ہم پر بھی یہ رنگ چڑھ جائے گا۔ اس لئے کہ جسکی نیت، جس کا خلوص ،جس کا عقیدہ جیسا ہوتا ہے ویسا ہی اس کو پھل مل جاتا ہے، جس جیسا کوئی بننا چاہتا ہے جس سے کوئی محبت کرتا ہے، جس کے ساتھ کوئی رہتا ہے، اس کے ساتھ اس کا حشر نشر ہو گا۔ مولانا جامیؒ کی ایک اور نعت کا ترجمہ یہ ہے ''پوری کائنات میں نور بکھیرنے والی چیز میرے نبی خاتم النبیین ﷺ کا چہرہ ہے اور جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ ملتے ہیں تو میرا ایمان تازہ ہوجاتا ہے''۔ تو ایمان ان کا تازہ ہوگا جو آپ خاتم النبیین ﷺ کو زندہ سمجھتے ہیں اور جو کہتے ہیں مر گئے، مٹ گئے، کھپ گئے

مٹی تلے دب گئے ان کے دل کیسے تازہ ہوں گے؟

ایک اور جگہ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں:

ترجمہ:''میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ مجھے ہر وقت نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا خیال رہتا ہے'' اور دیکھئے کہ یہ جو خیال محمد خاتم النبیین ﷺ والی چیز ہے یہ تو سنت الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے: (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر-56)

''إِنَّ اللهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوا تَسْلِيمًا''

ترجمہ:''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر اے ایمان والو تم بھی درود بھیجو اور سلام کثرت کے ساتھ''۔ پھر مولانا جامیؒ فرماتے ہیں:

ترجمہ:''پاک ہو گیا وہ گناہ گار، اس کے گناہ مٹ گئے، وہ پاک اور صاف ہو گیا جس نے خواب میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی زیارت کر لی، جس نے خواب میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا وہ اسی وقت جنتی بن گیا، کیا بات ہے آپ خاتم النبیین ﷺ کے دیدار اور آپ خاتم النبیین ﷺ کو خواب میں دیکھنے کی''۔

پھر فرماتے ہیں:

ترجمہ:''کہ ہر عاشق اپنے محبوب کی زیارت کرنے کے لئے ہی زندہ رہتا ہے۔ اگر کوئی عاشقِ رسول خاتم النبیین ﷺ ہے تو اس کا کیا مقام ہے؟ اور وہ کیا تمنا کرے گا اور کیا کہے گا یہی نا کہ یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ آپ خاتم النبیین ﷺ کا چہرہ ہو اور میری آنکھیں ہوں بس مجھے اور کچھ نہیں چاہئے۔ ہم انسان ہیں ہم بندے ہیں ہم گناہ گار ہیں ہم بھٹک جاتے ہیں، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اپنی ہی شان ہے صحابہ اکرامؓ کی اپنی ہی عظمت ہے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ معراج پر تشریف لے گئے راستے میں جنت بھی آئی، دوزخ بھی آئی، سدرۃ المنتہیٰ بھی آیا، پھر بیت المعمور بھی آیا، عرش عظیم بھی آیا، غرض بڑے بڑے مقامات آئے۔ کوئی معمولی مقامات نہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے مقامات لیکن آپ خاتم النبیین ﷺ نے کسی طرف نگاہ ہی نہیں کی''۔

اس وقت کے لئے قرآن پاک کیا فرماتا ہے:

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی ۞　　(سورۃ النجم۔53:17)

ترجمہ:''آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی''۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے کسی طرف دیکھا ہی نہیں، دیکھا تو صرف اپنے رب کو دیکھا۔ صرف دیدار رب کیا، صرف اس کی طرف توجہ اور اسی کی طرف اپنا خیال رکھا۔ کسی دوسری طرف توجہ گئی ہی نہیں، یہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شان ہے۔ اور ہم غلاموں کے لئے کیا سبق ہے؟ کہ قرآن پاک کی عملی تفسیر کی (آپ خاتم النبیین ﷺ کی) پیروی کریں۔ ان کی سنتوں پر عمل کریں ان کا اتباع کریں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کی تعلیمات پر عمل کریں اور بس دعا کریں، یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ آپ خاتم النبیین ﷺ کا چہرہ ہو اور میری آنکھیں ہوں اور کوئی ہماری تمنا نہیں، کیونکہ میرے نبی خاتم النبیین ﷺ کی معراج دیدار رب ہے اور میری معراج میرے رسول خاتم النبیین ﷺ کا دیدار ہے"۔ یہ ہے جامیؒ کا رنگ اگر ہم میں سے کوئی جامیؒ کا رنگ چاہتا ہے تو جامیؒ جیسی محبت اور عشق رسول خاتم النبیین ﷺ اپنے اندر پیدا کرے، جامیؒ جیسا رنگ چڑھ جائے گا۔ آگے پھر مولانا جامیؒ فرماتے ہیں،

ترجمہ:"حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی یاد جس کی زبان پر ہے، جس کے دل میں ہے، جس کے ذکر میں ہے، جس کی فکر میں ہے، اس کو کیا ملا ہے؟ اس کے ایمان کا سرمایہ کیا ہے؟ اس کو ایمان کی معراج ملی، ایمان بنتا ہی اس سے ہے کہ اسے ہر وقت نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا خیال رہے ایمان اس پر قائم ہے کہ ہر گدا جب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو یاد کرتا ہے تو وہ مسلمان بن جاتا ہے، گدا تھا بادشاہ بن گیا، اس بات کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں:

انجن کے ساتھ ڈبے کا کنکشن ہونا ضروری ہوتا ہے اگر یہ کنکشن ہے تو تعلق ہے، تو جہاں انجن جائے گا وہیں ڈبہ بھی جائے گا۔ ڈبہ بھی انجن کی رفتار سے چلتا ہے اور اس کی منزل بھی وہیں تک ہوگی جہاں تک انجن جائے گا۔ اب ڈبہ خواہ کیسا ہی ہو بوسیدہ ہے سواری کا ہے، مال برداری کا ہے، تھرڈ کلاس کا ہے، فرسٹ کلاس کا ہے، اے سی کا ہے خواہ جیسا بھی ہے جو انجن کے ساتھ لگ گیا اسے انجن کھینچ لے گا، لیکن اگر ڈبے کا کنکشن انجن کے ساتھ نہیں ہے تو پھر کتنا ہی نفیس، عالیشان اور کسی قسم کا ڈبہ بھی ہو، وہ وہیں کھڑا رہ جائے گا۔ اسٹیشن ہی اس کا مقدر ہے وہ منزل تک نہیں پہنچ سکتا، انجن اس کو ساتھ نہیں لے کر جائے گا، تو انجن کے ساتھ کنکشن ہوگا تو بات بنے گی، محبت ہوگی تو پیروی ہوگی، اتباع ہوگا عشق ہوگا تو کنکشن حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے ہو جائے گا۔ درود شریف کی کثرت محبت پیدا کرتی ہے۔ اور درود شریف میں دوام عشق رسول

خاتم النبیین ﷺ تک پہنچا دیتا ہے، تو ڈبہ میں سوار ہونے سے پہلے اس کے انجن کے ساتھ کنکشن چیک کرنا چاہئے۔قرآن پاک میں نماز سے متعلق حکم آیا ہے کہ نماز پڑھو، یہ شریعت ہوئی روزے رکھو، زکوۃ دو، حج کرو، یہ تمام شرعی احکامات ہیں۔ان کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سورہ کوثر میں فرماتا ہے،

اِنَّا اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ (اے نبی خاتم النبیین ﷺ ہم نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو کوثر عطا کی) کوثر کا مطلب صرف حوض کوثر ہی نہیں جس میں سے جنتی جنت میں جانے کے بعد پانی پئیں گے بلکہ کوثر کا مطلب خیر کثیر اور خیر کثیر میں اللہ تعالیٰ کی ذات نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو سب کچھ ہی عطا کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں سورہ شعراء، آیت نمبر 4 میں فرماتا ہے

وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ--اے نبی خاتم النبیین ﷺ ہم نے ہر آنے والی گھڑی تیرے لئے پہلے سے بہتر بنائی، اے نبی خاتم النبیین ﷺ تیری رضا میں میری مرضی، آپ خاتم النبیین ﷺ سراج منیر ہیں، آپ خاتم النبیین ﷺ رحمت للعالمین ہیں، آپ خاتم النبیین ﷺ شاہد ہیں بشارت دینے والے اور اللہ کے حکم سے ڈرانے والے ہیں۔اب دیکھئے کہ شرعی احکام کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کس کس انداز میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی تعریف فرمارہے ہیں۔

ہم لاکھ کہے جائیں لا الہ الا اللہ جب تک ساتھ محمد رسول اللہ نہیں کہیں گے، مسلمان ہی نہیں ہوں گے۔ایمان تو اس کے بعد کی بات ہے، تو شرعی اعمال کی بنیاد یاد مصطفی خاتم النبیین ﷺ ہے یعنی کہ اگر محمد خاتم النبیین ﷺ نہیں تو کچھ بھی نہیں تو کلمہ کا اقرار ضروری ہے لیکن رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو ساتھ رکھ کر یعنی اگر محمد خاتم النبیین ﷺ نہیں تو کوئی بھی قبول نہیں، نماز روزہ اور حج تو بعد کی بات ہے۔اس لئے اعمالوں کی قبولیت رضائے محمد خاتم النبیین ﷺ سے منسلک ہے یعنی اگر کوئی اپنے اعمال کی قبولیت چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ عظمت رسول خاتم النبیین ﷺ کا خیال کرے۔**اس کا مطلب یہ ہوا کہ محمد رسول اللہ کے اقرار کے بغیر ایمان نہیں اور محمد خاتم النبیین ﷺ کی عظمت کا اعتراف کئے بغیر اعمال نہیں۔** جس کو جو کچھ ملے گا محمد خاتم النبیین ﷺ سے محبت پر اس پاک ذات سے عشق پر اور اس کی عظمت کے اعتراف پر ہی ملے گا۔تو اللہ تعالیٰ نے نبی خاتم النبیین ﷺ کو خیر کثیر عطا فرمائی، اب اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ باقی تمام چیزیں اس خیر کثیر میں آجاتی ہیں۔ساری کائنات ''کُن'' سے بنی ہے جو کن سے ہے وہ کائنات ہے، جنت، دوزخ، بیت المعمور، فرش، عرش، لوح محفوظ ہر چیز کائنات میں شامل ہے۔فلک، ملک، سدرۃ المنتہیٰ ہر چیز کائنات ہے اور ماسوائے اللہ تعالیٰ کے سب کچھ کوثر ہے۔اور یہ کوثر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو عطا ہوئی ہے اس لئے عظمت حبیب خاتم النبیین ﷺ کے بغیر نماز میں عظمت نہیں"۔تو یہ سب کچھ جو بیان ہوا ہے، یہ مولانا جامیؒ کا رنگ ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام اگر چہ عشق رسول خاتم النبیین ﷺ کا منہ بولتا ثبوت ہے لیکن نثر میں بھی انہوں نے اپنے عشق ومحبت کا اظہار کیا ہے۔سیرت رسول خاتم النبیین ﷺ پر آپ کی جامع کتاب ''شواہدۃ النبوۃ'' ہے، جس کا ہر لفظ، ہر حرف اور ہر جملہ آپکے عشق رسول خاتم النبیین ﷺ کا عکاس ہے۔عشق رسول خاتم النبیین ﷺ کا تقاضا یہ بھی ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کی نسبت جس چیز سے ہو اس سے محبت کی جائے، چنانچہ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کا ذکرِ خیر بھی دلنشیں انداز میں کیا گیا ہے۔اہل بیتِ اطہار علیہم السلام سے بطورِ خاص محبت کا اظہار آپ کی کتاب ''بارہ امام'' سے بھی ہوتا ہے۔

وفات:--مولانا جامی کی وفات بروز جمعہ 18 محرم الحرام 898ھ مطابق 14 نومبر 1492ء کو ہرات میں میں بوقت اذانِ جمعہ ہوئی۔ہرات اب افغانستان کے صوبہ ہرات کا دارالحکومت ہے۔

****

مولانا محمد جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب:—مولانا محمد جلال الدین رومیؒ کا نام؛ محمد---اور لقب جلال الدین تھا۔آپ نے مولانا رومؒ کے نام سے شہرت پائی۔آپ کے والد کا نام بھی؛ محمد---اور لقب بہاؤالدین تھا۔حضرت محمد بہاؤالدینؒ نابغۂ روزگار (اپنے زمانے کے سب سے ذہین وفطین شخص) عالم دین تھے۔

پیدائش:—مولانا رومی 1207ء بمطابق 6ربیع الاول 604ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے۔

حضرت محمد بہاؤالدینؒ کی خصوصی توجہ سے مولانا رومؒ نے دینی علوم اور تمام مروجہ دینی کتب پر عبور حاصل کیا۔مولانا رومؒ کی عمر مبارک ابھی صرف اٹھارہ برس ہی تھی کہ آپؒ کی شہرت ہر جگہ پھیلتی چلی گئی۔اس دوران شاہ روم علاؤالدین کیقباد نے آپؒ کی شہرت سن کر آپؒ کو روم آنے کی دعوت دی۔آپؒ علاؤالدین کیقباد کی دعوت پر روم کے شہر قونیہ تشریف لے گئے اور وہیں قیام پذیر ہوئے۔

مولانا محمد جلال الدین رومیؒ ان بزرگ ہستیوں میں سے ہیں جن کا قلب غم امت سے فیضیاب ہے اور وصال حق کے لئے بے تاب۔آپؒ کا دور قتل وغارت گری کا دور تھا۔آپؒ ابھی گیارہ برس کے ہی تھے تاتاریوں کا فتنہ شروع ہوا۔آپؒ کے دور میں نوے لاکھ آدمیوں کو قتل کیا گیا اور مذہبی منافرت بہت زیادہ تھی۔اس دور میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی حضرت خواجہ فریدالدین عطار حضرت شیخ محی الدین عربی اور حضرت بوعلی قلندر جیسے نابغہ روزگار اولیا اللہ پیدا ہوے۔

مولانا محمد جلال الدین رومیؒ کی شادی اٹھارہ برس کی عمر گوہر خاتون سے ہوئی گوہر خاتون سمرقند کے ایک بااثر شخص کی بیٹی تھیں۔ان سے آپ کے دو بیٹے تولد ہوے۔

مولانا محمد جلال الدین رومی کی خدمت میں بیشمار علماء دین اور طلبا حاضر ہوتے اور آپؒ سے علمی مسائل دریافت فرماتے تھے۔آپؒ نے قونیہ میں ایک جامع مسجد کی بنیاد رکھی آپؒ کو روحانی تعلق حضرت سید برہان الدینؒ سے حاصل تھا آپؒ جب تقریر شروع کرتے تھے تو ہزروں لوگوں کا مجمع جمع ہو جاتا تھا۔لوگ آپؒ کو تقاریر کو تحریر کرتے اور اس کی کتابت کرواتے آپؒ کی مسجد کی ایک خاصیت اس مسجد سے ملحق مکتب تھا جہاں بیشمار علمی کتابیں موجود تھیں۔آپؒ کے مکتب میں روزانہ بیشمار کتب آتیں اور بیشمار کتب علمائے کرام لیکر بھی جاتے تھے۔

مولانا محمد جلال الدین رومیؒ کا بڑا علمی کارنامہ مثنوی مولانا روم کی تالیف ہے۔آپؒ نے اپنی مثنوی کے اشعار مختلف اوقات میں کہے جنہیں آپؒ کے شاگرد لکھتے رہتے تھے اور جنہیں بعدازاں یکجا کر کے مثنوی مولانا روم کے نام سے ترتیب دیا گیا۔

مولانا روم نے (رومیؒ) پورے قرآن پاک اور تمام احادیث مبارکہ کو اپنی مثنوی میں اشعار کی صورت میں پیش کر دیا ہے۔اگر قرآن پاک کو فارسی زبان میں دیکھنا ہو تو مولانا رومؒ کی مثنوی کو دیکھ لیں یعنی دوسرے لفظوں میں مولانا روم نے قرآن پاک کو فارسی زبان میں ڈھال دیا ہے۔آپؒ فرماتے ہیں:

ترجمہ:''سب کتابیں جلادو، سب اوراق پھاڑ دو، بس اپنے دل کو اس دل کے ساتھ ملالو جس دل میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ بیٹھے ہوئے ہیں''۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

ترجمہ:''او بے خبر، او پاگل، دین کو کتاب میں مت تلاش کر، دین کتب میں نہیں ہے دین تو کسی کی نظر میں ہے''۔یعنی اگر دین چاہتا ہے تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی نگاہ میں جگہ بنا دین آجائے گا۔

علامہ اقبال مولانا روم کے شاگرد تھے۔علامہ اقبال کا مقبرہ لاہور میں ہے آج بھی لاہور میں علامہ اقبال کی قبر کے سرہانے دو پیالیاں رکھی ہوئیں ہیں اور ان پیالیوں میں مولانا رومؒ کی قبر کی مٹی رکھی ہوئی ہے۔اس سے مولانا روم کے ساتھ علامہ اقبالؒ کی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں، ترجمہ: مولانا رومؒ مٹی کو سونا بنانے والے پیر ہیں ان کے در کی خاک سے جلوؤں کی ابتدا ہوتی ہے۔

خود مولانا روم کا بڑا مشہور شعر ہے:

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

یعنی مولانا رومؒ کے پلے میں کچھ بھی نہ تھا جو کچھ ملا ہے وہ حضرت شمس تبریزیؒ کی غلامی کرنے کے بعد ملا ہے (مولانا روم حضرت شمس تبریزیؒ کے مرید تھے)۔تو

ولی کی شان کو مانیں، ولی کی شان کو مان کر دل میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی عظمت کو بٹھائیں، نبیؐ کی شان کا وسیلہ ولی کی شان ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی شان کو سمجھنا ہے تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی شان کو وسیلہ بنائیں۔ مولانا رومؒ سے بڑا کوئی عالم نہیں ہے اتنے بڑے عالم ہیں کہ فارسی زبان میں تمام قرآن پاک کی تفسیر لکھ دی ہے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

ترجمہ: "آپ خاتم النبیین ﷺ تمام انبیاء سے بہتر ہیں، آپ خاتم النبیین ﷺ تمام انبیاء کے سردار ہیں اور اگر مجھ سے سچ پوچھو تو ان کے علاوہ زمانے میں کچھ ہے ہی نہیں۔ اگر کائنات کی بقا ہے تو وہ نور مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ سے ہے۔ ہر عظمت والی چیز کی بنیاد نور مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ ہے۔ جس کو بھی عشق مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ مل گیا تو خشکی اور تری کی تمام تر عظمتیں اس کو مل گئیں، تمام عظمتوں کا وہ مالک بن گیا"۔

حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ تھا، اس زمانے میں مصر فتح ہوا۔ مصر میں دریائے نیل ہے اس دریا سے مصر کی تمام تر کاشتکاری چلتی ہے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں مصر فتح ہوا، دریائے نیل خشک تھا اس لئے کہ یہ رواج تھا کہ جب دریا خشک ہو جاتا تھا تو مصر کے لوگ ایک جوان لڑکی کو بناؤ سنگھار کروا کر دریا کے وسط میں ذبح کر دیتے یا ڈبو دیتے تھے۔ تو دریا میں پانی آ جاتا تھا یہ ان کا عقیدہ تھا۔ مسلمانوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ یہ تو کُھلا قتل ہے، ہم یہ قتل نہیں ہونے دیں گے۔ وہاں کے لوگوں نے کہا کہ آپ قتل کریں یا نہ کریں ہمیں تو کاشتکاری کے لئے پانی چاہئے۔

مسلمانوں نے یہ واقعہ حضرت عمرؓ کو لکھ بھیجا اور پوچھا کہ "امیر المومنین ہمیں بتائیں کہ اب کیا کیا جائے؟ دریائے نیل سوکھ چکا ہے لڑکی کا قتل ہم نے روک دیا ہے، لوگ ہمارے گلے پڑ رہے ہیں"۔ حضرت عمرؓ نے اس کے جواب میں دریائے نیل کے نام ایک خط لکھا، "من عمرؓ بن خطاب الیٰ نیل" ترجمہ: عمرؓ بن خطاب کی جانب سے دریائے نیل کے نام، حضرت عمرؓ نے لکھا، ''اے دریائے نیل اگر تو اپنی مرضی سے بہتا ہے تو ہمیں تجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن اگر تو اللہ کے حکم سے بہتا ہے تو میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تو چل اور بہنا شروع کر دے'' جونہی یہ خط دریائے نیل میں ڈالا گیا اسی وقت دریا میں پانی آ گیا اور آج تک خشک نہیں ہوا۔ اب مطلب سمجھ میں آیا کہ مولانا رومؒ نے کیوں کہا **"جب عشق مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ آتا ہے تو خشکی اور تری کی تمام تر عظمتیں اس کے دامن میں آ جاتی ہیں"۔**

مولانا رومؒ فرمایا کرتے تھے "میں جو کچھ بھی ہوں وہ حضرت شمس تبریزیؒ کی غلامی کی وجہ سے ہوں، یعنی غلامی میں آئے تو عظیم بن گئے، عظمت حاصل ہو گئی"۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے محبوب خاتم النبیین ﷺ کی غلامی میں قبول فرمالے۔ (آمین)

مولانا رومؒ فرماتے ہیں "حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی دید، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ پر درود شریف کی کثرت، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ذکر خیر کیا اثر رکھتا ہے؟ پھر فرمایا یہ ایمان کی بنیاد ہے ایمان اگر ہے تو یاد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ بھی ہے۔ عام سے عام آدمی، کمزور سے کمزور آدمی، غریب سے غریب آدمی یاد مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ میں مصروف ہوتا ہے تو وہ زمانے کا سلطان بن جاتا ہے۔

حضرت بلالؓ غلام تھے، کمزور تھے، مار کھاتے تھے، تکالیف برداشت کرتے تھے، لیکن حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے قدموں میں آ گئے، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی نظروں میں آ گئے، تو سیدنا بلالؓ بن گئے۔ تمام صحابہ اکرامؓ آپ کو سیدنا بلالؓ کہنے لگے۔ سب کے سردار بن گئے اور اتنی عزت ملی، اتنی عظمت ملی، کہ ایک روز اذان نہ دی تو سحر نہ ہوئی۔ اور سب سے پہلے جنت میں جانے والے بن گئے۔ انبیاء اکرام سے بھی پہلے اور آپ خاتم النبیین ﷺ سے بھی پہلے کیوں؟ کیونکہ آپ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی سواری کی نکیل تھامے ہوئے جا رہے ہوں گے، عشق نبی خاتم النبیین ﷺ نے آپؓ کو زمانے کا سردار بنا دیا اللہ تعالیٰ کے محبوب بن گئے، کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کے محبوب خاتم النبیین ﷺ کا محبوب ہوا وہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوا"۔

مولانا رومؒ کی ایک حکایت ہے اس میں بڑا سبق ہے۔

حکایت:- کچھ دوست ہیں جو بہت ہی گہرے دوست ہیں۔

1) ایک ان میں سے اندھا ہے لیکن بہت دور تک دیکھتا ہے، اس کی نظر بہت تیز ہے۔
2) ایک ان میں سے بہرا ہے لیکن باریک سے باریک آواز بھی سن لیتا ہے۔
3) ایک گونگا ہے لیکن بہت باتونی ہے، بہت باتیں کرتا ہے۔
4) ایک لنگڑا ہے لیکن بہت تیز دوڑتا ہے۔

5) ایک ٹنڈا ہے لیکن اس کی گرفت بہت مضبوط ہے۔

6) ایک ننگا ہے لیکن اس نے بہت لمبے لمبے کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔

یہ آپس میں بہت گہرے دوست ہیں اور ایک جگہ پر بیٹھتے ہیں۔اندھا بولا وہ ایک مرغا آرہا ہے،

بہرا بولا اس کی آواز تو مجھے بھی آرہی ہے

گونگا بولا چلو پکڑ لیتے ہیں

لنگڑا دوڑ کر گیا، مرغا دوڑنے لگا، تو ٹنڈے نے اسے پکڑ لیا اور پھر ننگے نے اس کو اپنے دامن میں چھپا لیا۔اب انہوں نے مرغے کو ایک دیگ میں پکایا جس کا پیندا نہیں تھا، اس کے بعد انہوں نے اس کو مزے سے کھایا۔ پھر فکر ہوئی کہ کہیں مرغے کا مالک نہ آجائے اور ہمیں نہ پکڑ لے۔

لنگڑا بولا چلو یہاں سے بھاگ چلیں، اندھے نے کہا کہ وہ دیکھو دو سپاہی ہماری طرف آرہے ہیں، بہرا کہنے لگا کہ ان کے قدموں کی چاپ تو مجھے بھی آرہی ہے، بہرحال یہ سارے دوست وہاں سے بھاگ نکلے۔آگے گئے تو ایک گڑھا نظر آیا یہ سارے اس میں چھپ گئے، لیکن گرفتار کرنے والوں نے انہیں وہاں سے بھی گرفتار کر لیا"۔

مولانا رومیؒ نے ایک تمثیل کی صورت میں یہ مثال ہم جیسے لوگوں دے کر ہمیں سبق دیا ہے کہ:

1) ان دوستوں میں سے جو اندھا ہے وہ اس لئے اندھا نہیں کہ اس کی آنکھیں نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اندھا اس لئے ہے کہ اسے اپنی کوئی برائی نظر ہی نہیں آتی۔ہم بھی اندھے ہیں اپنی برائی دیکھ نہیں سکتے لیکن اتنی دور تک دیکھ سکتے ہیں جس کی کوئی حد نہیں، یعنی ہر بندے کی برائی کا ہمیں علم ہے۔اور اس طرح علم ہے کہ جیسے یہ برائی کرتے ہوئے ہم نے اسے خود دیکھا ہو۔

2) گونگا اس لئے گونگا نہیں کہ اس کی زبان نہیں ہے بلکہ وہ اس لئے گونگا ہے کہ اس کے منہ سے کبھی کوئی بھلائی کی بات نہیں نکلی۔ جب بھی وہ بات کرتا ہے کسی کی غیبت، کسی کی چغلی کرتا ہے۔ہم بھی گونگے ہیں بھلائی کی بات خیر کا کلمہ ہماری زبان سے نکلتا ہی نہیں، برائی کی بات کرنے میں بہت تیز ہیں۔ایک برائی کسی کی دیکھی تو پورے محلے میں اس کی خبر پہنچا دی، کبھی کسی کی تعریف، کسی کی بھلائی، کسی کی نیکی بیان کرنے کی توفیق ہمیں نہیں ہوئی۔

3) بہرا اس لئے بہرا نہیں کہ اس کے کان نہیں ہیں بلکہ اس لئے بہرا ہے کہ اس کو کبھی نیکی کی بات سننے کی توفیق ہی نہیں ہوئی۔ہم بھی بہرے ہیں اس لئے کہ نیکی اور بھلائی کی باتیں سننے کے لئے ہمارے پاس ٹائم ہی نہیں ہوتا، گانے سننے، ڈرامے دیکھنے، فلمیں دیکھنے، ناچ ورنگ دیکھنے، لوگوں کی غیبت سننے، لوگوں کی برائیاں سننے کے لئے ہمارے پاس وقت ہے۔سب آوازیں سب ساز ہمیں پسند ہیں۔لیکن جب قرآت آئے یا اذان آئے، یا کوئی نعت خوانی کا چینل یا کوئی درس کا چینل غلطی سے لگ جائے تو فوراً ریموٹ سے اسے بدل دیا جاتا ہے۔ کیسے کان ہیں ہمارے کہ کوئی خیر کی بات سننے کو تیار ہی نہیں ہوتے، جبھی تو ہم بہرے ہیں۔ ہیں نا بہرے۔

4) ٹنڈا وہ نہیں ہے جس کے ہاتھ نہیں ہیں ٹنڈا تو وہ ہے جس کے بڑے بڑے ہاتھ ہیں اور حلال وحرام کا خیال نہیں ہے۔بس ہاتھ بڑھائے اور سب ہڑپ، بڑے ہاتھوں کا یہی تو فائدہ ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی زبان میں لمبے ہاتھ خیرات کرنے والے ہاتھ ہیں۔ہم نے یہی لمبے ہاتھ ناجائز چیزوں کی طرف بڑھا رکھے ہیں، دولت آتا دیکھ کر ہم سب ہی بھول جاتے ہیں۔ان لمبے ہاتھوں سے کوئی نیکی کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی۔

5) ننگا وہ نہیں جس کے پاس پہننے کے لئے کپڑے نہیں ہیں۔ پہننے کے لئے تو بے شمار کپڑے ہیں ننگا تو وہ ہے جو کپڑے پہن کر بھی ننگا ہے۔ جو بے شرم ہے بے حیاء ہے جسے نہ کسی چھوٹے کا لحاظ، نہ کسی بڑے کی عزت و ادب، فحاشی، عریانی اس کی نظر میں برائی نہیں ہے۔سوچیئے کہ کیا ہم لوگ ایسے نہیں ہیں؟ کیا ہم لوگ اس برائی سے مبرا ہیں؟

6) لنگڑا وہ نہیں جو چل نہیں سکتا یا جس کے پاؤں نہیں ہیں۔ بلکہ لنگڑا تو وہ ہے جو بھلائی کی طرف جانے میں لنگڑا ہے، برائی کی طرف جانے میں اس کے پاؤں خوب کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہماری ٹانگیں بالکل درست ہیں لیکن نماز کے لئے مسجد جانے کے لئے یہ ٹانگیں تیار ہی نہیں ہوتیں۔رنگین محفلوں میں پارٹیوں میں، ناچ گانے کی، شادی بیاہ کی، تیل مہندی کے رت جگوں میں یہ ٹانگیں دوڑ دوڑ کر جاتی ہیں۔

اور مرغا جو ہے وہ دنیا ہے (مرغوب) دنیا کو ہم نے مضبوطی سے پکڑا ہوا ہے، دنیا کو ہم ہاتھ سے کبھی نہیں جانے دیتے۔ بلکہ دنیا کو تو ہم نے دل میں بسایا ہے، ساری دوڑ دھوپ اسی دنیا کے لئے ہی تو ہو رہی ہے۔کبھی دین کے لئے بھی اتنی کوشش کی ہے جبکہ ہمیں تو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ دنیا کو بقدر ضرورت ہاتھ میں رکھو۔دنیا دل میں بسانے کی چیز نہیں ہے دل میں تو بس اللہ کو بساؤ۔جس دیگ میں انہوں نے مرغے کو پکایا وہ ہمارا پیٹ ہے جس کا کوئی پیندا نہیں ہے۔سب کچھ اس کے اندر جاتا اور ہضم

ہوجاتا ہے کبھی یہ بھرتا ہی نہیں ہے، یہ بغیر پیندے کی دیگ ہے۔جس گھڑے میں یہ چھپ گئے تھے وہ قبر کا گڑھا ہے۔اور جن پولیس والوں کی گرفت میں یہ آ گئے تھے وہ قبر کے فرشتے ہیں، منکر نکیر ہیں کہ ان سے کوئی بچ نہیں سکتا۔

تو مولانا رومیؒ اس طرح کی مثالیں دے کر حکایتیں بیان کر کے اصلاح کا پہلو پیدا کرتے ہیں۔

ایک بزرگ تھے ان کے پاس ایک نوجوان آیا اور کہا" حضرت مجھے اللہ تک پہنچنے کے لئے کوئی آسان سا طریقہ بتا دیجئے"۔بزرگ نے پوچھا"برخوردار تم کیا کرتے ہو"؟نوجوان نے جواب دیا"میں ڈپٹی کمشنر ہوں"۔بزرگ نے پوچھا"ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچنے کے لئے کتنا عرصہ لگا"؟نوجوان نے کہا"بزرگوار پہلے ایم اے، پھر سی ایس ایس، پھر کئی امتحان دیئے پچیس چھبیس سال لگ گئے ہیں"۔بزرگ نے جواب دیا" ڈپٹی کمشنر کا عہدہ بڑا ہے یا قرب خداوندی کا"۔(اللہ تک پہنچنے کا) نوجوان خاموش ہو گیا، پھر بزرگ بولے"ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچنے کے لئے تم نے آدھی زندگی لگا دی اور اللہ تک پہنچنے کے لئے کوئی چھوٹا سا راستہ پوچھنے آئے ہو"۔

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں"اگر تو ناکارہ سے ناکارہ پتھر بھی ہے تب بھی گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ سنگ مرمر بھی پتھر ہی ہوتا ہے۔تو سنگ مرمر بن سکتا ہے اور اگر کسی کی نگاہ میں آ جائے تو تو موتی بھی بن سکتا ہے"۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی نگاہ حضرت عمرؓ بن خطاب پر پڑی تو فرمایا''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا''، یہی نگاہ حضرت ابوبکرؓ پر پڑی تو محبوب خدا بنا کر رکھ دیا۔یہ نگاہ مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ ہے جس پر پڑی اس کی کایا پلٹ گئی، وہ کندن ہو گیا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی شان مانیں گے ان کی عظمت کے گن گائیں گے، ان کی سنتوں پر عمل کریں گے، ان کے اسوہ حسنہ پر چلیں گے، ان کا ادب کریں گے ان کا مکمل اتباع کریں گے، تو زبان، کان، ہاتھ، پیر سب کچھ ٹھیک ہو جائیں گے۔ان سب کو ٹھیک کرنے والی ذات، ذات مصطفی خاتم النبیین ﷺ ہے اور اس ذات مصطفیٰ خاتم النبیین ﷺ کے وسیلے سے اولیاء اللہ بھی ٹھیک کرتے ہیں"۔

مولانا رومؒ کے وسیلے سے یہ بات کی ہے جو ننگا ہے اس کا لباس کیا ہے؟ دنیا کا لباس تو وہ پہنے ہوئے ہے اس کا حقیقی لباس کوٹ پینٹ نہیں ہے، اس کا لباس شلوار قمیض نہیں اس کا لباس تہبند نہیں۔سب سے بہترین لباس جو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے وہ ہے تقویٰ، تقویٰ کیسے آتا ہے؟ تقویٰ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ادب سے آتا ہے، آپ خاتم النبیین ﷺ کی اتباع سے آتا ہے، آپ خاتم النبیین ﷺ قرآن پاک کی عملی تفسیر ہیں، قرآن پاک سورہ الحجرات آیت نمبر دو میں فرمان الٰہی ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ۲

ترجمہ:"اے ایمان والو اپنی آوازیں نبی کی آوازوں سے اونچی نہ کیا کرو"۔

جب یہ حکم آیا تو صحابہؓ نے اپنی آوازیں اتنی آہستہ کر لیں کہ بعض اوقات آپ خاتم النبیین ﷺ کو یہ کہنا پڑتا" کیا کہہ رہے ہو"؟ اب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ادب میں جو کمی کی اگر کسی نے آواز اونچی کی تو اس کے تمام اعمال اکارت چلے جائیں گے۔تو دلوں میں اگر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ادب ہے تو وہ تقویٰ ہے، یاد رکھیں کہ اگر ادب گیا تو سنت گئیں، اور اگر سنت گئیں تو فرض گئے، اور اگر فرض گئے تو معرفت گئی، اور جب معرفت ہی چلی گئی تو سب کچھ ختم ہو گیا۔

مثنوی رومی:۔مولانا رومؒ کی سب سے مشہور تصنیف''مثنوی مولانا روم'' ہے۔اس کے علاوہ ان کی ایک مشہور کتاب''فیہ مافیہ'' بھی ہے۔

وفات:۔مولانا رومؒ تقریباً 66 سال کی عمر میں سن 1273ء بمطابق 672ھ میں انتقال کر گئے۔قونیہ میں آپ کا مزار آج بھی عقیدت مندوں کا مرکز ہے۔

****

مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

نام: مہر علی

پیدائش: 1859ء

جائے پیدائش: گولڑہ شریف

گولڑہ شریف: -راولپنڈی سے گیارہ میل کے فاصلے پر کوہ مارگلہ کے دامن میں ایک قصبے کا نام گولڑہ ہے۔ اسے گولڑہ اس لئے کہا جاتا ہے یہاں بابا گولڑہ کی اولاد آباد تھی۔ٹیکسلا کا مشہور قدیمی شہر گولڑہ سے مغرب کی طرف ہے۔مہر علی شاہ گیلانی سید تھے ان کے والد کا نام پیر نذر الدین تھا ان کے آباؤ اجداد ساڈھورہ ضلع انبالہ میں رہتے تھے۔ان کے جدامجد پیر روشن الدین فریضہ حج ادا کرنے کے بعد گولڑہ میں مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے تھے۔

مہر علی شاہؒ یکم رمضان 1275ھ 14 اپریل 1859ء میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سید نذیر الدین اور ماموں سید فضل الدین کے زیر سایہ مختلف اساتذہ سے پائی پھر دو سال سے زیادہ مدت تک انگہ ضلع سرگودھا میں مولانا سلطان محمود کی صحبت میں رہے۔سلطان محمود کو سلسلہ چشتیہ کے مشہور بزرگ خواجہ شمس الدین سیالویؒ (م 1883) سے عقیدت تھی۔مہر علی شاہؒ بھی ایک بار ان کے ساتھ سیال شریف گئے اور خواجہ صاحب کے جذب وعشق سے متاثر ہو کر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ بعد ازاں انہوں نے چکوال ضلع جہلم میں مولانا بُرنان الدین سے کچھ درس لئے پھر ہندوستان چلے گئے۔ دو سال تک علی گڑھ میں مولانا لطف اللہ سے اکتساب علم کیا۔ اس کے بعد مہان پور میں شیخ الحدیث مولانا احمد علی کی خدمت میں رہ کر 1293ء ھ 1878ء میں ان سے سند فراغت حاصل کی اور وطن واپس آ کر پہاڑوں اور جنگلوں میں مجاہدات اور ریاضات میں مصروف ہو گئے۔انہوں نے بہت جلد ایقان وعرفان کے مدارج طے کر لیئے اور خواجہ شمس الدینؒ سیالوی نے خرقہ خلافت عطا کر کے ارشاد وہدایات کی خدمت ان کے سپرد کر دی۔اس زمانے میں ان کے والد صاحب اور ماموں سید فضل الدین شاہؒ نے خلافت قادریہ کا خرقہ عطا کیا۔ حصول خلافت کے بعد آپ حج بیت اللہ اور زیارت روضہ نبوی خاتم النبیین ﷺ کے لیئے گئے۔اور مکہ مظمہ میں ان کی ملاقات مہاجر مکیؒ (م 1899) سے ہوئی انہوں نے گولڑہ واپس جانے کا مشورہ دیا اس کے بعد آپ گولڑہ واپس آئے اور ارشاد وتبلیغ میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔آپؒ کے والد پیر نذر الدینؒ بڑے متقی اور پرہیز گار تھے۔ مگر اپنے علم وفضل اور روحانی مرتبہ کے لحاظ سے ان کے فرزند پیر مہر علی شاہؒ کو جو شہرت نصیب ہوئی اس کی وجہ سے گولڑہ شریف کی شہرت لازوال ہو گئی۔

پیر مہر علی شاہؒ نے یہاں چشتیہ سلسلے کی ایک مشہور خانقاہ قائم کی۔عمارات بننے لگیں۔درس گاہ قائم ہوئی۔شاندار مسجد بنی اور دور دراز سے ہر پائے کے لوگ حصول فیض کے لیے پہنچنے لگے اور لگا تار پچاس برس تک ان کے فیوض جاری رہے اٹھارھویں صدی میں خواجہ نور محمد مہارویؒ نے احیاء اصلاح دین کی جو تحریک پنجاب میں شروع کی تھی اسے پیر مہر علی شاہؒ نے بڑی مستعدی سے آگے بڑھایا۔اس تحریک کی اساس علم دین کی اشاعت اور شریعت حقہ پر رکھی گئی تھی چنانچہ چشتی بزرگوں کی خانقاہوں کی وجہ سے جگہ جگہ دینی مدارس جاری ہو چکے تھے۔اور اسلامی احکامات پر زور وشور سے عمل ہو رہا تھا۔پیر صاحبؒ نے خود بھی درس وتدریس کا فریضہ انجام دیا اور جید علماء کو بھی اس شامل کیا۔وہ شیخ اکبرؒ کی "فصوص الحکم" کا بھی درس دیتے تھے۔علامہ اقبالؒ اور مثنوی مولانا رومؒ کے معارف پر بھی اُن کی گہری نظر تھی۔علمی دقیقہ سنجیوں کے ساتھ ان کا فطری رموز گداز فارسی اور پنجابی کے اثر انگیز اشعار کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ چنانچہ ان کی مشہور پنجابی نعت :

سُبحانَ اللہ ما اجملک
ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

آج بھی بڑے جذب وکیف سے پڑھی اور سنی جاتی ہے۔ ارشاد وتلقین اور درس وتدریس کے علاوہ پیر صاحب نے دیگر مسائل میں بھی مسلمانوں کی صحیح راہنمائی فرمائی۔ دہلی میں جارج پنجم کی تاجپوشی کے موقع پر انہوں نے اس وجہ سے شریک ہونے کی دعوت مسترد کردی کہ جس جگہ ایک ہزار سال تک مسلمانوں کا علم لہراتا رہا ہو وہاں ایک غیر مسلم قوم کا جھنڈا دیکھنا غیرت دینی کے منافی ہے۔ آپؒ ہندو مسلم اتحاد کی تحریک کو بے معنی اور کانگریس میں مسلمانوں کی شمولیت کو خلاف اسلام اور ناجائز کہا کرتے تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نبی ہونے کا دعوٰی کیا تو پیر صاحب نے "شمس الھدایہ فی انسان حیات المسیح" اور "سیف چشتیائی" تصنیف کر کے "حیات مسیح" اور ختم نبوت کے مسائل پر کتاب وسنت کی روشنی میں مدلل بحث فرمائی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ پیر صاحب نے حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی پیشگوئی کے مطابق قادیانیت کے سلسلے میں بڑا مؤثر کردار انجام دیا۔ پیر صاحبؒ مکہ میں حج کے بعد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے ملے تو انہوں نے آپ کو واپس جانے کا مشورہ دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ "مسلمانانِ ہند ایک آزمائش میں مبتلا ہونے والے ہیں"۔ پیر مہر علی شاہؒ اس سے قادیانیت مراد لیا کرتے تھے۔

تصانیف:- پیر مہر علی شاہؒ کی متعدد تصانیف ہیں۔ مولانا عبدالرحمن لکھنوی کی "کلمتہ الحق" کے جواب میں انہوں نے تقریباً سو صفحات پر مشتمل ایک فارسی رسالہ "تحقیق الحق فی کلمتہ الحق" قلمبند فرمایا۔ اس کا موضوع توحید ہے۔ "فتاوٰی مہریہ" کے نام سے ان کے بے شمار فتوے" مکتوبات طیبات" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہو گئے ہیں۔ پیر صاحب کی مختصر سوانح حیات "مہر علی شاہ" کے علاوہ ان کی حیات زندگی کے متعلق ایک مفصل کتاب فیض احمد فیض کی "مہر منیر" بھی اشاعت پذیر ہو چکی ہے۔

1973ء میں پنجاب یونیورسٹی میں ایم اے کے ایک طالب علم نے پیر مہر علی شاہ پر ایک تحقیقی مقالہ سپرد قلم کیا تھا۔ جو آج بھی پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانے میں موجود ہے۔ پیر مہر علی شاہؒ کا شمار اکابر صوفیہ میں ہوتا ہے۔ اُن کی ہمیشہ ہی یہ کوشش رہی کہ ملت اسلامیہ فروعی اختلافات کو چھوڑ کر متفق اور متحد ہو جائے۔

وفات شریف:- 1931ء میں ان پر محویت اور استغراق کا غلبہ ہو گیا تھا پانچ سال تک آپ حالت استغراق میں رہے۔ آپ صفر کے مہینے میں 1937ء کو اس جہان فانی سے انتقال فرما گئے۔

تدفین:- وفات کے اگلے دن تدفین مسجد شریف کے جنوب کی طرف باغ میں ہوئی۔ بعد میں علیشان مقبرہ تعمیر ہوا جس پر آیات واحادیث اور اقوال کندہ ہیں۔ وسیع مجلس خانہ بھی قریب ہی بنایا گیا ہے۔ جہاں ہر روز قوالی ہوتی ہے۔ (باقاعدگی) سے ہر سال 29 صفر کو عرس منایا جاتا ہے۔ ہزاروں مرید پاکستان، ہندوستان، سعودی عرب اور دیگر ممالک سے حصول ثواب کیلئے شامل ہوتے ہیں۔ اس عرس کے ختم ہونے پر دوسرا عرس میلاد النبی خاتم النبیین ﷺ کے سلسلے میں بھی شان وشوکت کے ساتھ منایا جاتا ہے۔ اس کے بعد ربیع الثانی میں تیسرا عرس حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا منایا جاتا ہے۔ تینوں مواقع پر زائرین کی سہولت کے لیے سپیشل گاڑیاں چلائی جاتی ہیں۔

****

حضرت داتا گنج بخش ؒ

تاریخ اسلام میں جب ملوکیت کا آغاز ہوا تو تصوف بھی نکھر کر سامنے آ گیا۔ جب اقتدار حکومت اور بیت المال کو ملت اسلامیہ کی بجائے ذاتی ملک و وراثت بنا لیا گیا۔ اور بلند و بالا محلات اور شاہی دربار و دربان مظلوموں کی دادرسی اور حق وانصاف کی راہ میں حائل ہو گئے۔ تو جبر وتشدد، ظلم و ناانصافی اور باطل قوتوں نے سر اٹھایا۔ اس صورت حال کے خلاف حق گو، راست باز، عدل وانصاف کے پیکر نفوس قدسیہ سراپا احتجاج بن گئے۔ اس پاکیزہ گروہ نے حق کا نعرہ بلند کیا اور جان کی بازی لگادی۔ کچھ نے جام شہادت نوش فرمایا جو بچ گئے انہوں نے اپنی اپنی دنیا لٹادی اور متاع دین کی پاسبانی کے لیئے سرگرم عمل ہو گئے ایسے جامع صفات افراد کو صوفی کیا گیا۔ انہیں پاکیزہ نفس صابر متوکلین، نیک خصلت بندوں نے خالصتاً اسلام کی سربلندی کے لیئے شریعت کی بنیادوں پر تصوف کی عمارت کھڑی کی اور خلق خدا کو حق و باطل کی تمیز، خوف خدا کا علمی اور عملی مظاہرہ طریقت کے پرکشش انداز میں جاری وساری کیا۔

یہی وجہ ہے کہ بندگان خدا قلبی فسادات کے مٹانے اور روحانی فیض کے حصول کے لیئے صوفیاء کرام کی خدمت میں حاضر ہونے لگے اور ان بوریا نشین صوفیاء کرام نے اپنے عمل وکردار اور بلند اخلاق کے سبب لوگوں کے دل مسخر کر لیئے اور عوام وخواص کی نظر میں ان خاک نشینوں کا مقام ومرتبہ اعلیٰ وارفع اور تخت نشینوں کا مقام و مرتبہ ہیچ ہوتا چلا گیا۔ ان خاک نشین اکابر صوفیاء میں حضرت داتا گنج بخش ؒ کا نام ومقام امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔

نام اسم گرامی: علی

لقب: داتا گنج بخش

کنیت: ابوالحسن

والد کا نام: عثمان ابن علی

سلسلہ نسب:- آپ حسنی سید ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھ واسطوں سے حضرت علیؓ تک پہنچ جاتا ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے: شیخ علی بن عثمان بن علی بن عبدالرحمٰن بن شاہ شجاع بن ابوالحسن بن حسین اصغر بن زید شہید بن حضرت حسن بن علی مرتضیٰ۔ (خزینۃ الاصفیائ) پیر غلام دستگیر نامی بزرگ کے نزدیک جو دور حاضر کے ماہر انساب مانے جاتے ہیں۔ پانچویں بزرگ کا نام عبداللہ شجاع ہے اور آٹھویں بزرگ زید کے ساتھ لفظ شہید درست نہیں ہے کیونکہ زید شہید امام زین العابدینؓ بن امام حسینؓ کے فرزند تھے نہ کہ امام حسنؓ کے۔ (بزرگان لاہور صفحہ 184)

جائے ولادت ووطن:- آپؒ کے والد ماجد جلاب کے اور والدہ ماجدہ ہجویر کی رہنے والی تھیں۔ اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد آپؒ مستقلاً اپنی ننھیال منتقل ہو گئے تھے۔ آپؒ کی والدہ ماجدہ کی قبر اطہر غزنی میں آپ کے ماموں تاج الاولیاء کے مزار کے ساتھ ہے۔ آپؒ کا خاندان زہد وتقویٰ میں مشہور ہے (داراشکوہ: سفینۃ الاولیا (209-210) ڈاکٹر مولوی محمد شفیع لکھتے ہیں کہ یہ قبریں اَب بھی غزنی میں موجود ہیں- (مقالات دینی وعلمی)

سلسلہ طریقت:- آپ کے مرشد حضرت ابوالفضلؒ کا سلسلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔ آپؒ کے مرشد کا سلسلہ جنیدیہ ہے اور آپؒ کو جنیدیہ ہونے پر فخر ہے۔ حضرت شیخ علی ہجویریؒ اپنے مرشد کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ "طریقت میں میری پیروی اور اقتدار حضرت ابوالفضلؒ سے ہے"۔ وہ علم تفسیر اور حدیث کے جید عالم تھے اور طریقت میں شیخ جنیدؒ کا مسلک رکھتے تھے۔ شیخ ختلیؒ شیخ ابوعمرؒ اور شیخ ابوالحسن سابعہؒ کے ہم عصر تھے۔ شیخ ختلیؒ نے ساٹھ سال عزلت وگوشہ نشینی میں گزارے۔ لہذا یہ مخلوقِ خدا کے لیئے گمنام ہو چکے تھے۔ صوفیانہ لباس اور رسم ورواج نہیں رکھتے تھے۔ اور رسمی چیزوں کے سخت خلاف تھے میں نے اس مرد خدا سے بڑھ کر کسی کو بارعب نہیں دیکھا۔ ان کا وصال 460ھ میں ہوا۔ (کشف المحجوب، صفحہ 208)

سیاحت وتعلیم وتربیت:- آپؒ نے زندگی کا زیادہ تر حصّہ علمی وروحانی اغراض سے سیاحت میں گزارا۔ اکابر اور اولیاء کرامؒ کی زیارت کی۔ ان کی صحبت اختیار کی اور ان سے فیض اٹھایا۔ آپ نے عراق، شام۔ بغداد، طوس، ماور، النھر، ترکستان اور حجاز کا سفر کیا۔ صرف خراساں میں آپ نے تین سو مشائخ سے ملاقات کی۔ آپ نے سخت مجاہدے اور ریاضتیں کیں۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کی لاہور آمد:- حضرت داتا گنج بخشؒ کے لاہور آنے کے بارے میں مشہور قدیم روایت حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت داتا گنج بخشؒ اور شیخ حسینؒ زنجانی لاہوری دونوں پیر بھائی تھے۔ شیخ حسین زنجانیؒ پہلے سے لاہور میں مقیم تھے۔ ایک دن حضرت داتا گنج بخشؒ کے مرشد نے آپ کو حکم دیا کہ لاہور جاؤ۔ چنانچہ حضرت داتا گنج بخشؒ لاہور روانہ ہو گئے۔ جس دن لاہور پہنچے رات ہو گئی تھی۔ قلعہ کے دروازے بند ہو گئے تھے لہذا باہر رات گزاری۔ صبح اٹھے تو دیکھا کہ لوگ ایک جنازہ اٹھائے قلعہ سے باہر آ رہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جنازہ شیخ حسین زنجانیؒ کا ہے۔ آپؒ کو اس وقت اپنے مرشد کے حکم کی حکمت سمجھ آئی۔ (خواجہ حسن سنجری فوائد الفود 57 طبع لاہور 1966)

ایک رائے یہ کہ حضرت داتا گنج بخشؒ 431ھ میں مسعود غزنوی کی ترک کمانوں سے شکست کے بعد غزنی سے لاہور تشریف لائے۔

آپؒ کے خلفاء:- حضرت عبداللہ المعروف شیخ ہندیؒ اور آپ کے اصحاب ابو سعید ہجویریؒ اور حضرت حماد سرخسیؒ آپؒ کے خلفاء تھے۔ "رائے راجو" کا سورج بنسی کھتری راجپوت۔ رائے خاندان سے تعلق رکھتا تھا خاندانی حرب وضرب کے خصائل کے علاوہ ریاضی اور مذہبی علوم میں ممتاز مقام رکھتا تھا اور ریاضت کے سبب استدراجی قوت کا مالک بھی تھا۔ یہ غیر مسلم اقوام میں بہت اثر ورسوخ کا مالک تھا۔ ان تمام اوصاف کے باوجود توحید سے نا آشنا تھا۔ حضرت سید علی ہجویریؒ کے ہاتھوں حلقہ بگوش اسلام ہونے والا یہ پہلا ہندو راجپوت تھا۔ قبول اسلام کے بعد حضرت ہجویری نے اس کا نام "رائے راجو" کی جگہ عبداللہ رکھا اور آپ کی ظاہری اور باطنی تربیت کی۔

وفات مبارک:- حضرت داتا گنج بخشؒ نے 465ھ میں وفات پائی۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخیری ایام لاہور ہی میں گزارے۔ آپ صرف چند روز بیمار رہے اور اپنی خانقاہ کے ہجرے ہی میں وفات پائی۔

نماز جنازہ:- آپؒ کے خلیفہ حضرت شیخ ہندیؒ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپؒ کو یہیں پر دفن کیا گیا۔ جہاں آج کل آپؒ کا مزار مرجع خلائق ہے۔ آپؒ کی آخیری تصنیف کشف المحجوب ہے۔ اس کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نو دیگر مندرجہ ذیل تصانیف بھی تھیں۔ لیکن ان میں سے ایک بھی دستیاب نہیں:

1۔ دیوان	2۔ کتاب فنا وبقا	3۔ اسرار الخلق والمونات	4۔ الرعایت حقوق اللہ تعالیٰ
5۔ کتاب البیان لاہل الصیان	6۔ نحو القلوب	7۔ منہاج الدین	8۔ ایمان
9۔ شرح قلام			

کشف المحجوب: یہ علوم تصوف پر فارسی زبان میں ایک عظیم تصنیف ہے۔ اس کتاب کو تصوف کے آئین کا درجہ دیا گیا ہے۔ یہ تصوف کے ارتقائی منازل کی ایسی پر تاثیر اور نادر اسرار ورموز اور صوفیانہ فکر ونظر کے متعلق ہر دور میں ایک عظیم تخلیق قرار دی گئی ہے۔ اس گنجینہ رشد وہدایت کے بارے میں حضرت نظام الدین اولیاء کا ارشاد ہے:

"اگر کسی کا پیر نہ ہو تو وہ اس کتاب کا مطالعہ کرے اُسے پیر مل جائے گا"۔

حضرت داتا گنج بخشؒ کے منتخب ارشادات گرامی:

1۔ علم سے بے پرواہی اختیار کرنا کفر ہے۔

2۔ بھید کو نہ کھول اور نماز کو نہ بھول

3۔ دین وشریعت کے پابند لوگوں کو خواہ وہ نادار اور غریب ہی کیوں نہ ہوں بہ چشم حقارت نہ دیکھ کیونکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی حقارت لازم آتی ہے۔

4۔بوڑھوں کو چاہیے کہ وہ نوجوانوں کو پاس خاطر رکھیں۔کیونکہ ان کے گناہ مقابلتاً کم ہیں اور نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ بوڑھوں کا احترام کریں کیونکہ وہ ان سے زیادہ عابد ہیں۔

5۔اولیا اللہ ؒ، اللہ تعالیٰ کے رحم وغضب کے اظہار کے ذرائع اور احادیث نبوی خاتم النبیین ﷺ کی تجدید کا باعث ہیں۔اس لیئے ان سے پوری طرح فیض یاب ہونا چاہیے۔

6۔فقیر کو چاہیے کہ وہ بادشاہوں کی ملاقات کو سانپ اور اژدھے کی ملاقات کے برابر سمجھے۔خصوصاً جب ملاقات اپنے نفس کے لیئے ہو۔

7۔مجرموں کو چاہیے کہ وہ ناشائستہ اوامر سے اپنے آپ کو بچائیں اور جو چیزیں شرعاً ناجائز ہیں ان سے اجتناب کریں۔

8۔مبتدی کو چاہیے کہ وہ راگ وسماع سے پرہیز کرے کیونکہ یہ راستہ اس کے لیے بہت مشکل ہے۔

دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں:

1۔	توبہ گناہوں کو	2۔	جھوٹ رزق کو
3۔	غیبت نیک اعمال کو	4۔	غم عمر کو
5۔	صدقہ بلاؤں کو	6۔	غصّہ عقل کو
7۔	تکبر علم کو	8۔	نیکی بدی کو
9۔	عدل وانصاف ظلم کو	10۔	پشیمانی سخاوت کو

حضرت خواجہ معین الدین چشتی ؒ (غریب نواز) نے حضرت داتا گنج بخش ؒ کے مزار پر حاضر ہو کر ایک شعر پڑھا۔جو داتا ہجویری صاحب کی عظمت اور قابلیت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

گنج بخش ، فیض عالم، مظہر نور خدا
ناقِصاں را پیر کامل ، کاملاں را راہنما

****

حضرت بابا بلھے شاہؒ

حضرت بابا بلھے شاہؒ 1675ء میں بمقام'' اُچ گیلانیاں''میں پیدا ہوئے۔آپ کا سلسلہ نسب چودہ واسطوں سے غوث پاک حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ پاکستان میں پنجاب کا ضلع بہاولپور کئی اعتبار سے تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔اسی تاریخ ساز شہر کا ایک قصبہ اُچ گیلانیاں ہے۔ جہاں سادات گیلانی آباد ہیں۔

دراصل گیلان (جیلان) ایران کے ایک علاقے کا نام ہے جہاں امام الاولیاءغوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ پیدا ہوئے۔حضرت شیخ عبدالقادرؒ کی نسبت سے اس غیر معروف علاقے کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔گیلان کے رہنے والے کچھ سید ترک وطن کر کے ''اُچ''(بہاولپور) پہنچے۔ادر پھر اسی حوالے سے اُچ گیلانیاں آباد ہوا تھا۔
''اُچ گیلانیاں'' کا ایک غریب دیہاتی بچہ ایک دن کھیتوں میں اپنے مویشی چرا رہا تھا۔کہ تھک کر بیٹھا اور نیند آ گئی۔مویشی برابر والے کھیت میں چلے گئے اور تمام کھیت میں کھڑی ہوئی فصل کو تباہ کر دیا۔

اچانک کھیت کا مالک کھیت میں آیا اور اپنی فصل کو دیکھ کر غصے میں ڈنڈوں سے مار مار کر تمام مویشیوں کو باہر نکالا اور پھر چرواہے کی تلاش میں نکلا۔یہ شخص علاقے کا بااثر آدمی جیون خان تھا۔جیسے ہی اس کی نظر چرواہے پر پڑی وہ پریشان ہو گیا کہ یہ کس کا لڑکا ہے لیکن ایک خوفناک منظر دیکھ کر وہ پیچھے ہٹا۔اُس نے دیکھا کہ ایک ناگ بچے کے سر پر موجود ہے اور بچہ بے سدھ پڑا ہے۔وہ سمجھ گیا کہ سانپ نے بچے کو کاٹ لیا ہے اور بچہ مر چکا ہے۔وہ بھاگا اور بچے کے گھر والوں کو بتایا کہ اُن کا لڑکا فلاں جگہ مرا پڑا ہے اسے ایک کالے ناگ نے کاٹ لیا ہے۔

غم زدہ باپ جیون خان کے ساتھ بھاگا اور آتے ہی آوازیں دیں عبداللہ۔عبداللہ۔عبداللہ نے آنکھیں کھولیں اور ایک دم کھڑا ہو گیا پہلے تو جیون خان حیران ہوا اور پھر اُس نے اپنے کھیت کی تباہی کا منظر بتانا شروع کیا۔کیوں عبداللہ؟ شاہ جی نے عبداللہ کی طرف غصے سے دیکھتے ہوئے کہا۔نہیں ابا میرے جانور کسی کا کھیت نہیں کھاتے۔اب جیون خان کو اور بھی غصّہ آیا اور اس نے شاہ جی کا ہاتھ پکڑا اور کہا آپ خود کھیت کی حالت دیکھ لیں۔کھیت میں داخل ہوتے ہی جیون خان حیران رہ گیا۔کھیت بالکل ٹھیک حالت میں تھا اور یہ معلوم ہی نہیں ہو رہا تھا کہ کوئی جانور یہاں آیا بھی تھا۔

رب ہی جانے کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے جیون خان نے شرمندگی والے انداز میں کہا۔لیکن وہ بہت تعجب کی حالت میں تھا۔خود عبداللہ کے والد کو بھی اس بات پر حیرانگی تھی کہ جیون جیسا بااثر آدمی کیسے جھوٹ بول سکتا ہے؟ یہ مویشی چرانے والا بچہ پنجاب کے مشہور بزرگ حضرت بابا بلھے شاہؒ تھے۔جس وقت یہ واقعہ پیش آیا آپ چھ سال کے تھے۔ان کے والد کا نام سید سخی شاہ محمد تھا۔یکا یک حالات نے کروٹ بدلی شاہ صاحب (حضرت سید سخی شاہ محمد) کے اقتصادی حالات بہت زیادہ خراب ہو گئے۔مجبوراً آپ نے اپنے مویشی اور گھر بیچ کر کسی دوسرے علاقے کا رخ کیا۔یہ مختصر خاندان جس میں سید سخی شاہ محمد کی اہلیہ اور بیٹا عبداللہ شامل تھے قریہ قریہ گھومتا رہا مگر کوئی مناسب جگہ نہ مل سکی۔آخر شاہ صاحب کو ملک وال کا علاقہ پسند آیا اور آپ وہاں سکونت پذیر ہو گئے۔چھوٹا سا مدرسہ قائم کیا اور تعلیم کا سلسلہ شروع کر دیا۔

ملک وال کے علاقے میں ابھی ڈیڑھ سال ہی ہوا تھا کہ حضرت سخی شاہ کے فضل و کمال کی شہرت گرد و نواح کے تمام دیہاتوں میں پھیل گئی۔ملک وال کے قریب ایک گاؤں ہے''پاونڈوکے''۔

ملک وال کا چوہدری ایک صاحب حیثیت شخص تھا۔اس نے آپ کے درس با قاعدگی سے سننے شروع کئے اور پھر شاہ صاحب کو مجبور کر کے پانڈوکے لے گیا۔وہاں چوہدری صاحب نے ایک مدرسہ تعمیر کروایا جس میں حضرت سخی شاہ نہایت دلجمعی سے تبلیغ دین و علم میں مصروف ہو گئے۔

''پاونڈوکی بھٹیاں''میں حضرت بابا بلھے شاہؒ کا سلسلہ تعلیم جاری تھا کہ ایک دن حضرت بابا بلھے شاہؒ اچانک کہیں چلے گئے۔حضرت سخی شاہ بہت پریشان ہوئے۔ڈھونڈتے ڈھونڈتے ایک باغ میں پہنچے تو دیکھا کہ بابا بلھے شاہؒ ایک طرف آنکھیں بند کر کے ہاتھ میں تسبیح لئے پنجابی زبان کا ایک شعر گا رہے ہیں۔

لوکاں داجپ مالیاں تے بابے دا جپ مال
ساری عمراں مالا پھیری اک نہ کٹھا وال

ترجمہ: ''لوگوں کا مال کھاتے رہے۔اور جو کچھ اللہ نے دیا تھا وہ بھی خود ہی کھا لیا (یعنی اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کیا)۔ایسی حالت میں ساری عمر تسبیح پھیرتے رہے اور کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سے محروم رہے''۔

ایک تو عارفانہ کلام کی اثر انگیزی دوسرا بلھے شاہ کا انداز۔ حضرت سخی شاہ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ پھر جب بلھے شاہ خاموش ہوئے۔ تو شاہ جی بھی ہوش میں آئے۔ آپ کا ہاتھ پکڑا اور گھر کی طرف چل پڑے۔ راستے میں ایک جگہ رکے اور کہا عبداللہ تم کون ہو؟ آج یہ بات مجھے سچ سچ بتا دو میں آپ کا بیٹا ہوں عبداللہ'' ۔حضرت سخی شاہ خاموش ہوگئے لیکن گھر آ کر انہوں نے اپنی اہلیہ کو تنہائی میں سمجھایا کہ آئندہ عبداللہ کے ساتھ محتاط طرز عمل اختیار کرنا۔ یہ عام بچہ نہیں ہے۔

اکثر تذکرہ نویسوں کا خیال ہے کہ آپ پیدائشی ولی تھے۔ اہل دنیا اول تو کرامت کو مانتے ہی نہیں لیکن اگر مان بھی لیں تو اسے مخصوص ریاضت اور عمر کے ایک خاص حصے سے وابستہ کر دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک کرامت، شدید ریاضت کا ردعمل ہے۔

کرامت صوفیت کی ایک اعلیٰ ڈگری ہے۔ مگر یہ ڈگری اس مرشد کی نگرانی میں کسی مدرسے یا خانقاہ سے حاصل نہیں کی جاسکتی۔ یہ حق تعالیٰ کا ایک عطیہ خاص ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے قرآن حکیم میں (سورہ البقرہ آیت 212۔ العمران آیت 37۔ النور آیت 38) ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ ''اللہ جسے چاہتا ہیں اسے بغیر حساب رزق عطا کر دیتا ہے''۔ ہم اپنے اردگرد اس آیت مقدسہ کا عملی نفاذ دن رات دیکھتے ہیں ایک عالم فاضل انسان زمانے کے تقاضوں سے آشنا، محنتی ہمہ وقت روزی کمانے میں مصروف رہتا ہے۔ مگر اسے مقرر مقدار سے زیادہ رزق حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس ایک کمتر شخص بے شمار دولت کا مالک بن جاتا ہے۔ یہ قدرت کے اسرار ہیں۔ جن کے چہروں سے ہزار کوشش کے باوجود پردہ نہیں ہٹایا جاسکتا۔

قدرت کے اسی قانون کا اطلاق ''کرامت'' پر ہی ہوتا ہے ایک بزرگ علمی دریافت کے اعلیٰ منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ مگر ان سے زندگی بھر کسی کرامت کا اظہار نہیں ہوتا۔ دوسرے بزرگ نہ تو کوئی خاص علم رکھتے ہیں اور نہ ریاضت و مجاہدات کی کسی اعلیٰ منزل پر ہوتے ہیں۔ مگر ان کی ذات سے بے شمار کرامات کا ظہور ہوتا ہے ان تاریخی حقائق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ چھ سال کی عمر میں حضرت سید عبداللہ (بابا بلھے شاہ) کے حوالے سے جو واقعات پیش آئے تھے دراصل وہ ایک کم سن بچے کی کرامت ہی تھی۔

اب رہا پیدائشی ولی کا معاملہ تو یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ جس کی مثالیں تاریخ سے نہ پیش کی جاسکیں۔

1) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیر خواری کے زمانے میں اپنی والدہ حضرت مریمؑ کی عصمت و پاکبازی پر گواہی دی تھی اور گہوارے میں اس وقت کے بڑے بڑے دانش مندوں سے گفتگو کی تھی۔

2) کچھ سال پہلے پاکستانی ٹیلی ویژن نے اپنے خبرنامے میں ایک آٹھ سالہ بچے اور اس کے ماں باپ کا انٹرویو دکھایا تھا۔ جس نے علمی موضوعات پر جواب دے کر بڑے بڑے عمر رسیدہ اہل دانش کو عاجز کر دیا تھا۔ اس آٹھ سالہ بچے کی ذہنی سطح پچاس سال کے لوگوں سے زیادہ تھی۔

3) حضرت امام شافعیؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپؒ ایک دن محراب حرم کے نیچے کھڑے تقریر فرما رہے تھے۔ وہاں اس وقت سینکڑوں انسان جمع تھے اور ان میں اہل علم کی ایک بڑی تعداد موجود تھی۔ حضرت امام شافعیؒ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا

اے حجاز والو۔ اے عراق والو۔ اے شام والو۔ جو کچھ پوچھنا ہو وہ مجھ سے پوچھ لو۔ اسی دوران مشہور فقہی اور محدث حضرت سفیان ثوریؒ ادھر سے گزر رہے تھے۔ انہوں نے حضرت امام شافعیؒ کا یہ دعویٰ سنا۔ اس وقت حضرت امام شافعیؒ کی عمر صرف 13 سال تھی پھر حضرت سفیانؒ یہ کہتے ہوئے تشریف لے گئے ''اللہ تعالیٰ نے آدھی عقل اپنی پوری مخلوق میں تقسیم کی ہے اور باقی نصف عقل اس قریشی النسل لڑکے کو عطا کی ہے''۔

یہ سب کچھ اسی قانون کے تحت ہے جس کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ یاد رہے کہ رزق سے مراد محض روٹی ہی نہیں ہوتی بلکہ ہر طرح کی خیر ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی اس بخشش و عطا کا اطلاق صرف رزق پر ہی نہیں ہوتا بلکہ عقل، تدبر، اقتدار اور ہر حسن و وجاہت بھی اسی دائرہ کار میں آتے ہیں۔

خالق کائنات کی اسی عطائے خاص کے باعث بابا بلھے شاہؒ بھی پیدائشی ولی تھے۔

حضرت سخی شاہؒ نے اپنے بیٹے کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی کچھ دنوں اپنے مکتب میں پڑھایا پھر قصور بھیج دیا۔ قصور میں جامع مسجد کے خطیب حافظ غلام مرتضیٰ کے فضل و کمال کی ہر طرف دھوم تھی۔ یہاں آپ نے عربی، فارسی، اور ہندی میں کمال حاصل کیا۔

پھر ایک دن وہ آیا کہ حضرت بابا بلھے شاہؒ کو استادگرامی کی بارگاہ سے تکمیل علم کی سند مل گئی۔ حضرت غلام مرتضی نے آپ کو مبارک دیتے ہوئے فرمایا عبداللہ تم

مطمئن ہو؟اس پر بابا بلھے شاہؒ نے جواب دیا۔''حضرت میری عقل مطمئن ہوگئی ہے لیکن میرا دل آسودہ نہیں ہوا ہے''

''دل کو حق کا ملنا اتنا آسان نہیں ہوتا عبداللہ'' حضرت حافظ غلام مرتضی نے نہایت شفقت سے فرمایا۔اب گھر سے نکلو ہمت کرو۔کچھ عجب نہیں کہ تم اپنی مراد پاؤ۔ارشاد ربانی سورۃ النجم آیت 39 ہے کہ''ہم انسان کو وہی کچھ دیتے ہیں جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔''یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ حق تلاش کرنے والوں کو اپنی طرف آنے کے راستوں کی نشان دہی کردیتا ہے۔

الغرض بابا بلھے شاہؒ استادگرامی کی دعاؤں کے سائے میں قصور سے رخصت ہوئے۔اب آپ کو اپنے طبیب روحانی کی تلاش تھی۔جو سکون دل کی دوا دے سکے۔ گھر آکر اپنے والد کو بھی اپنے دل کی بے سکونی کا اظہار کیا۔تم نے اپنے استاد سے اس کا علاج نہیں پوچھا؟ پوچھا تھا انہوں نے کہا کہ اس کا علاج طبیب روحانی کے پاس ہے۔لیکن طبیب روحانی کا پتہ نہیں ہے؟۔حضرت سخی شاہ نے عبداللہ کو ایک وظیفہ بتادیا کہ اس کو پڑھتے رہو اللہ تعالیٰ مشکل آسان فرمائے گا۔

یوں ایک خواب میں اپنی پانچویں پشت کے جدامجد سید عبدالحکیم کو دیکھا انہوں نے حضرت بابا بلھے کو شاہ عنایت قادری شکاری کے پاس جانے کو کہا۔

خواب سے بیدار ہوئے تو بابا بلھے شاہؒ کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا تصوف میں سلسلہ قادریہ کا تعلق غوث اعظم سے ہے یعنی سید شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ہے اور شکاریہ کا تعلق حضرت بایزید بسطامیؒ سے منسوب ہے۔

اب بابا بلھے شاہؒ حضرت شاہ عنایت قادری شکاریؒ کی خانقاہ پر حاضر ہوئے اس وقت حضرت شاہ صاحب درس دے رہے تھے اور خانقاہ میں سینکڑوں طالبان شوق جمع تھے۔انسانی ہجوم پر گہرا سکوت طاری تھا۔

حضرت شاہ کی پرجلال آواز مجلس عرفان میں گونج رہی تھی حضرت بابا بلھے شاہؒ بھی خانقاہ کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے درس ختم ہوا تمام طالبان شوق رخصت ہوئے۔بس صرف بابا بلھے شاہؒ رہ گئے۔حضرت شاہ نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا''میاں تم بھی اپنے گھر جاؤ "۔ "میں کہاں جاؤں میرا گھر تو اسی دیوار کے سائے میں ہے-"بابا بلھے شاہ نے جواب دیا۔"معلوم ہوتا ہے کہ دور سے آئے ہو"؟

" مگر کیا کریں ہمارا گھر اس قابل نہیں ہے تمہیں ٹھہرا سکیں-"حضرت بابا بلھے شاہؒ نے عرض کیا"حضور میں مہمان نہیں ہوں میں تو خدمت کے لئے حاضر ہوا ہوں-"

صاحبزادے یہی بات تو میں کہہ رہا ہوں"جب کسی سے خدمت لی جاتی ہے تو معاوضے کے طور پر کچھ دیا بھی جاتا ہے۔میں ایک تہی دامن انسان ہوں۔میں بلا معاوضہ آپ کی خدمت کرنا چاہتا ہوں"بابا بلھے شاہ نے نہایت ادب سے کہا۔"میاں ہمارا یہ دستور نہیں کہ مزدور سے بلا معاوضہ کام لیں"-"حضرت میری مزدوری جب آپ کے پاس ہوادا فرمادیجیئے گا مگر مجھے اپنی خدمت سے محروم نہ کریں"۔"انسانی زندگی کا کیا بھروسہ میں مزدوری ادا بھی کرسکوں یا نہیں"؟

"شاہا! میں مرشد کی تلاش میں برسوں بھٹکا ہوں۔مجھے بشارت دی گئی تھی۔میرا روحانی مقسوم آپ سے وابستہ ہے"۔

"بشارت اپنی جگہ درست ہے مگر میاں یہ بھی تو سوچو''تم اعلیٰ نسب سیدزادے ہو اور میں ایک کم ذات انسان"۔

یہ سنتے ہی بابا بلھے شاہؒ آپ کے قدموں سے لپٹ گئے۔ "میں یہ سب کچھ نہیں جانتا میرے لیے تو آپ ہی مخدوم ہیں"۔اور آپ ہی بادشاہ ہیں-" آخر حضرت شاہ صاحب خم ہوئے اور حضرت بلھے شاہ کو گلے سے لگالیا۔

حضرت بابا بلھے شاہؒ کو اپنی ارادت میں شامل کرنے کے بعد حضرت شاہ عنایت قادریؒ نے آپ کو سخت ریاضت کی تلقین فرمائی۔چونکہ شکاریہ'' سلسلے کے بزرگوں کا یہی طریقہ ہے۔اس سلسلے کے لوگ دن رات یاد الٰہی میں غرق رہتے ہیں اور ایسے ایسے مجاہدات کرتے ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت بابا بلھے شاہؒ اپنے پیرو مرشد کے حکم پر لاہور سے جھنگ روانہ ہوئے۔رخصت سے پہلے حضرت شاہ عنایت قادری نے اپنے جانباز مرید سے کہا ''سید عبداللہ اپنے نفس کی طاقت کو آزماؤ۔کبھی بھوک سے اور کبھی پیاس سے کبھی تیز دھوپ سے اور کبھی سخت سردی سے۔ایثار،صبر،قناعت اور توکل تصوف کی عمارت کے چارستون ہیں اگر ایک ستون بھی کمزور رہ جائے تو عمارت میں نقص پیدا ہوجاتا ہے۔یا پھر وہ منہدم ہوجاتی ہے۔بے شک ہم سب لوگ اسباب میں سانس لے رہے ہیں مگر مسبب الاسباب اسی کی ذات ہے۔غیر کی گلیوں میں زندہ رہنے سے کوچۂ دوست میں مرجانا بہتر ہے''اب جاؤ فرزند تم پر منزل شوق آسان ہو''-

''خدا خود میر ساماں است ارباب توکل را''　　ترجمہ:"توکل کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ خود ہی سبب پیدا کردیتا ہے"۔

پیرو مرشد کی دعاؤں اور ہدایتوں کے سائے میں بابا بلھے شاہ کئی سال تک دریائے چناب کے کنارے سخت ریاضتوں میں مشغول رہے۔گرم ہوا کے تھپیڑے،

سیلاب ۔ژالہ باری ۔غرض آپ موسم کی یہ سختی مسکرا کر برداشت کرتے رہے ۔آپ کا خیمہ ایک شکستہ جھونپڑی تھا۔آندھیاں آپکے نشیمن کو مسمار کر دیتیں ۔مگر آپ تنکا تنکا جمع کر کے دوبارہ اپنا آشیانہ بنا لیتے ۔

آس پاس کے کسانوں کو بابا بلھے شاہؒ کا معلوم ہوا۔وہ آپ کے لیے کھانا لانے لگے آپ ان کا دل رکھتے لیکن آپ ایک روٹی سے زیادہ نہ کھاتے -اکثر روزہ رکھتے ۔اپنی ریاضتوں کے دوران ایک دن آپ کی والدہ ماجدہ حضرت سخی شاہؒ کے ساتھ آپ کو ملنے کے لئے آئیں ۔آپ کا تمام ظاہری رنگ روپ ختم ہو گیا تھا'' یہ تم ہو عبداللہ انہوں نے کہا"؟"بابا کیا میں اتنا بدل گیا ہوں؟ والدہ آپ تو مجھ سے راضی ہیں نا"۔"بہت زیادہ راضی ہوں''۔

والدنے کہا "میری رضا تو یہ ہے تمہارے سامنے موجود ہوں اور والدہ کی رضا یہ ہے کہ دن رات تمہاری سلامتی کی دعائیں کرتے ہوئے بسر ہوتا ہے"۔

حضرت سید سخی شاہؒ نے ایک رات دریائے چناب کے کنارے گزاری اور پھر دوسرے دن نماز فجر ادا کرنے کے بعد بیٹے کو اپنی دعاؤں سے سرفراز کیا اور ''پاونڈوکے'' کی طرف روانہ ہو گئے ۔

اکثر یہ ہوتا کہ جب حضرت بابا بلھے شاہؒ صدمہ فراق سے (اپنے مرشد کے) بے حال ہونے لگتے تو پیرومرشد خواب میں جلوہ گر ہوتے اور اپنے مرید خاص کو صبر اور ہمت کی تلقین فرماتے اور واپس تشریف لے جاتے ۔

پھر ایک اور واقعہ پیش آیا جب سے بلھے شاہؒ کی شہرت میں شدید اضافہ ہوا اس وقت اس علاقے میں ایک جاگیر دار حافظ برخوردار رہا کرتے تھے ۔عام طور پر جاگیر دار اور زمینداروں کو دولت اور اقتدار کے علاوہ کسی چیز کی طرف رغبت نہیں ہوتی ۔اس کے برعکس حافظ برخوردار کو اللہ تعالیٰ نے ایک دردمند دل بخشا تھا۔دولت کی فراوانی بھی انہیں صراط مستقیم سے نہ ہٹا سکی ۔

حافظ برخوردار نے اپنے دوستوں سے کہا " کیوں نہ اس شخص کا دیدار کریں جو عہد شباب میں دنیا کی رنگینیاں چھوڑ کر ایک ویرانے میں آپڑا ہے "-" آپ کہاں جائیں گے "؟ ایک دوست نے سخت اعتراض کرتے ہوئے کہا" یہ جوگی قسم کے لوگ ہوتے ہیں ۔جو میدان عمل میں ہار جانے کے بعد جنگل کی راہ لیتے ہیں بہت کام چور ہوتے ہیں یہ لوگ"۔''جنگل کی زندگی اختیار کرنا آسان نہیں ہوتا -جس طرح ہر پتھر پارس نہیں ہوتا۔اسی طرح ہر جوگی کام چور نہیں ہوتا"۔دوسرے دوست نے کہا'' کچھ بھی ہو کارنامہ یہ ہے کہ دنیا والوں کے ہجوم میں رہ کر روحانیت کی معراج حاصل کی جائے''-''اللہ تعالیٰ کے بے شمار بندے ہیں اور ہر بندہ اپنے اپنے طریقے سے اظہار عشق کرتا ہے'' حافظ برخوردار نے اپنے علم کی بنیاد پر دوستوں کو روحانیت کا مفہوم سمجھانے کی کوشش کی ۔پھر دوست یہ کہہ کر خاموش ہو گئے "ہم علم میں تو آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتے لیکن ہم پیری فقیری پر یقین نہیں رکھتے"۔اس پر حافظ برخوردار نے کہا "تم لوگ ایسا کرو کہ کچھ قیمتی تحائف لے کر اسی جوگی کے پاس جاؤ اگر اس نے قبول کر لیے تو کام چور ٹھہرادو اور اگر واپس کر دیئے تو پھر ایک اولوالعزم عاشق ہے ۔جس نے دنیا کو طلاق دے دی ہے''- حافظ برخوردار کے کہنے پر دوستوں نے ایک بڑے خوان میں دو ریشمی جوڑے لذیذ کھانے اور چاندی کے سو روپے رکھے اور یہ کہہ کر دریا کی طرف روانہ ہوئے کہ'' چلو ایک تماشہ ہی سہی''۔

جب یہ لوگ حضرت بابا بلھے شاہؒ کی جھونپڑی کے نزدیک پہنچے تو آپ دریا کے کنارے نماز پڑھ رہے تھے ۔لوگوں نے کچھ دیر انتظار کیا اور جب بابا بلھے شاہؒ نے سلام پھیرا اور آنے والوں سے ان کی آمد کا سبب پوچھا تو دوستوں میں سے ایک نے کہا'' اگر آپ اس حقیر نذر کو قبول کر لیں تو یہ ہمارے لیے بڑی سعادت ہو گی''-

''صاحبو! اللہ تعالیٰ آپ پر بڑی رحمتیں نازل فرمائے میں تو دنیا کو بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوں اور آپ حضرات اسی دنیا کو سجا کر میرے سامنے لے آئے ہیں اس بستی میں بہت ضرورت مند ہیں ان کا خیال رکھیں''۔یہ کہا اور دوبارہ نماز کے لیے نیت باندھ لی ۔

حافظ برخوردار کے دوستوں کا خیال تھا کہ نماز سے فارغ ہو کر ایک مرتبہ پھر نذر پیش کریں گے تو وہ ضرور قبول کر لیں گے ۔حضرت بلھے شاہؒ نے پہلی رکعت اتنی طویل کر دی کہ یہ لوگ کھڑے کھڑے تھک گئے ۔حافظ برخوردار یہ دیکھ کر مسکرایا اور کہا'' یہ جوگی کام چور نہیں ہے'' اس کے بعد ایک دیہاتی مزدور ایک روٹی اور تھوڑی سی ترکاری لے کر آیا۔اور کہا "حضرت اگر آپ برا نہ مانیں تو میں افطار بھیج دیا کروں "۔آپ نے روٹی اور سالن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "اس سے زیادہ نہیں"۔

دوسرے ہی دن حافظ برخوردار حضرت بابا بلھے شاہؒ کے لیے پر تکلف سامان افطار لے کر آئے ۔حافظ صاحب بابا بلھے شاہؒ نے لذیذ غذاؤں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا " آپ کے علم کے احترام میں آپ کی افطاری آج تو قبول کر لیتا ہوں ۔لیکن آئندہ کے لیے فقیر معذرت خواہ ہے"۔ پھر اسی دوران میں حافظ برخوردار نے سوال کیا " کچھ دن پہلے میرے کچھ دوست بھی نذر لے کر آئے تھے ۔مگر آپ نے ان لوگوں کی نذر قبول نہ کی تھی اس کی کیا وجہ تھی"؟ وجہ یہ تھی بابا بلھے شاہؒ جلال میں آگئے "ان

لوگوں کی نیتیں درست نہیں تھیں میں بے خبر نہیں ہوں۔ حضرت شاہ عنایت قادری کا غلام بھلا کیسے بے خبر رہ سکتا ہے"؟ حافظ برخودار چونک اٹھے! حضرت بابا بلھے شاہؒ کی قوت کشف دیکھ کرانہیں اندازہ ہوگیا کہ یہ جواں سال درویش بے خبر اور بے ہنر نہیں ہے۔ اس واقعے کے بعد حافظ برخودار آپ کے عقیدت مندوں میں شامل ہو گئے۔

ایک دن حافظ برخودار اپنے بیٹے کو لے کر آپ کے پاس آئے لیکن بیٹے نے بالکل توجہ نہ کی وہ ایک بگڑا ہوا جوان تھا اور آوارہ گردی اور دوستوں کے ساتھ وقت گزارنا اس کا مشغلہ تھا۔ اس کے رویہ پر حافظ برخودار نے بابا بھلے شاہؒ سے معذرت کی اور کہا "اس کو دعاؤں میں شامل کریں اور اسے بھی اپنے عقیدت مندوں میں لے لیں"۔ اُس وقت حافظ برخودار کے بیٹے سلطان احمد اور بابا بلھے شاہؒ کی عمروں میں کوئی فرق نہ تھا۔ سلطان احمد نے بابا صاحب کو جاتے وقت سلام بھی نہیں کیا تھا۔ اس پر حافظ برخودار بہت شرمندہ ہوئے تھے اور مسلسل بابا بلھے شاہؒ کو اس پر نظر رکھنے کی التجا کررہے تھے اور یہی کہتے رہے ''باباجی میرے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیں'' حافظ صاحب کہنے لگے وعدہ کریں "آپ میرے بیٹے کو نہیں چھوڑیں گے"۔ بابا بلھے شاہؒ مسکرائے اور کہا "وعدہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں اس کام پر قادر ہوں۔ اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حقیقت میں قادر کون ہے؟ وہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے طغیانی اور سرکشی کے دریا میں غوطے کھانے کے لیے بے یار و مددگار چھوڑ دے'' ''ہاں دعا کا وعدہ ہے'' تو پھر سلطان احمد خان کو اپنے حلقہ ارادت میں شامل کرلیں۔ حافظ برخودار کی یہ نئی درخواست سن کر بابا بلھے شاہؒ کے ہونٹوں پر ایک معصوم اور دل آویز تبسم اُبھر آئی۔ "ابھی تو میرے شیخ نے مجھے اس بات کی سند نہیں بخشی کہ میں ان کا فرماں بردار مرید ہوں یا فقیرانہ لباس پہن کر دریائے چناب کے کنارے اہل دنیا کو فریب دے رہا ہوں جب پیرومرشد تصدیق فرمادیں گے کہ میں واقعتاً ان کا مرید ہوں تو پھر کسی کو اپنا مرید بنانے کے بارے میں سوچوں گا۔ اور شاید پیرومرشد کی زندگی میں یہ ممکن نہ ہو کیونکہ مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میرے پیرومرشد کی زندگی میں میں کسی کو مرید کروں۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کوئی تشنہ لب شخص اپنی پیاس بجھانے کے لیے پانی کے کسی چھوٹے سے گڑھے سے سوال کرے جبکہ اسی زمین پر صاف وشفاف پانی کا موجیں مارتا ہوا دریا موجود ہو۔ میرے لیے تو بس یہی اعزاز کافی ہے کہ جب میرے شیخ کی مجلس نورانی آراستہ ہو اور ہزاروں طالب حق دست بستہ بیٹھے ہوں۔ اور میں سر جھکائے اُس بارگاہ کرم میں داخل ہوں تو مرشد عالی مقام فرمائیں کہ وہ آرہا ہے میرا مرید سید عبداللہ! یہ کہتے کہتے بابا بلھے شاہؒ کی آنکھوں میں آنسو آگئے "۔

بحرحال حافظ صاحب علیک سلیک کے بعد رخصت ہوئے لیکن وہ اپنے بیٹے کی طرف سے بڑے پریشان تھے۔

پھر ایک رات حضرت بلھے شاہؒ اپنا مخصوص وظیفہ پڑھتے ہوئے دریائے چناب کے کنارے ہی پر سو گئے۔ اور جیسے ہی ان پر نیند طاری ہوئی تھوڑی دیر کے بعد ہی آپؒ نے خواب میں دیکھا کہ پیرومرشد حضرت شاہ عنایت قادریؒ تشریف لاتے ہیں۔ شیخ کو دیکھ کر حضرت بابا بلھے شاہؒ ادب سے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

''سید عبداللہ! تم نے اپنے مرشد کو شاد کام کردیا۔ تم فنافی الشیخ کی منزل تک پہنچے ہو۔ پھر فنافی الرسول۔ اور پھر فنافی اللہ۔ حق تعالیٰ تمہاری تمام منزلیں آسان فرمائے۔ ایک مرید کو اپنے مرشد سے اتنا ہی خوش عقیدہ ہونا چاہیے۔''

حضرت بابا بلھے شاہؒ نے ادب سے سر کو کچھ اور خم کردیا۔ مرشد کامل نے مرید کامل کے سر پر اپنا دست کرم رکھ دیا۔

"سلطان احمد کا ہاتھ پکڑ لو۔ وہ تمہارا ہی ہے۔ اللہ دستگیری فرمائے گا"۔ یہ کہہ کر حضرت شاہ عنایت قادری شکاریؒ تشریف لے گئے۔

دوسرے دن حافظ برخودار خدمت میں حاضر ہوئے تو بابا بلھے شاہؒ نے فرمایا:

"حافظ صاحب آپ کو مبارک ہو پیرومرشد نے اجازت عطا فرمادی ہے اب آپ سلطان احمد کو اس فقیر کے پاس لے آئیں۔ اللہ کرم فرمائے گا لیکن وہ تو درویشوں کا نام سننے کا بھی روادار نہیں"۔ حافظ صاحب نے ندامت سے کہا۔ "میں درویش کہاں ہوں"؟ حافظ صاحب یکایک آپ کے لہجے میں جلال روحانی کا اظہار ہونے لگا "میں تو حضرت شاہ عنایت قادریؒ کا غلام ہوں۔ سلطان احمد کو شاہ قادریؒ کے غلاموں کی صدا سننی ہی پڑے گی''۔

حافظ برخودار نے جب سلطان احمد کو اپنے ساتھ بابا بلھے شاہؒ کے پاس جانے کے لیے کہا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب سلطان احمد ایک دم تیار ہو گیا۔ اور پھر بابا بلھے شاہؒ کے پاس آکر وہیں کا ہو رہا۔ سلطان احمد کے دوست بھی ہمراہ تھے انہوں نے کہا "سلطان احمد یہ کیا کررہے ہو یہ شخص جادوگر ہے۔ ہمارے ساتھ لوٹ چلو'' مگر حضرت بابا بلھے شاہؒ نے ان لوگوں پر ایک نگاہ کرم ڈالتے ہوئے کہا: ''بس اب اسے چھوڑ دو۔ یہ ہمارا تھا اور ہمارا ہی رہے گا''۔

اللہ ہی جانتا ہے کہ ایک درویش کے سادہ سے الفاظ میں کیا تاثیر تھی کہ وہ امیر زادے خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

سلطان احمد نے روتے ہوئے کہا ''شاہ صاحب اب مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں آپ ہی کا تھا۔ غلطی سے دوسرے لوگوں کے پاس چلا گیا تھا''۔

پھر سلطان احمد کے شب و روز بابا بلھے شاہؒ کے ساتھ گزرنے لگا۔ایک دن بابا بلھے شاہؒ نے کہا "سلطان احمد تمہارے بیوی بچے بھی ہیں۔تم ان کے پاس جاؤ تم حقوق العباد ترک کر رہے ہو یہ سالک کے لیے خطرناک ہوتا ہے "۔سلطان احمد نے اپنا سر خم کر دیا مرید کو خاموش دیکھ کر حضرت بابا بلھے شاہؒ نے رسالت مآب حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی ذات اقدس سے وابستہ ایک واقعہ سنایا:

ایک مرتبہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اپنی مجلس نورانی میں جلوہ افروز تھے۔تمام صحابہ کرامؓ صف بستہ بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کے بارے میں عرض کرتے ہوئے کہا۔ "یا رسول خاتم النبیین ﷺ! وہ شخص بڑا عبادت گزار اور متقی ہے۔نماز با جماعت ادا کرتا ہے اور باقاعدگی سے روزے رکھتا ہے" نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''اے شخص تو نے اس شخص کو معاملات دنیا میں کیسا پایا "؟

اس واقعہ کے سنانے کے بعد حضرت بابا بلھے شاہؒ نے سلطان سے فرمایا۔"تمہاری نماز و ریاضت اپنی جگہ۔مگر تم معاملات دنیا سے بے نیاز نہیں ہو سکتے۔تمہاری بیوی بھی ہے اور بچہ بھی تمھارا ایک ضعیف العمر باپ بھی ہے اور والدین بوڑھے ہیں تم پر ان سب کے حقوق ہیں۔اگر تم یہ سارے حقوق ادا نہ کر سکے تو قرض دار کہلاؤ گے۔اور ایک قرض دار انسان کی دنیا میں کیا حیثیت ہے؟ آج لوگوں سے منہ چھپاتا پھرتا ہے۔کل بروز قیامت حق تعالیٰ سے منہ چھپائے گا یہ دنیا میں رسوائی اور آخرت میں ذلت و بربادی۔جاؤ اپنے گھر کی طرف جاؤ "۔

پیر و مرشد کا حکم تھا اس لیے سلطان احمد چلا گیا۔ماں باپ اور بیوی بچے بہت خوش ہوئے۔مگر سلطان احمد دوسرے دن ہی لوٹ آیا اور دست بستہ عرض کیا ''شیخ آپ کے بغیر دل نہیں لگتا'' حضرت بابا بلھے شاہؒ نے بہت غور سے سلطان احمد کو دیکھا ''یہ تو بہت مشکل آن پڑی''۔

پھر واقعتاً سلطان احمد کو ایک مشکل نے گھیر لیا۔حضرت بابا بلھے شاہؒ اسے گھر بھیجتے۔ایک رات گزار کر وہ پھر واپس آجاتا۔

واضح رہے کہ حضرت بابا بلھے شاہؒ خود بھی ایک عاشق جانباز تھے اور اپنے مرشد کی محبت کے اسیر تھے اسی لئے سلطان احمد کو بھی اپنے ہی رنگ میں رنگ ڈالا پھر یوں ہوا کہ سلطان احمد دریائے عشق میں ڈوبتا ہی چلا گیا۔بعض لوگوں نے کہا یہ کیسی معرفت ہے یہ تو جادوگری ہے؟

حافظ برخودار نادان عزیزوں اور دوستوں کی طنزیہ گفتگو سنتے مگر خاموش رہتے انہیں معلوم تھا کہ معرفت کی منزل میں دو ہی راستے ہوتے ہیں:

ایک سالک.................. یعنی ہوش میں رہنے والا صوفی

دوسرے مجذوب................ یعنی عالم حیرت کا مسافر۔اپنے اردگرد سے بیگانہ۔جاں سوختہ گریبان چاک۔

حافظ برخودار کے بیٹے سلطان احمد کی قسمت میں دوسرا راستہ لکھا تھا۔

اسی زمانے میں قصبہ ٹھٹہ لونا سے ایک جوان حاضر خدمت ہوا اور بابا بلھے شاہؒ سے بیعت کی درخواست کی بابا بلھے شاہؒ نے کہا "میں اس سلسلے میں بااختیار نہیں ہوں اگر پیر و مرشد نے توجہ فرمائی تو تم بامراد ہو جاؤ گئے"۔اسی روز حضرت بابا بلھے شاہؒ نے پیر و مرشد کو خواب میں دیکھا وہ فرما رہے تھے۔ "سید عبداللہ حافظ جمال کو بھی سرفراز کر دو۔اب وہ اسی در کا پابند رہے گا''۔ بابا بلھے شاہؒ نے حافظ جمال کو بھی اپنی عقیدت میں لے لیا۔حافظ جمال اور سلطان احمد دونوں ایک ہی پیر کے مرید تھے۔دونوں مرشد کے عشق کا دم بھرتے تھے۔مگر جذبوں کی گہرائی اور شدت مختلف تھی۔حافظ جمال اپنے شیخ سے رخصت ہوئے تو ان کے چہرے پر مرشد سے جدا ہونے کا غم تھا۔مگر ساتھ ہی ساتھ وہ خوش بھی تھے کہ بامراد ہو کر اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے ہیں۔اس کے برعکس حضرت بابا بلھے شاہؒ نے سلطان احمد سے کہا تم کو بھی کچھ دنوں کے لیے اپنے گھر والوں کے پاس چلے جانا چاہیے۔تو سلطان احمد نے ایک بے اختیاری الفاظ میں کہا میرا گھر میرے مرشد کے قدموں میں ہے میں تو ایک لمحہ کا فراق بھی برداشت نہیں کر سکتا۔کہاں گھڑیاں اور کہاں دن؟

سلطان احمد اپنے مرشد کا تمام کام خود کرتے۔لکڑیاں لاتے آگ جلاتے۔کھانا پکاتے جاڑوں کے موسم میں آدھی رات کو اٹھ کر پانی گرم کرتے۔تاکہ یخ بستہ پانی سے مرشد کی طبیعت خراب نہ ہو جائے۔

آخر شیخ کی اسی صحبت نے سلطان احمد کو جاں نثاری کی منزل تک پہنچا دیا ایک دن حضرت بابا بلھے شاہ کھانا تناول فرما رہے تھے۔اور سلطان احمد پنکھا جھل رہے تھے۔حضرت شیخ نے کھانا ختم کیا،مٹی کے برتن میں کچھ شوربہ باقی تھا۔حضرت بابا بلھے شاہؒ نے آدھا شوربہ خود پی لیا اور برتن اپنے مرید خاص کی طرف بڑھاتے ہوئے فرمایا۔''سلطان احمد یہ تمہارا حصہ ہے۔اسے پی لو''۔سلطان احمد گھٹنوں کے بل جھک گئے اور مرشد کے جھوٹے کو آب حیات سے زیادہ گراں قدر سمجھ کر پی لیا۔

شور بے کا حلق سے اُترنا تھا کہ سلطان احمد پر جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔کئی گھنٹے تک دیوانہ وار رقص کرتے رہے پھر شیخ نے ان کے سر پر اپنا دست کرم رکھا تو پھر سکون آیا۔

اس واقعہ کے بعد سلطان احمد مستانہ کے نام سے مشہور ہوگئے۔اکثر خاموش رہتے اور پیرومرشد کا چہرہ مبارک دیکھتے رہتے۔اگر کوئی پوچھتا کہ سلطان احمد کیا دیکھ رہے ہو،تو رقص شروع کردیتے۔سلطان احمد مستانہ آخری سانس تک اپنے شیخ حضرت بابا بلھے شاہؒ کی خدمت میں رہے۔اس جملے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت بابا بلھے شاہؒ کی زندگی ہی میں سلطان احمد مستانہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ان کی وفات کے بعد حضرت بابا بلھے شاہؒ ان کے بیٹے پر بہت شفقت فرمایا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ سوا تین سو سال گزرجانے کے بعد بھی سلطان احمد ''مستانہ'' ہی کی اولاد کو حضرت بابا بلھے شاہؒ کے مزار کی سجادہ نشینی کا اعزاز حاصل ہے۔ایک عارف اور سالک کے اظہار عشق کے دو ہی راستے ہوتے ہیں کہ---- پہلے وہ اپنے خالق کی حمد کرے اور پھر حبیب پاک خاتم النبیین ﷺ کی ثنا جس کی ذات پر اللہ اور اس کے فرشتے ہمہ وقت درود و سلام بھیجتے ہیں۔

حضرت بابا بلھے شاہؒ کو اپنے آپ سے دور رکھنے میں حضرت شاہ عنایت قادری شکاریؒ کا ایک ہی مقصد پوشیدہ تھا کہ معرفت کی منزل کا مسافر جب قریبی رشتوں اور معاشرتی وابستگیوں سے دور رہے گا۔موسم تنہائی اسے رلائے گا۔پھر یہ آنسو سینے میں دبی ہوئی عشق کی آگ کو اور بھڑکا دیں گے۔

اہل نظر جانتے ہیں کہ جب سورج کی تمازت سے تپتی ہوئی زمین پر پانی کی چند بوندیں پڑتی ہیں تو پیاسی زمین سے ہلکا سا غبار اٹھتا ہے۔اسی غبار کو عشق کی زبان میں دھواں کہا جاتا ہے۔پھر جب آتش فراق میں کسی قدر تیزی آ گئی تو اتنے میں حضرت شاہ عنایت قادری شکاریؒ نے اپنے مرید کو لاہور حاضر ہونے کی اجازت دے دی۔وہ منظر کتنا عجیب تھا جب حضرت بابا بلھے شاہؒ پیرومرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔روتے ہوئے پیرومرشد سے کہا "حضرت آپ نے مجھے آتش فراق میں کیوں جلایا اور باقی لوگوں کو دیدار سے کیوں شرف یاب رکھا گیا "؟ حضرت شاہ نے جواب دیا ''سید عبداللہ ان میں سے بہت سے قریب رہ کر بھی دور ہیں اور تم دور رہ کر بھی بہت زیادہ قریب ہو"۔

عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے

حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی اس بات کا مفہوم یہ تھا کہ دوری اور قربت کبھی کبھی اپنے ظاہری مفہوم میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔

<u>ایک مرید اپنے مرشد کی خدمت میں ساری زندگی گزار دیتا ہے مگر اسے معرفت کا انتہائی انعام تو کجا ابتدائی صلہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔کیونکہ اس کی خدمت گزاری میں وہ خلوص،دیانت اور عشق شامل نہیں ہوتا جو اس کی کارگزاری کو معتبر اور مقبول بنائے۔اس لیے وہ قریب رہ کر بھی دور ہی رہتا ہے۔</u>

جو لوگ پیدائشی محروم ہوتے ہیں انہیں رہبر کامل بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔پھر آپ کے مرشد نے فرمایا "سید عبداللہ!تمہیں آتش فراق میں اس لیے جلایا ہے کہ تم اکسیر بن جاؤ"۔حضرت بابا بلھے شاہؒ پیرومرشد کے قدموں سے لپٹ گئے۔ "سیدی اب میں آپ سے جدا نہیں رہوں گا"۔سیدی جسم فانی کی انتہا یہ ہے کہ ایک دن وہ خاک ہوجائے مگر میری خاک کی معراج یہ ہے کہ میں آپ کے قدموں میں رہوں"۔

"سید عبداللہ!حق نے چاہا تو تم دونوں جہاں میں ہمارے ساتھ ہی رہو گے"۔پیرومرشد کا یہ فرمان سن کر حضرت بابا بلھے شاہؒ کو قرار آ گیا۔

قیام لاہور کے دوران ہی ایک دن حضرت بابا بلھے شاہؒ حضرت داتا علی ہجویری کے مزار پر گئے۔وہاں بہت سے زائرین اور طالبان شوق جمع تھے۔وہاں بابا بلھے شاہؒ نے فارسی میں ایک نعت پڑھی اور تمام اہل محفل کو رلا دیا۔اور خود اپنی حالت بھی غیر ہوگئی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور اسی حالت میں حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔پیرومرشد نے سوال کیا کیا بات ہے یہ بے قراری کیسی؟انہوں نے جواب دیا حضور حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کے فراق میں تڑپتا ہوں''۔سید عبداللہ سرکار دو عالم کی یاد میں یہ آنسو تمہاری دنیا اور آخرت کا سرمایہ ہیں۔میں خوش ہوں کہ حق تعالیٰ نے تمہاری التجائیں سن لیں۔ "سیدی میں ان آنسوؤں کو خاک مدینہ میں جذب کرنا چاہتا ہوں''میں اجازت چاہتا ہوں مرشد نے تین دن کے بعد جواب دینے کو کہا۔تین دن گزر گئے۔تیسری رات کو حضرت بابا بلھے شاہؒ نے عشاء کی نماز کے بعد وظائف کئے اور وہیں پر آنکھ لگ گئی یکا یک بابا بلھے شاہؒ نے خود کو ایک نورانی محفل میں پایا۔یہ کس کی محفل ہے اور میں یہاں کیوں آیا ہوں؟ اچانک پوری محفل ایک خاص قسم کی خوشبو سے مہک گئی۔پھر نور کا ایک ہیولا ظاہر ہوا۔حضرت بابا بلھے شاہؒ کو محسوس ہوا کہ اس نور کے ہیولے کے اندر کوئی نورانی

پیکر موجود ہے۔حضرت بابا بلھے شاہؒ نے گھبرا کر نورانی پیکر کی طرف دیکھا اور اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے۔پھر کچھ دیر کے بعد ہوش آیا تو مجلس وہی تھی لیکن اب وہ نورانی پیکر موجود نہ تھا۔یکا یک ایک کونے سے آواز ابھری مبارک ہو سرکار دو عالم خاتم النبیین ﷺ کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔اسی آواز کے ساتھ حضرت بابا بلھے شاہؒ کی آنکھ کھل گئی۔آپ خوشی میں اٹھے اور فوراً اپنے پیر و مرشد کے حجرے میں داخل ہو گئے۔

حضرت شاہ عنایت قادریؒ نماز تہجد سے فارغ ہو کر مراقبے میں مشغول تھے مجبوراً دست بستہ مرشد کے سامنے کھڑے رہے۔

کچھ دیر کے بعد شاہ عنایت نے آنکھیں کھول کر آپ کی طرف دیکھا اور فرمایا "سید عبداللہ حق تعالیٰ نے اس عاجز کی لاج رکھ لی اور تمہیں سرور کونین خاتم النبیین ﷺ کے دیدار کی دولت لازوال سے سرفراز فرما دیا۔تم ایک ہی رات میں مفلس سے تونگر بن گئے ہو۔اس سرمائے کی حفاظت کرنا اب اپنے والدین کے پاس جاؤ''۔

اس کے بعد بابا بلھے شاہؒ اپنے پیر و مرشد کے گھر سے ''پاونڈوکے''اپنے والدین اور اپنی بہنوں سے ملنے کے لئے گئے۔والد نے شادی کے لیے کہا تو بابا بلھے شاہؒ نے جواب دیا۔"شادی ایک زنجیر ہے اور میں یہ زنجیر پہننا نہیں چاہتا"۔"شادی تو انبیاء کرامؑ اور اولیا عظامؒ نے بھی کی ہے "ان کے والد نے کہا بابا بلھے شاہؒ نے جواب دیا "میں ایک مرد آزاد کی حیثیت سے اپنی زندگی گزارنا چاہتا ہوں"۔دنیاوی محبت کی ایک حد ہوتی ہے اور میں وہ حد ختم کر چکا ہوں تو پھر درمیان میں کوئی دوسرا کیسے آ سکتا ہے"؟

مشہور چشتی بزرگ اور حضرت بابا فریدؒ کے حقیقی بھانجے حضرت مخدوم علاؤالدین صابر کلیریؒ کی والدہ محترمہ نے آپ سے پوچھے بغیر آپ کی شادی کر دی تھی۔پھر جب دلہن کو حضرت صابر کلیری کے کمرے میں لایا گیا تو آپ نے حیرت زدہ انداز میں اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا مادر گرامی یہ کون ہے؟

والدہ محترمہ نے بڑی محبت سے کہا ''بیٹا یہ تیری دلہن ہے''

اس وقت حضرت مخدوم صابر کلیریؒ عالم جذب میں تھے اپنی دلہن کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی جلال کے لہجے میں فرمایا: "میں تو ایک کا ہو چکا ہوں پھر یہ درمیان میں دوسرا کون"؟ حضرت صابر کلیریؒ کا اتنا فرمانا تھا کہ دلہن کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ پاکباز لڑکی راکھ کا ڈھیر بن گئی۔جلال صابری کی آگ میں جل جانے والی یہ لڑکی حضرت بابا فریدؒ کی صاحبزادی تھی۔

حضرت بابا بلھے شاہؒ اپنے والدین کے اکیلے اولادِ نرینہ تھے۔آپ کی بہنوں نے زور دیا کہ شادی کرنی ہی ہے۔ورنہ آپ ہمیں چھوڑ دیں ماں باپ کی خواہش کا احترام نہ کرنا اور ایک خاص معاشرتی رسم سے گریز کرنا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔حضرت بابا بلھے شاہؒ صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ مذہبی عالم بھی تھے۔لیکن وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھے اس لئے ایسا نہ کر سکے۔پیر و مرشد نے انہیں ماں باپ کے پاس ہی رہنے کو کہا تھا۔پھر کچھ عرصے کے بعد ان کے والد حضرت سخی شاہؒ کا انتقال ہو گیا اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد آپ کی والدہ محترمہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئی۔پھر آپ کی دونوں چھوٹی بہنیں بھی چلی گئی اب صرف ایک بڑی بہن باقی رہ گئی تھی۔

حضرت بابا بلھے شاہؒ کے لیے یہ زمانہ آزمائشوں کا سخت زمانہ تھا آپ نے اپنے پیر و مرشد کو اپنے واردات قلب کی تمام تفسیر خطوط کی صورت میں بھیجی لیکن ان کا ایک ہی جواب تھا ''سید عبداللہ ابھی "پاونڈوکے "میں تمہاری ضرورت ہے''۔پھر حضرت شیخ عنایت قادریؒ آپ کے خواب میں آئے اور کہا ''عبداللہ "پاونڈوکے "میں تمہارا قیام مقرر کر دیا گیا ہے''۔

حضرت بابا بلھے شاہؒ نے والد محترم سید سخی شاہ کے انتقال کے بعد مدرسے کا انتظام مقامی مولوی صاحب کے سپرد کیا اور خود اپنے اور وظائف کے لیے ایک چھوٹا سا حجرہ بنا لیا۔سلطان احمد مستانہ پہلے ہی سائے کی طرح آپ کے ساتھ تھے بعد میں حافظ جمال بھی پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔اب ''پاونڈوکے'' کی یہ خانقاہ صرف تین درویشوں پر مشتمل تھی۔یہاں کے لوگ بدمست چوھدریوں کے زیر اثر تھے۔اور بڑا چوھدری کسی درویش کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔سلطان احمد مستانہ کو تو اپنا ہوش تھا ہی نہیں لیکن حافظ جمال کبھی کبھی پیر و مرشد کے حضور میں ان لوگوں کی زیادتی کی شکایت کر دیتے اپنے مرید کی باتیں سن کر بابا بلھے شاہؒ مسکراتے ہوئے کہتے۔''حافظ جمال کیا تو ان لوگوں سے اپنی پرستش کروانا چاہتا ہے۔

''معاذ اللہ''حضرت حافظ جمالؒ گھبرا کر عرض کرتے۔پرستش کے لائق تو صرف ایک ہی ذات ہے اور ہم ان بے خبر چوھدریوں کو یہی بتانا چاہتے ہیں جمال ہر شے سے بے نیاز ہو کر لا الہٰ الا اللہ کی ضرب لگاتے رہو ایک دن صنم خانے مسمار ہو جائیں گے۔اور پھر بے خبروں کو بھی خبر ہو جائے گی''۔بابا بلھے شاہؒ نے جذب کی حالت میں فرمایا۔

آخر''پاونڈو کے بھٹیاں'' کو قحط نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ جب (لوگ) قحط زدہ عوام چوھدریوں سے مایوس ہو گئے تو بابا بلھے شاہؒ کی خانقاہ کی طرف رخ کیا ۔حافظ جمال کو اس بات کا غصہ تھا کہ چوھدریوں کے ساتھ ساتھ عوام نے بھی بلھے شاہ کی شخصیت کو نظر انداز کیا تھا۔اس لیے قحط زدہ عوام کو اپنے دروازے پر کھڑا دیکھ کر حافظ جمال نے فرمایا جاؤ اب بھی چوھوریوں سے مدد مانگو یہاں کیا کرنے آئے ہو؟ یہ دیکھ کر کچھ لوگ اندر بابا بلھے شاہؒ کے قدموں میں گر گئے ۔ بابا جی ہمارے لئے دعا فرمائیں بابا بلھے شاہؒ نے انہیں اٹھاتے ہوئے کہا کہ ہم تمہارے لئے دعا بھی کریں گے اور بفضل حق تعالیٰ دوا بھی دیں گے ۔تم لوگ ایسا کرو کہ جنگل سے مٹی لاؤ اور یہاں ایک اونچا سا چبوترہ بنا دو۔ دراصل بابا بلھے شاہؒ کی خانقاہ نشیب میں تھی بارش کے زمانے میں تمام پانی خانقاہ میں جمع ہو جاتا تھا اور پھر کئی دن تک بابا صاحب اور ان کے دونوں مرید مل کر اس پانی کو نکالتے رہتے تھے۔

''ہاں ہاں ہم ضرور آپ کے لیے یہاں مٹی لا کر ایک اونچا اور بڑا سا چبوترہ بنا دیں گے'' تم لوگوں کو اس کام کا معاوضہ دو آنے فی یومیہ ملا جایا کریں گے۔

لوگوں نے حیرت سے حضرت بابا بلھے شاہؒ کی طرف دیکھا۔آپ نے فرمایا جاؤ۔اب اپنا کام شروع کرو حافظ جمال نے کہا حضرت یہ دو آنے کہاں سے آئیں گے؟ تم بھکاری بنے رہو حضرت نے جلال میں فرمایا۔ بابا بلھے شاہؒ کے مرید حافظ جمال پریشان ہوئے کہ دو آنے فی یومیہ آج سے دو سو سال پہلے دو آنے بہت بڑی رقم تھی ۔مزدوروں نے بڑی محنت کی اور شام کو دو آنے مزدوری لینے کے لیے حاضر ہو گئے۔ بابا بلھے شاہؒ نے ایک ایک مزدور کو اپنے حجرے میں آنے کے لیے کہا۔ جب کوئی مزدور آتا تو آپ اپنے مصلے کے نیچے ہاتھ ڈالتے اور دو آنے نکال کے مزدور کو دے دیتے ۔مزدوروں کی خوشی کی انتہا نہ رہی یہ لوگ روزانہ جنگل سے مٹی کھود کر لاتے رہے اور چبوترہ بناتے رہے۔ چبوترہ بہت بڑا اور بہت اونچا ہو گیا۔ان مزدوروں میں سے دو مزدوروں کے دل میں یہ خیال آیا کہ بابا صاحب کے مصلے کے نیچے کوئی خزانہ ہے۔ ہم رات کو وہ خزانہ وہاں سے نکال لیں گے۔ یہ سوچا اور رات کے وقت جب بابا بلھے شاہؒ اپنے حجرہ سے نکل کر خانقاہ میں چلے گئے تو یہ دونوں مزدور اندر آئے مصلے کو اٹھایا۔ وہاں کچھ بھی نہ تھا۔انہوں نے سوچا کہ خزانہ فرش کے اندر ہو گا انہوں نے مصلے کے نیچے سے مٹی ہٹانا شروع کی اور کافی گہرائی تک فرش کو کھود ڈالا لیکن ان کو وہاں سے کچھ بھی نہ ملا۔اب پریشان ہوئے اور جلدی جلدی مٹی کو گڑھے میں ڈالنا شروع کیا کہ بابا بلھے شاہؒ تہجد کے لیے آئیں گے کہیں ایسا نہ ہو ہمارا راز فاش ہو جائے انہوں نے تمام مٹی گڑھے میں ڈالی فرش کو برابر کیا کمرے کی صفائی پہلے کی طرح کر دی اور آخر میں مصلے کو گڑھے کے اوپر بچھا دیا۔ اور پھر صبح مزدوری کے لئے حاضر ہو گئے۔ شام کے وقت جب مزدور اپنی مزدوری لینے کے لیے آئے تو بابا بلھے شاہؒ نے تمام مزدور کو دو، دو آنے دیئے اور ان مزدوروں کو چار چار آنے دئے۔ باقی مزدوروں نے اعتراض کیا تو آپ نے کہا ''تم نے صرف دن میں کام کیا ہے یہ دونوں رات میں بھی کام کرتے رہے ہیں''۔ شیخ کا ارشاد گرامی سن کر یہ دونوں مزدور شیخ کے قدموں میں گر گئے اور رو، رو کر معافی مانگنے لگے۔آپ نے معاف فرمایا اور پھر ان دونوں مزدوروں نے یہ واقعہ گاؤں کے دوسرے لوگوں کو بتایا۔ پھر ان لوگوں کو اندازہ ہوا کہ بابا بلھے شاہؒ کس پائے کے درویش ہیں ۔لیکن اس کے باوجود چوھدریوں کا رویہ ان درویشوں کے لیے انتہائی نفرت آمیز رہا۔ اب بابا بلھے شاہؒ کا دل یہاں سے اچاٹ ہو گیا انہوں نے اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا۔ "سیدی میں آپ کے قدموں میں رہنا چاہتا ہوں ۔ یہاں سے باہر تو فتنہ و فساد کی آگ بھڑک رہی ہے"۔

''جانباز صوفی وہی ہے جو اپنی بلند ہمتی سے اس آگ کو بجھا دے۔ اگر اس آگ کو نہ بجھا سکے تو اپنے دامن کو اس آگ کی لپیٹ میں آنے سے بچائے رکھے''۔

''بلھے اب تم قصور چلے جاؤ'' پیرو مرشد نے نیا حکم جاری کیا۔ حضرت بلھے شاہ قصور سے بیزار تھے۔ خاموش ہو گئے۔ اس خاموشی کی وجہ یہ تھی کہ قصور میں حضرت بابا بلھے شاہؒ کے استاد گرامی مشہور عالم دین مولوی غلام مرتضیٰ قیام پذیر تھے۔ مولوی صاحب شریعت کی ظاہری کا اتباع کرنے والے ایک سخت گیر انسان تھے انہیں صوفیاء کی روش سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ بعض خانقاہی رسموں کو دل سے ناپسند کرتے تھے۔ اس کے برعکس حضرت بلھے شاہ کا انداز فقیرانہ تھا۔ شعر و شاعری بھی کرتے تھے اور سماع بھی بہت ذوق و شوق سے سنتے تھے اس لیے بابا بلھے شاہؒ قصور جانے سے گریزاں تھے۔ اور وہاں جاتے تو یقینی طور پر مولوی غلام مرتضیٰ کا سامنا ہوتا۔

جب حضرت شاہ عنایت قادریؒ نے اپنے مرید کو تصورات کی دنیا میں گم دیکھا تو پوچھا۔ عبداللہ کیا سوچ رہے ہو؟ سیّدی مجھے کسی اور علاقے میں بھیج دیجئے ۔'' میں کون ہوتا ہوں بھیجنے والا؟ ۔ سید عبداللہ قصور ہی تمہاری منزل ہے'' بابا بلھے شاہ کی قصور نہ جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہاں کے لوگ انتہائی سرکش اور شر پسند تھے۔ اخلاقی رسمیں ترک کر کے دنیاداری میں پھنس گئے تھے۔

قصور پہنچ کر بابا بلھے شاہؒ نے شہری حدود سے باہر قیام فرمایا اس وقت آپ کی قیام گاہ گھاس پھونس اور بانسوں پر مشتمل ایک جھونپڑی تھی اس کے بعد آپ اپنے استاد مولوی غلام مرتضیٰ سے ملنے کے لیے گئے۔

مولوی صاحب بابا بلھے شاہؒ کو دیکھ کر حیران ہوئے اور کہا "سید عبداللہ یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے"؟ "خادم کیا کرتا مجبور تھا۔مخدوم نے جس رنگ میں چاہا رنگ دیا "۔"اب یہاں کیوں آئے ہو"؟ مولوی صاحب نے حیرت سے سوال کیا۔ "پیرومرشد کا حکم ہے کہ قصور میں قیام کرو۔قصور آپ کی مملکت ہے۔قیام کے لیے صاحب مملکت سے اجازت لینے آیا ہوں"۔''عبداللہ اللہ تم پر رحم کرے''۔

استادگرامی کی اجازت کے بعد حضرت بلھے شاہ نے اپنا قیام شہر سے باہر ہی رکھا یہ تالاب کا ایک کنارہ تھا۔آج کل اس تالاب کو''سالا نے والا تالاب'' کہتے ہیں۔اس تالاب کے قریب قصور کا ریلوے اسٹیشن تعمیر کیا گیا ہے بابا بلھے شاہؒ سماع بہت شوق سے سنا کرتے تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت بلھے شاہ کے پیرومرشد شاہ عنایت بھی سماع کی رغبت رکھتے تھے۔

قادری سلسلہ حضرت غوث پاکؒ کا تھا لیکن انہوں نے کبھی سماع نہیں سنا حضرت شاہ عنایت قادری تھے پھر یہ سماع کی رغبت کیوں رکھتے تھے؟اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت شاہ عنایت قادری سلسلے کے علاوہ شکاریہ، چشتیہ اور سہروردیہ کے سلسلوں میں بھی بیعت تھے۔

دراصل سماع صوفیاءِ کرام کے نزدیک ایک متنازع مسئلہ ہے۔بعض بزرگ اسے یکسر ناپسند قرار دیتے ہیں اور بعض صوفیاء چند شرائط کے ساتھ اسے جائز سمجھتے ہیں۔جبکہ سلسلہ چشتیہ اور شکاریہ کے لوگ سماع سنا کرتے تھے۔اسی لیے حضرت شاہ قادری کو بھی سماع سے بے حد رغبت تھی۔اور اسی طرح پیرو مرشد کی روش پر چلتے ہوئے حضرت بابا بلھے شاہؒ بھی کوچہ سماع کی طرف نکل آئے تھے۔پھر اس سماع کی آگ سے آپ کے دل میں عشق کا شعلہ بھڑکا تھا۔اور پھر اسی عشق کے اظہار کے لئے آپ نے شعروشاعری کو وسیلہ اپنایا تھا۔

قصور میں آپ کے قیام کے بعد لوگ آپ کے پاس آنے لگے لیکن قصور کے بااثر لوگوں کو آپ کے ارادت مندوں میں اضافہ تشویش ناک معلوم ہوا۔لوگ باہم مشورہ کرنے لگے کہ اس فقیر کو یہاں سے رخصت کر دیا جائے۔

پھر یہ لوگ مولانا غلام مرتضیٰ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔جو قصور کے ایک جامع مسجد کے خطیب اور امام بھی تھے اور بڑے فقیہہ بھی۔

مولانا صاحب مذہب کی روشنی میں قوالی اور سماع کی کیا حیثیت ہے؟

سماع کی کوئی شرعی حیثیت نہیں۔مولانا صاحب نے مختصراً فرمایا:

"اگر کوئی صوفی سماع سنے؟ شرع میں صوفی اور عام مسلمانوں کی کوئی قید نہیں "۔پھر مولانا نے کہا "وہ صوفی کون ہے؛جس کے بارے میں تم مجھ سے فتویٰ لینے کے لیے آئے ہو"؟

"یہ ایک فقیر بلھے شاہ ہے یہ قوالیاں کرواتا ہے اور پھر یہ مست ہو کر رقص کرتا ہے اور لوگ اس کی تقلید کرتے ہیں کیا اس کا یہ فعل جائز ہے''ہرگز جائز نہیں' "مولانا صاحب کیا خلق خدا کے لیے سماع کی ان محفلوں کو روکنا جائز ہے"؟ مولانا صاحب نے کہا ''ہاں محفلوں کو روکنا بھی جائز ہے'' پھر شرپسندوں کی یہ جماعت اس فتویٰ کو لے اڑی۔اور قصور کے حاکم نواب رانجھے خان کے پاس گئے اور مولانا غلام مرتضیٰ کا فتویٰ سناتے ہوئے بولے "ہم شریعت کی آڑ لے کر فقیر کی قوالیوں کی محفلوں پر پابندی لگا سکتے ہیں۔اس طرح فقیر خود ہی یہاں سے چلا جائے گا۔ "پھر یہ پابندی لگا دی گئی ساز خاموش ہو گئے۔قوالوں نے قصور کی طرف آنا بند کر دیا کبھی کبھی حضرت بلھے شاہ پر جذب کی کیفیت طاری ہوتی تو خود ہی اپنا کلام پڑھ کر جھومنے لگتے۔

پھر ایک انقلاب عظیم آیا۔قصور کی طرف آنے والے راستوں سے بڑا گرد وغبار اٹھا۔اور پھر وہ طاقتور شہسوار قصور میں داخل ہوئے جنہوں نے قصور کے افغانوں کی ساری جاگیریں چھین لیں۔یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون لوگ تھے؟ پھر یہ ہوا کہ حکمران قبیلے کے متکبر ومغرور افراد نے اپنے شکم کی آگ بجھانے کے لئے کھڈیاں لگا لیں اور کپڑا بننے لگے۔پھر جب اسی کپڑے کو فروخت کرنے کے لیے وہ دیہات کے بازاروں کا رخ کرتے اور گلی گلی صدائیں لگاتے تو قصور کے باشندے حضرت بلھے شاہؒ کی زبان سے ادا ہونے والے الفاظ یاد کرتے:

''جلا ہے اپنے کرگھے اٹھا کر لے آئے ہیں۔اے میری ماں اب میں کیا کروں''؟ یہ واقعہ تقریباً تین سو سال پہلے پیش آیا تھا۔قصور کے ان افغانوں کی اولاد آج بھی کھڈیاں چلاتی ہے۔

اس دوران ایک اور واقعہ پیش آیا۔جس نے حضرت بابا بلھے شاہؒ کے دل کی دنیا، زیروزبر کر ڈالی۔حضرت شاہ عنایت قادریؒ کے داماد اور حقیقی بھتیجے مولوی ظہور محمد

کسی کام سے قصور تشریف لانے اور اپنے میزبان کے ہاتھ بابا بلھے شاہؒ کی خدمت میں پیغام بھیجا ''میں قصور آیا ہوا ہوں اور آپ سے ملاقات کا مشتاق ہوں''۔ اتفاق سے اسی دن مولوی غلام مرتضیٰ کی صاحبزادی کا نکاح تھا۔ مولوی غلام مرتضیٰ نے حضرت بابا بلھے شاہؒ کو مہمانوں کی خدمت پر مامور کر دیا تھا۔ نکاح اور رخصتی کی مصروفیت کی وجہ سے بابا بلھے شاہؒ مولوی ظہور احمد سے بروقت ملاقات نہ کر سکے اور مولوی ظہور احمد نماز فجر ادا کرتے ہی لاہور کے لیے روانہ ہو گئے

لاہور آنے کے بعد حضرت شاہ عنایت قادریؒ نے نہایت پرشوق لہجے میں پوچھا "میرا بلھا کیسا ہے"؟

''اب وہ آپ کا بلھا نہیں رہا'' ''وہ میرا تھا اور میرا ہی رہے گا'' ''اگر وہ آپ کے ہوتے تو آپ کے داماد سے اس طرح بے رخی اختیار نہ کرتے۔ وہ تو اتنے بڑے درویش ہو گئے ہیں کہ انہوں نے مجھ سے ملنا کسر شان سمجھا۔ میں نے ملاقات کے لیے درخواست کی انہوں نے مجھ سے وعدہ بھی کر لیا۔ ساری رات انتظار کروایا لیکن ملنے نہ آئے۔ اس طرح وہ اپنی ادائے بے نیازی دکھانا چاہتے تھے تاکہ میں بار بار التجا کروں پھر کہیں جا کر وہ مجھے شرف بازیابی بخشیں۔''

مولوی ظہور محمد صاحب کی زبان سے یہ واقعات سن کر حضرت شاہ عنایت قادریؒ جلال میں آ گئے اور بابا بلھے شاہؒ کی ولایت سلب ہو گئی۔

حضرت شاہ عنایت قادریؒ حضرت بابا بلھے شاہؒ سے خفاء ہو گئے تھے لیکن یہ ناراضگی اس لیے نہیں تھی کہ انہوں نے پیر و مرشد کے داماد کی پذیرائی نہیں کی بلکہ وہ اپنے مرید سے اس لیے خفا ہوئے تھے کہ ان کا محبوب مرید غرور اور تکبر کی بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اگرچہ حقیقت حال یوں نہ تھی۔ لیکن مولوی ظہور محمد نے غلط بیانی سے کام لیا اور حضرت شاہ عنایت قادری کو اس ہستی سے بدگمان کر دیا جسے وہ سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ اگر اس واقعے کو غور سے دیکھا جائے تو خود مولوی ظہور محمد اس مرض میں گرفتار نظر آتے ہیں انہوں نے ایک درویش کی مجبوری کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا اور ایک عالم ہوتے ہوئے بھی بدگمانی سے کام لیا۔

جہاں تک ولایت کے سلب کرنے کی بات ہے تصوف کی پوری تاریخ ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ دنیاوی علوم کے بارے میں بھی ایسے بہت سے واقعات نظر آتے ہیں جب ایک استاد اپنے شاگرد سے خفا ہو کر اسے اپنی درس گاہ سے اٹھا دیتا ہے پھر یہ ناراضگی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ استادی اور شاگردی کا رشتہ ہی ختم ہو جاتا ہے۔ مگر وہ علم سلب نہیں ہوتا جو استاد نے شاگرد کو دیا ہوتا ہے۔ البتہ تعلقات ختم ہو جانے کے باعث علم کی ترقی و ترویج رک جاتی ہے۔ روحانیت کا سلسلہ اس کے برعکس ہے۔ روحانیت میں مرشد کی خوشنودی اور اس کی رضا ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ اور احترام و ادب ہی سارے اعمال کی بنیاد ہوتے ہیں۔

مثال کے طور پر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سورۃ الحجرات آیت 2 میں فرمایا:

ترجمہ:۔ اے ایمان والو۔ اپنی آوازوں کو نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ کی آواز سے پست رکھا کرو۔ اور نہ ان سے اونچی آواز سے بات کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ ورنہ تمہیں خبر بھی نہ ہو گی اور تمہارے زندگی بھر کے اعمال صالح ضائع برباد ہو جائیں گے''

پھر یہی آیت ''احترام رسول خاتم النبیین ﷺ'' تصوف کی بنیاد بن گئی۔

مشہور صوفی بزرگ منصور حلاج عظیم و جلیل عارف حضرت سیدنا جنید بغدادیؒ کے مرید تھے۔ پھر آپ علوم کی ظاہری و باطنی کی تحصیل کے لیے دنیا بھر کے علمی مراکز میں تشریف لے گئے۔ اس کے بعد دوبارہ اپنے پیر و مرشد حضرت جنید بغدادی کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ ایک دن حضرت جنید بغدادیؒ کی مجلس آراستہ تھی۔ منصور حلاج نے اپنے پیر و مرشد سے بعض مسائل کے سلسلے میں کچھ سوالات کئے۔ مگر سوالات کا انداز کچھ ایسا تھا کہ جیسے منصور حلاج حضرت شیخ جنید بغدادیؒ اور دیگر اہل مجلس پر اپنی علمی برتری ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ الغرض منصور حلاج کے سوالات سن کر حضرت شیخ بغدادیؒ نے اپنے مرید سے فرمایا:

''منصور تم میری مجلس میں سائل بن کر آئے ہو یا میرے علم کا امتحان لینے کے لیے''؟

روایت ہے کہ یہ بات کہتے ہوئے حضرت جنید بغدادیؒ کے چہرہ مبارک سے ناگواری کا رنگ جھلک رہا تھا۔ منصور حلاج نے پیر و مرشد کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چاہتے تو اس شبہ کو ختم کر سکتے تھے۔ جو پیر و مرشد کے ذہن میں اور دل میں وقتی طور پر پیدا ہو گیا تھا مگر منصور حلاج نے اس کی زحمت گوارا نہ کی اور مجلس شیخ سے اٹھ کر چلے گئے۔ بظاہر حضرت شیخ جنید بغدادیؒ نے اہل مجلس کے سامنے منصور حلاج کے خلاف کچھ نہیں کہا۔ مگر ایک مرید نے بھری مجلس میں اپنے پیر و مرشد کی جس انداز میں دل آزاری کی اور جس بے نیازانہ انداز میں اٹھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد شیخ کے دل پر کیا گزری ہو گی۔ اس کے بعد اہل دنیا نے دیکھا کہ منصور ایک بار مجلس شیخ سے اٹھے تو پھر زندگی بھر کسی جگہ سکون سے نہیں بیٹھ سکے۔ یہاں تک کہ شدید اذیتوں کے بعد سولی پر لٹکا دیئے گئے۔

یہاں روحانی طاقت سلب ہو جانے کے حوالے سے تاریخ تصوف کا ایک مشہور واقعہ پیش کیا ہے۔ ورنہ ایسے بے شمار واقعات موجود ہیں جب مرشد نے اپنے

مرید سے خفا ہو کر اس کی ولایت (روحانی طاقت) سلب کرلی۔

جو لوگ تصوف کی حقیقت سے واقف ہیں وہ یہ راز جانتے ہیں کہ مرید کے کسی عمل سے مرشد کو اگر شدید اذیت پہنچتی ہے تو مرید کی ولایت خود بخود سلب ہو جاتی ہے۔

روحانیت کا نظام بھی ایک عجیب نظام ہے۔ایک صوفی زندگی بھر ریاضت کرتا ہے مگر اسے ولایت نصیب نہیں ہوتی۔دوسرا صوفی اس کوچے میں چند روز بسر کرتا ہے اور ولایت کی اعلیٰ منزل پر پہنچ جاتا ہے۔لیکن جس طرح اچانک یہ نعمت حاصل ہوجاتی ہے۔اسی طرح یکا یک چھن بھی جاتی ہے۔

ان تاریخی حقائق کی روشنی میں حضرت بابا بلھے شاہؒ کی ولایت ان کے پیرومرشد حضرت شاہ عنایت قادری شکاری نے چھینی نہیں تھی بلکہ روحانیت کے ایک خاص قانون کے تحت سلب ہوگئی تھی۔''تکبر اور درویشی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ **یہی وجہ ہے کہ جب کوئی انسان کسی صوفی کا شاگرد یا مرید بنتا ہے تو اسے پہلا سبق یہی دیا جاتا ہے کہ شدید ترین ریاضتوں کے سہارے نفس کی سرکشی ختم کی جائے اور انسان اپنے لاشعور تک سے ''انانیت'' کو کھرچ کر باہر نکال دے۔**

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا؟

پیرومرشد کی نظر پھرتے ہی حضرت بابا بلھے شاہؒ روحانی طور پر اندر سے بالکل خالی ہو گئے اس کے بعد حضرت بابا بلھے شاہؒ قصور کی حدود سے نکلے اور طویل و دشوار سفر کر کے آپ ''گوالیار'' پہنچے۔جہاں مشہور بزرگ حضرت غوث محمد گوالیاریؒ محو خواب ہیں۔حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ کا تعلق سلسلہ شکاریہ سے ہے۔یہ مغل شہنشاہ جلاالدین اکبر کے دور کے مشہور صوفی بزرگ ہیں۔آپ کی ذات گرامی سے بے شمار کرامتیں ظاہر ہوئیں۔مگر ایک کرامت نے بین الاقوامی شہرت پائی۔

گوالیار میں ایک غریب ہندو لڑکا حضرت شیخ محمد غوثؒ کی مجلس میں آکر بیٹھا کرتا تھا۔اور حضرت کی باتیں بہت غور سے سنا کرتا تھا۔اس ہندو لڑکے کو بچپن ہی سے گانے کا بہت شوق تھا۔وہ ہندو لڑکا جسے دو وقت کی روٹی میسر نہیں تھی موسیقی کے ہندو استادوں کے پاس جاتا اور اپنے شوق کا اظہار کرتا مگر وہ لوگ یہ کہہ کر اسے ٹال دیتے۔

"لڑکے تجھے جس فن کا روگ لگ گیا ہے۔وہ راجوں مہاراجوں کا شوق ہے تو محنت مزدوری کر اور سنگیت کا دھیان چھوڑ دے"۔

یہ لڑکا پابندی کے ساتھ حضرت شیخ محمد غوثؒ کی خدمت میں آتا رہا۔ایک دن شیخ نے اس سے سوال کیا ''لڑکے تو یہاں کیا کرنے آتا ہے تجھے تو کسی مندر میں جانا چاہیے''۔ ''مجھے آپ کی باتیں اچھی لگتی ہیں''۔ "تم کرتے کیا ہو "؟لڑکے نے اپنے شوق کے بارے میں بتایا۔حضرت نے کہا "ہمیں سناؤ تم کیا گاتے ہو"؟

لڑکے نے ایک ہندی بھجن سنایا شیخؒ نے اس کی آواز کی تعریف کی اور پھر اس کی پرورش کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہوئے فرمایا۔ "اب تم موسیقی کے اساتذہ سے یہ فن سیکھو۔اللہ تمہاری آواز میں ایسی تاثیر پیدا کر دے گا کہ اس کا طلسم پھر کسی سے نہیں ٹوٹے گا"۔یہ ہنرمند لڑکا تان سین تھا۔جس نے ہندوستانی موسیقی میں لازوال شہرت حاصل کی۔اور جب اس کا دامن شہرت اور عزت سے بھر گیا تو وہ حضرت شیخؒ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوگیا۔ ہندوؤں نے شور مچایا کہ اسے جبراً مسلمان کیا گیا ہے۔تان سین نے ہزاروں ہندوؤں کی موجودگی میں اس الزام کی تردید کرتے ہوئے کہا "میں نے پورے ہوش و حواس کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے۔میرا ایمان ،میری زندگی، میرا فن یہ سب کچھ میرے شیخ کے قدموں کا صدقہ ہے"۔اسی ہنر سے تان سین "میاں تان سین " کہلانے لگے۔

حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ کے مزار مبارک کے احاطے میں میاں تان سین کی قبر بھی ہے۔

حضرت بابا بلھے شاہؒ کے پیرومرشد حضرت شاہ عنایت قادریؒ بھی حضرت شیخ محمد غوث گوالیاریؒ کے مرید تھے۔اسی لیے حضرت بابا بلھے شاہؒ قصور سے نکل کر براہ راست گوالیار تشریف لائے۔حضرت بابا بلھے شاہؒ نے حضرت گوالیاریؒ کے مزار پر طویل مراقبہ کیا آپ دن بھر فریاد وفغاں میں مصروف رہتے اور رات کو یہ گریہ نیم شب تک جاری رہتا۔

آخر ایک دن حضرت شیخ محمد گوالیاریؒ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: ''سید عبداللہ تم اتنے مضطرب کیوں ہو اور کیا چاہتے ہو''؟ "پیرومرشد مجھ سے خفا ہو گئے ہیں اور دنیا کے ساتھ میری آخرت بھی برباد ہوگئی ہے۔ "حضرت بابا بلھے شاہؒ نے رو رو کر اپنی روداد بیان کی۔جواب میں حضرت شیخ محمد غوثؒ نے آپ کو اپنے قدموں سے اٹھا کر سینے سے لگایا اور دولت عرفان عطا کی اور پھر ارشاد فرمایا ''میاں تان سین کی قبر پر جا کر بیری کے درخت کی ڈھائی پتیاں کھا لو مرشد تم سے راضی ہو جائیں گے''۔

روایت ہے کہ مرنے کے بعد میاں تان سین کی قبر پر بیری کا ایک پودا چھوٹا تھا اور پھر یہ تن آور درخت بن گیا۔موسیقی سے رغبت رکھنے والے لوگ تان سین کے مزار پر جاتے تھے اور ڈھائی پتے کھا کر موسیقی کا عرفان حاصل کرتے تھے۔حضرت بابا بلھے شاہؒ نے مزار کے پتے کھائے اور لاہور پہنچ گئے۔

لاہور پہنچ کرحضرت بابا بلھے شاہؒ نے اپنے پیرومرشد کی مجلس میں حاضر ہونے کا ایک عجیب طریقہ اختیار کیا۔انہوں نے قوالوں کو راضی کیا کہ وہ ایک مغنیہ کے روپ میں شیخ کے دربار میں جانا چاہتے ہیں۔

پھر وہ قوال اجازت لینے کے لیے حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے "شیخ ہندوستان کی ایک مشہور مغنیہ ہے اور اپنے فن کا مظاہرہ کر چکی ہے اب وہ اپنے فن کی داد آپ سے چاہتی ہے۔اگر آپ اجازت دیں تو "؟''ہم بھی اُسے جانتے ہیں''۔جمعہ کے دن اس مغنیہ کو بھی ساتھ لیتے آنا۔پھر بعد از نماز جمعہ محفل سماع آراستہ ہوئی قوالوں نے عارفانہ کلام پیش کیا قوالوں کی باری ختم ہونے کے بعد حضرت شاہ عنایت قادریؒ نے پوچھا "وہ مغنیہ کہاں ہے؟ جس کے فن کی پورے ہندوستان میں دھوم ہے۔"

حضرت شاہ عنایت قادریؒ کی بات سن کر بلھے شاہ قوالوں سے ذرا آگے آ گئے ساز دانوں کے ساز چھیڑے اور آپ نے اپنا ہی کلام گانا شروع کر دیا۔

عشق کی وادی پرخار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ذوق سفر۔۔۔۔۔۔۔۔آبلہ پائی ۔۔۔۔۔۔جذبوں کی شدت ۔۔۔۔۔۔شدت طلب ۔۔۔۔۔۔۔محرومی و فراق۔۔۔۔۔۔واردات قلب کی سچی عکاسی۔۔۔۔۔۔۔مجلس کے درودیوار پر وجد طاری تھا۔۔۔۔۔۔۔اور حاضرین جھوم رہے تھے

پھر پوری مجلس اس مشہور''کافی'' کے معنی وآہنگ سے گونج اٹھی:-------تیرے عشق نچایا تھیا تھیا---تیرے عشق نچایا تھیا تھیا

پھر جب بابا بلھے شاہؒ اس شعر پر پہنچے------سانوں گھائل کر کے پھر خبر نہ لیا---تیرے عشق نچایا تھیا تھیا

تو حضرت شاہ عنایت قادریؒ نے بے اختیار فرمایا''ہمیں سب خبر ہے تو بلھا ہے'' یہ سنتے ہی حضرت بلھے شاہ کا رقص تھم گیا۔آپ دیوانہ وار آگے بڑھے اور پیرومرشد کے قدموں سے لپٹ گئے "حضرت میں بلھا نہیں بھولا ہوا ہوں- "یعنی جسے بھلا دیا گیا ہے حضرت شاہؒ نے انہیں اٹھا کر گلے سے لگایا ''تو میرا بلھا ہی ہے اب یہ سوز عشق کبھی کم نہ ہوگا''۔

اس واقعے کے بعد حضرت بلھے شاہؒ مستقل طور پر قصور چلے گئے۔درمیان میں کچھ دنوں کے لیے پیرومرشد کی زیارت کو تشریف لاتے اور پھر واپس جا کر تبلیغ اور ہدایت کے کام میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کے 1147ھ میں حضرت شاہ عنایت قادریؒ کا انتقال ہو گیا۔

نہ کر بلھیا میری میری، نہ تیری نہ میری
چار دناں دا میلہ دنیا، فیر مٹی دی ڈھیری

یہ حضرت بلھے شاہؒ کے لیے وہ صدمہ تھا جس نے زندگی بھر آپ کو مضطرب اور بے قرار رکھا۔

حضرت بابا بلھے شاہؒ کا ایک شعر ہے:

ترجمہ:''انسان کو اپنے دل سے تکبر کو نکال کر اسے جلا دینا چاہیے اور حرص وطمع کو کنویں میں پھینک دینا چاہیے پھر محبوب حقیقی تجھ سے خُود ہی آ ملے گا''۔

آخر خاندان قادریہ کا نامور فرزند مے خانہ معرفت کا مست الست عاشق جانباز۔رقص کرنے والا صوفی پاکباز 1785ء میں خاموش ہو گیا۔انتقال کے وقت عمر مبارک ایک سو دس سال تھی۔

آپؒ اسی قصور میں آسودہ خاک ہوئے جس کے بارے میں آپؒ نے فرمایا تھا:

''مجھے مرشد کے حکم سے مجبور ہو کر وہاں جانا پڑ رہا ہے۔جہاں نہ کوئی نیک کام کرتا ہے نہ سخاوت کرتا ہے اور نہ وہاں پر کوئی آئین نافذ ہے''۔

آج اسی قصور میں آپؒ کی قبر مبارک سے آئین حق کی روشنی پھوٹتی ہے آپؒ کے عارفانہ کلام سے سخاوت کے دریا بہتے ہیں۔اور آپؒ کی سیرت اور کردار سے متاثر ہو کر بڑے بڑے بدکار اپنے سیاہ ماضی سے تائب ہو کر روشن مستقبل کی راہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔

آپؒ کا عرس مبارک ہندی مہینے کے مطابق بھادوں کی 11 اور 12 تاریخ کو ہوتا ہے۔ملک کے طول و عرض سے عقیدت مند جمع ہوتے ہیں کچھ لوگ قادری قلندر کے دربار پر تلاوت قرآن اور درود وسلام کے نذرانے پیش کرتے ہیں اور زائرین کی ایک بڑی تعداد قوالیوں کے ذریعے اپنی عقیدت کا اظہار کرتی ہے۔

****

حضرت لعل شہباز قلندرؒ

لعل شہباز قلندرؒ کے نام سے شہرت پانے والی بزرگ ہستی کا نام ان کے والد نے سید عثمان رکھا مگر بعد میں انہوں نے لعل شہباز قلندر کے نام سے دنیا میں شہرت پائی۔آپ کی ولادت آذربائیجان کے گاؤں مروند میں ہوئی۔آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام جعفر صادقؓ سے جا ملتا ہے۔جس طرح ہندوستان میں حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیریؒ کی وجہ سے اجمیر کو شناخت حاصل ہوئی ہے۔اسی طرح سندھ میں سیہون شریف کو حضرت لعل شہباز قلندر کی وجہ سے غیر معمولی عظمت حاصل ہے۔

سرزمین سندھ کی بھی بڑی خوش نصیبی ہے کہ عالمِ اسلام کے مختلف علاقوں سے اللہ تعالیٰ کے مقرب اور برگزیدہ بندے یہاں تشریف لائے اور رشد و ہدایت کے دریا جاری کیے۔ان بزرگان دین نے اپنے علم وعمل کی روشنی سے صرف زمین سندھ ہی کو نہیں بلکہ گردونواح کو بھی منور کیا۔باب السلام سندھ میں ہزاروں بزرگان دین، اولیاء اللہؒ،صوفیا کرام کا سلسلہ رشد و ہدایت ،فیض و برکات جاری رہا۔

آذربائیجان کے چھوٹے سے قصبے میں حضرت کبیر الدین احمد تقوٰی اور پرہیز گاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔حضرت سید محمد کبیر الدین احمد شاہ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔آپ کی اہلیہ اس مسئلے کی وجہ سے اداس رہنے لگی تھیں۔سید محمد کبیر الدین ہر شب تہجد کے بعد بارگاہ ایزدی میں مناجات کرتے اور ایک حالت گریہ طاری ہوجاتی۔ایک شب انہوں نے حضرت علیؓ کو دیکھا اور عرض کیا یا امیر المومنین۔میرے حق میں اللہ تعالیٰ سے اولاد کے لیے دعا کیجیے کہ وہ مجھے فرزند عطا فرمائے۔حضرت علیؓ نے تسلی دیتے ہوئے آپ کو ایک فرزند کی بشارت دی۔

کچھ عرصہ بعد 606ھ بمطابق 1177ء میں سید کبیر الدین احمد کے گھر ایک فرزند کی ولادت ہوئی۔جس کا نام محمد عثمان رکھا گیا اسے آنے والے زمانے میں آسمان ولایت کا شہباز بننا تھا۔محمد عثمان کی ابتدائی تعلیم آپ کی والدہ ماجدہ کی نگرانی میں ہوئی۔7 برس کی عمر میں کلام پاک حفظ کرلیا۔حضرت شیخ منصور کی نگرانی میں علوم ظاہری کی تکمیل کی۔عربی اور فارسی زبانوں میں آپ نے بہت کم عرصے میں خاصی مہارت حاصل کرلی۔آپ کی والدہ صاحبہ آپ کی ابتدائی عمر میں ہی وفات پا گئیں۔اور والد کا سایہ بھی والدہ کی وفات کے کچھ عرصے بعد آپ کے سر سے اُٹھ گیا۔ظاہری علوم کی تحصیل کے بعد آپ کا میلان طریقت ومعرفت یعنی روحانی علوم کی طرف ہوا چنانچہ آپ نے اس تعلیم کے لیے مروند سے سبزوار کا بھی سفر کیا ان دنوں وہاں جلیل القدر شخصیت سید ابراہیمؒ ولی مقیم تھے۔آپ حضرت امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے تھے۔آپ بڑے عابد وزاہد اور جیّد عالم تھے۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ حضرت ابراہیم ولی کی خدمت میں رہ کر تحصیل علم میں مشغول ہوگئے۔حضرت ابراہیم ولی نے حضرت لعل شہباز قلندر کی صلاحیتوں کو پرکھ کر جلد ہی مشائخ اور علما کی محفل میں حضرت لعل شہباز کو خلافت کی دستار سے نواز دیا غیبی اشارہ ملنے پر آپ اپنے وطن سے عراق تشریف لے گئے اور وہاں سے ایران تشریف لائے۔حضرت امام رضاؒ سے روحانی وقلبی وابستگی کی وجہ سے آپ کے مزار پرانوار پر حاضر ہوئے چندروز تک مراقبے کا سلسلہ جاری رہا۔آپ کو باقاعدہ گوشہ نشینی کا حکم ہوا۔آپ خانقاہِ رضویہ میں مصروفِ عبادت رہے۔یہ سلسلہ 40 روز تک جاری رہا اور آخری ایام میں حکم ہوا کہ حج بیت اللہ اور زیارتِ روضۂ رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف حاصل کریں۔اس طرح آپ امام رضا سے روحانی اجازت ملنے کے بعد حجازِ مقدس روانہ ہوگئے۔

اس سفر میں عراق پہنچنے پر حضرت لعل شہباز قلندر حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے مزار پر حاضر ہوئے۔حضرت لعل شہباز قلندر نے بغداد سے حجاز تک راستے میں کئی مقامات مقدسہ کی زیارت کی۔آپ 3 ماہ تک مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔مسجد نبوی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جب روضۂ اطہر کے قریب پہنچے تو دیر تک بارگاہِ رسالت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سر جھکائے سلام پیش کرتے رہے۔

آپ 11 ماہ مدینہ میں مقیم رہے۔غیبی اشارہ ملنے پر آپ سندھ کی طرف روانہ ہوگئے۔سفر کے دوران شہباز قلندر مکران کے ساحل پر پہنچے۔جب آپ وادی پنج گور میں داخل ہوئے تو ایک سرسبز میدان نے آپ کے قدم پکڑ لیے۔آپ نے یہاں چلہ کشی کی اور اس میدان کو یادگار بنا دیا۔مقامی مکرانیوں نے اس ویرانے میں ایک فقیر کو چلہ کشی کرتے دیکھا تو دیدار کے لیے امڈ کر آگئے۔آپ کی عبادت وریاضت سے متاثر ہو کر ہزاروں مکرانیوں اور بلوچیوں نے اسلام قبول کرلیا اور آپ کے مرید ہوگئے۔

یہاں ایک عرصہ قیام کرنے کے بعد آپ اس دشت کو دشتِ شہباز بنا کر آگے بڑھ گئے۔ آپ جب پسنی سے گزرے تو ایک گڈریا اپنی بکریوں کا ریوڑ لے کر جا رہا تھا۔ آپ عالم جذب میں تھے۔ وہ گڈریا اپنی بکریوں کو بھول کر آپ کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ آپ نے چند دن کے ساتھ میں اسے اپنے رنگ میں ایسا رنگا کہ آپ کے جانے کے بعد وہ گڈریا لعل کے نام سے مشہور ہو گیا۔ پسنی بندرگاہ کے ٹیلے کی دوسری جانب گڈریا لعل کا مزار آج تک اس گڈریے کی یاد دلاتا ہے۔ یہاں سے آپ سندھ میں داخل ہوئے لیکن رُکے بغیر سیدھے ملتان پہنچے اور شہرِ ملتان کے مضافات میں قیام فرمایا۔ آپ کی شخصیت سے متاثر ہو کر ملتان اور گرد و نواح کے لوگ آپ کے پاس آنے لگے۔ ہر وقت لوگوں کا ایک ہجوم رہنے لگا۔ یہ لوگ طرح طرح کے مسائل لے کر آپ کے پاس آتے۔

قلندر شہباز کی دعاؤں سے بے شمار مریضوں کو شفا ملی، لاتعداد دکھیاروں کے دکھ دور ہوئے، ان خوش نصیب لوگوں کی زبانی قلندر شہباز کی کرامات کا چرچہ بھی دور دور تک ہونے لگا۔ ملتان کے قاضی علامہ قطب الدین کاشانی کی سماعت بھی ان قصّوں سے آشنا ہوئی آپ ایک عالم فاضل شخص تھے لیکن صوفیت اور درویشی پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے آپ کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا۔

حضرت لعل شہباز کے کسی عقیدت مند نے قاضی کا فتویٰ آپ تک پہنچا دیا۔ آپ چند خدمت گاروں کے ساتھ ملتان کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت بہاؤالدین زکریا کی روحانی ولایت سے اس وقت ملتان جلوہ افروز ہو رہا تھا۔ ہر روز مجلسِ ارشاد کا انعقاد ہوتا تھا۔ ہزاروں طالبِ حق کسبِ فیض کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ مسندارشاد پر جلوہ افروز تھے کہ کسی نے اطلاع دی کہ ''حضرت عثمان مروندی قلندرؒ نام کے کوئی بزرگ علامہ قطب الدین کاشانی سے مناظرے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے کہا "جاؤ اور قلندر کو نرمی سے سمجھا بجھا کر میرے پاس لے آؤ"۔ حضرت لعل شہباز قلندر ابھی ملتان کے دروازے پر پہنچے تھے کہ بہاؤالدین زکریا ملتانی کے مریدین آپ کے استقبال کے لئے پہنچ گئے۔ اب آپ کے قدم قاضی کی عدالت کے بجائے حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کی خانقاہ کی جانب تھے۔ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ سے پہلی ملاقات دوستی میں تبدیل ہو گئی حضرت لعل شہباز قلندر ایسی صحبتوں کے متلاشی تھے۔ خانقاہ میں بیٹھے تو اُٹھنا بھول گئے۔ دن رات صحبتیں رہنے لگیں۔ اسی خانقاہ میں آپ کی ملاقات فریدالدین گنج شکرؒ اور حضرت سرخ بخاری سے ہوئی۔

اس زمانے میں خطہ پنجاب اور سندھ میں قرامطہ فرقے کا بہت زیادہ اثر تھا۔ ان کے عقائد بنیادی اسلامی تعلیمات کے منافی تھے۔ خطہ پنجاب میں کئی علاقے ایسے تھے جہاں ابھی تک اسلام کے روشنی نہیں پہنچی تھی۔

ان حالات کے پیشِ نظر حضرت بہاؤالدین زکریاؒ نے رشد و ہدایت اور اسلام کی تبلیغ کا ایک عملی منصوبہ تیار کیا۔ ایک طرف اپنے مریدوں کو مختلف تبلیغی دوروں پر روانہ کیا تو دوسری جانب حضرت لعل شہباز قلندر، حضرت فریدالدین گنج شکر اور سید جلال سُرخ بخاری کے ہمراہ تبلیغی دوروں پر روانہ ہوئے یہ چاروں بزرگ کافی عرصہ ایک ساتھ رہے۔ بعد میں یہ چاروں بزرگ چار یار کے نام سے بھی مشہور ہوئے۔

حضرت لعل شہباز قلندر کی شخصیت میں ایک خاص کشش تھی جسکی وجہ سے لوگ آپ سے بہت متاثر ہوتے تھے۔ آپ ان تبلیغی دوروں میں جہاں بھی گئے۔ آپ سے بے پناہ کرامات بھی ظاہر ہوئیں۔ جن سے عوام الناس میں آپ کو بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ اولیاء اللہ کی تبلیغی کوششوں نے لوگوں کو بہت سکون اور اعتماد عطا کیا اور لوگ کثرت سے اسلام قبول کرتے چلے گئے۔

ہندوستان کے مختلف شہروں کی حضرت لعل شہباز قلندر سیاحت کرتے ہوئے جونا گڑھ تشریف لائے۔ ان دنوں یہاں کے لوگ ایک عجیب مصیبت میں گرفتار تھے۔ دن کی ایک خاص گھڑی میں ایک زنبیل اور ڈنڈا نظر آتا تھا۔ اسے کون پکڑے ہوئے ہے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ بس ایک آواز آتی تھی جسے کچھ دینا ہے اس زنبیل میں ڈال دے۔ لوگوں میں یہ بات بھی مشہور ہو گئی تھی کہ اگر کوئی اس زنبیل میں کچھ نہیں ڈالے گا تو نقصان اُٹھائے گا۔

اس لئے لوگ خوف زدہ ہو کر کچھ نہ کچھ اس زنبیل میں ڈال دیا کرتے تھے۔ یہ زنبیل کہنے کو ایک چھوٹا سا کاسہ تھا لیکن اس میں بہت سارا سامان سما جاتا تھا۔ لوگ اس زنبیل سے متاثر تو تھے لیکن روز روز کی طلب سے تنگ آ چکے تھے۔ انہوں نے بہت سے بزرگوں سے رابطہ کیا لیکن کوئی بھی اس زنبیل اور ڈنڈے کو نظر آنے سے نہ روک سکا۔ یہ قصہ چل ہی رہا تھا کہ حضرت لعل شہباز قلندر شہر سے باہر مقیم ہوئے۔ آپ کی شہرت سن کر ایک درویش آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس درویش نے پورا واقعہ آپ کو سناتے ہوئے اپنی بے بسی کا اظہار کیا وہ درویش آپ کو اس محلے میں لے گیا جہاں وہ زنبیل ظاہر ہوتی تھی۔ کھیل شروع ہو چکا تھا زنبیل اور ڈنڈا ہر دروازے پر ہوا میں اُڑتا ہوا پہنچ رہا تھا اور لوگ اپنی نذریں اس میں ڈال رہے تھے۔ قلندر شہباز نے اپنا دستِ مبارک بڑھایا۔ زنبیل اور ڈنڈا دونوں آپ کے ہاتھ میں آ گئے۔ لوگ دم

بخود کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ حضرت شہباز قلندر نے ڈنڈا اپنے پاس رکھا اور زنبیل اُس درویش کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا زنبیل تم رکھ لو۔ آج سے تم زنبیل بادشاہ ہو۔ جو بھی تمہاری زنبیل سے کھائے گا، فیض یاب ہوگا۔

دوران سیاحت آپ کرنار اور گجرات بھی تشریف لے گئے اور لوگوں کو توحید اور حقانیت کا درس دیا۔ جس زمانے میں آپ کرنار میں مقیم تھے۔ آپ کے گرد حاجت مندوں کا ہجوم رہتا تھا۔ یہ زمانے بھر کے ستائے ہوئے بیمار اور مفلس انسان تھے جنہیں قلندر کے تسکین آمیز کلمات جینے کا حوصلہ دیتے تھے۔ آپ دکھی لوگوں کے آنسو پونچھتے۔ انہیں تسلی دیتے اور غمخواری فرماتے۔

ایک روایت یہ ہے کہ اسی سیاحت کے دوران میں آپ نے حضرت بوعلی شاہ قلندر سے بھی ملاقات کی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت بوعلی شاہ قلندر ہی نے آپ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ سندھ میں سیوستان (سیہون) میں سکونت اختیار فرمائیں۔ ملتان کے لوگوں کی خواہش تھی کہ آپ واپس آ کر ملتان میں ہی قیام کریں لیکن آپ نے سیہون جانے کا ارداہ ظاہر کیا اور سندھ کا رخ کیا۔ حضرت لعل شہباز قلندر 649 ہجری میں سندھ تشریف لائے۔

سیہون میں اس وقت ہندو راجہ جیسر جیج (جو عرف عام میں راجا چوپٹ کہلاتا تھا) کی حکومت تھی۔ راجہ چوپٹ ایک عیاش طبع آدمی تھا۔ راجہ رعایا کے حال سے بے خبر رہتا۔ لاقانونیت اور ظلم وتشدد ہر طرف عام تھا۔ کسی کی کوئی فریاد نہیں سنی جاتی تھی۔ اس وقت کا یہ مقولہ بھی مشہور ہے "اندھیری نگری چوپٹ راجہ" لوگوں کو بے بس اور لاچار دیکھ کر ایک مجذوب جس کا نام سکندر بودلہ تھا وہ اکثر ایک نعرہ مستانہ لگایا کرتا تھا۔ میرا مرشد آنے والا ہے۔ ظلم کا زوال ہونے والا ہے۔ سکندر بودلہ سیوستان کی پہاڑیوں میں عبادت وریاضت کرتے تھے۔ ایک بار بزرگ نے خواب میں غیبی آواز سنی کہا ایک مرد قلندر آرہا ہے۔ جو ظلمت کو نور میں تبدیل کردے گا۔ پھر اکثر ان بزرگ کی زبان پر یہ ورد رہتا کہ میرا مرشد سائیں آرہا ہے اس نعرے کو سن کر شہر کے لوگوں کے دلوں سے دعا اٹھتی کہ خدا کرے ہمارا نجات دہندہ جلد آئے اور ہمیں راجہ کے ظلم سے بچائے۔

مجذوب کی آواز میں ایسی کڑک تھی کہ راجہ کے قلعے کی دیواروں کو چیرتی ہوئی اندر آجاتی تھی۔ رات کے اندھیرے اور سناٹے میں یہ پرسوز آواز اہل قلعہ کی نیندیں اڑادیتی تھی۔ شروع شروع میں تو راجہ اور قلعہ کے لوگوں نے نعروں کو سن کر نظر انداز کردیا تھا۔ جب نعروں میں شدت آگئی تو وہ بھی بوکھلا اٹھے۔ ان فلک شگاف نعروں نے نجانے کیوں نہ صرف راجہ جیسر کو مشتعل کردیا بلکہ خوفزدہ کردیا تھا۔ بالآخر راجہ کے سپاہی آگئے اور اس مجذوب کو گرفتار کرکے راجہ کے پاس لے گئے۔

راجہ کے سامنے سکندر بودلہ کی زبان پر یہی الفاظ تھے میرا مرشد آنے والا ہے۔ ظلم کا زوال ہونے والا ہے تو راجہ غضبناک ہوگیا اور اس نے سکندر بودلہ کو قید کروا یا لیکن قید خانے میں بھی فلک شگاف نعرے بند نہ ہوئے۔ راجہ رات بھر اذیت کی آگ میں جلتا رہا۔ صبح ہوئی تو اس نے وزیروں کو طلب کیا۔ وزیروں نے کہا کہ اس شخص کی کھال ادھیڑی جائے آپ ہی دماغ ٹھکانے آجائے گا۔ راجا نے اجازت دے دی۔ سکندر بودلہ پر تازیانوں کی بارش کردی گئی لیکن وہ یہ کہتا رہا کہ میرا مرشد آنے والا ہے اور ظلم کا زوال ہونے والا ہے۔ سکندر بودلہ پر وحشیانہ تشدد جاری رہا۔ تقریباً روزانہ ان پر تازیانوں کی بارش کی جاتی تھی لیکن آپ کے ہونٹوں پر ایک ہی نعرہ جاری رہتا تھا۔ سندھ کا علاقہ حضرت شہباز قلندر کے لیے انجان تھا۔ آپ یہاں کی زبان اور ثقافت سے واقف نہیں تھے۔ اس کے باوجود آپ سرزمین سندھ کی طرف تشریف لے آئے۔ حالات کا مشاہدہ کرکے آپ نے کسی ایک جگہ مستقل سکونت اختیار کرنے کا ارادہ ترک کرکے پہلے ارد گرد علاقوں میں تبلیغی دوروں کا آغاز کیا۔ آپ نے ٹھٹھے کے قریب آرائی کے مقام پر ایک بزرگ پیر پیٹھ سے ملاقات کی۔ یہ بزرگ ایک پہاڑی کے غار میں مصروفِ عبادت رہتے تھے۔ حضرت لعل شہباز قلندر نے اس غار میں آپ سے ملاقات کی اور کامرانی کی دعائیں لے کہ رخصت ہوئے۔ آپ نے سندھ کے ایک گاؤں ریحان میں بھی کچھ دن قیام فرمایا۔ بعد میں یہی گاؤں حضرت رکن الدین ملتانی کی نسبت سے رکن پور کہلایا۔

جب حضرت لعل شہباز قلندر اس گاؤں میں تشریف لے گئے تو اس گاؤں کی زمین بنجر تھی۔ پھر اللہ نے آپ کی برکت سے اس زمین کی سرشت بدل ڈالی۔ علاقہ آباد ہوگیا۔ سرسبز شادابی کی وجہ سے بنجر زمین بھی خزانے اُگلنے لگی۔

کراچی کے قریب منگھوپیر کا مزار ہے بعض روایات کے مطابق صاحبِ مزار فریدالدین گنج شکرؒ کے خلیفہ ہیں۔ اسی پہاڑی پر لعل شہباز قلندر کے نام سے ایک بستی آباد ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں حضرت لعل شہباز قلندر یہاں تشریف لائے اور کچھ عرصہ قیام کیا۔ آپ کی ایک چلہ گاہ حیدرآباد کے نزدیک ٹنڈ وغلام حسین میں بھی موجود ہے۔ مشہور ہے کہ آپ یہاں چلہ کش ہوئے تھے۔ یہ بھی ایک روایت ہے کہ دوران سیاحت قلندر پاک نے پاٹ شہر میں حاجی اسماعیل منوہر سے بھی ملاقات کی تھی۔ پاٹ

دراصل سندھ کا ایک قدیمی شہر تھا۔ بہت سے علمائے کرام دور دراز کی مسافت طے کرکے اس شہر میں آئے تھے۔قدیم تذکروں میں اس شہر کو اسی وجہ سے قصبہ الاسلام کہا گیا ہے۔ یہاں باغات کی کثرت تھی جس میں انار بہت کثرت سے ہوتے تھے۔سیہون شریف کے ریلوے اسٹیشن کے جنوب میں ایک بلند پہاڑ ہے جس کے اندر ایک قدیم غار موجود ہے۔روایت ہے کہ اس غار میں حضرت لعل شہباز قلندر نے چلہ کشی کی تھی۔

سیہون کے ریلوے اسٹیشن کے قریب آپ کے نام سے منسوب ایک لال باغ بھی ہے۔روایات کے مطابق اس باغ کے قریب ایک پہاڑی پر بھی آپ نے چلہ کشی کی تھی۔ مقامی لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ حضرت لعل شہباز قلندر کی آمد سے قبل نہ یہ باغ تھا نہ یہ چشمہ۔لوگ اس مقام پر چشمہ کی موجودگی کو شہباز قلندر کی کرامت سمجھتے تھے۔ یہ چند نشانات جو تاریخ میں محفوظ رہ گئے ہیں۔صاف بتاتے ہیں کہ آپ نے سندھ کے دور دراز کے علاقوں کے دورے کیے۔اس دور کے سفر آج کی طرح باسہولت نہیں تھے۔ دین کی تبلیغ کے لئے ہمیں آپ کے عزم اور حوصلوں سے رہنمائی اور ترغیب لینی ہوگی۔آپ کی بہت سی کرامات مقبول ہیں۔

روایات ہیں کہ جب کبھی آپ کے پاس کوئی لاعلاج مریض آتا تو آپ اس پر گہری نظر ڈالتے اور فرماتے:

''اے بیماری! میں تمھیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اسے چھوڑ دے۔''

لعل شہباز قلندرؒ کا یہ جملہ مریض میں تندرستی کے آثار پیدا کر دیتا۔اس کے علاوہ بعض اوقات پانی پر دم کر کے بھی مریض کو دیتے اور فرماتے یہ پانی بیمار کو پلاؤ اور آنکھوں کو لگاؤ۔آپ کی ہدایت پر عمل کر کے بیمار صحت یاب ہو جاتے تھے۔ایک مرتبہ سندھ اور اس کے قرب وجوار میں اتنا شدید قحط پڑا کہ مخلوقِ خدا سخت پریشان ہوئی۔ اس قحط سے نجات حاصل کرنے کے لیے لوگوں نے قلندرؒ سے عرض کیا کہ آپ اللہ سے دُعا کریں ہمیں اس قحط سے نجات دے دے۔حضرت لعل شہباز قلندر نے بارگاہِ ایزدی میں دعا کی، ابھی دعا میں مصروف ہی تھے کہ بارش شروع ہوگئی اور اتنی شدید بارش ہوئی کہ خشک کھیت پانی سے بھر گئے۔ندی نالے پُر ہو گئے۔اور مخلوقِ خدا نے سکون کا سانس لیا۔

وادی مہران سندھ کے مختلف علاقوں کو فیض یاب کرنے کے بعد حضرت لعل شہباز قلندرؒ سیوستان ''یعنی سیہون'' میں مقیم ہوئے۔ جہاں آپ کو بڑی پذیرائی حاصل ہوئی اور آپ کے حسنِ اخلاق کی بہت دور دور تک شہرت ہوگئی۔

لعل شہباز قلندرؒ اور ان کے ساتھیوں نے جس میدان میں پڑاؤ ڈالا تھا۔اس کے قریب ایک بستی میں شراب وشباب کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔درویش کے پڑاؤ کی وجہ سے اس بستی کے مکینوں نے خوف محسوس کیا اور راجہ کے پاس جا کر ان کی شکایت کی۔ان لوگوں کی دروغ گوئی سُن کر راجہ تلملا اُٹھا۔اس نے بہت مغرور لہجے میں اپنے کوتوال کو حکم دیا "ان مسلمان فقیروں کو بےعزت کر کے اس کی ریاست سے نکال دیا جائے"۔

راجہ جیر جی کے سپاہی گدڑی پوشوں کے خیمے میں داخل ہوئے اور انہیں حاکمِ سیہون کا حکم سنایا۔گدڑی پوشوں نے کہا کہ ہم صرف اپنے مرشد کے حکم کی پابندی کرتے ہیں۔اگر تمہیں کچھ کہنا ہے تو ان سے کہو۔راجہ کے سپاہی اسی حالت غضب میں قلندر شہباز کے خیمے کی طرف بڑھے مگر اندر داخل نہیں ہو سکے۔سپاہیوں کو ایسا محسوس ہوا جیسے ان کے پیروں کی طاقت سلب ہو چکی ہے اور وہ اپنے جسم کو حرکت دینے سے قاصر ہیں۔پھر جب سپاہیوں نے واپسی کا ارادہ کیا تو ان کی ساری طاقت بحال ہوگئی۔ سپاہیوں نے دوبارہ خیمے میں جانے کی کوشش کی اس بار بھی ان کے ساتھ ایسا ہی ہوا۔مجبوراً سپاہی کچھ کیے بنا واپس چلے گئے۔

راجا جیر جی اپنے سپاہیوں کی مجبوریوں کا قصہ سن کر چراغ پا ہو گیا۔اس نے فوری طور پر جانے والے وزیروں، مشیروں اور درباری نجومیوں کو طلب کر لیا۔تمام واقعات سن کر حاکم سیہون کی طرح ارکین سلطنت اور ستاروں کا علم جاننے والے بھی حیران و پریشان تھے۔

پھر درباری نے ستاروں کی چال اور زائچے وغیرہ بنائے تو یکایک ان کے چہروں پر خوف کے گہرے سائے لرزنے لگے۔نجومیوں نے راجہ جیر جی سے عرض کیا۔زائچے بتاتے ہیں کہ ایک شخص حدود سلطنت میں داخل ہوگا اور پھر وہی شخص اقتدار کے ساتھ ساتھ آپ کی زندگی کے لیے بھی سنگین خطرہ بن جائے گا۔شاید وہی شخص ہے جس کے ایک مجذوب شاگرد کو آپ نے قید میں ڈال دیا ہے۔

نئی چال سوچی گئی۔وزیروں کے کہنے پر ہیرے جواہرات اور اشرفیوں سے بھرا ہوا خوان لے کر شہباز قلندرؒ کی خدمت میں پیش کیا گیا کہ اسے قبول فرمائیں اور کسی دوسری جگہ قیام فرمالیں۔آپ نے حکم دیا کہ ان جواہرات کو آگ میں ڈال دو۔خدمت گار نے اپنے مرشد کے حکم کے مطابق خوان اٹھا کر آگ میں ڈال دیا۔دیکھتے ہی دیکھتے ایک شعلہ سا بھڑکا اور واقعی تمام ہیرے جواہرات اور سونے کے ٹکڑے کوئلے اور لکڑی کی طرح آگ میں جل کر خاک ہو گئے۔

حاکمِ سیہون کا نمائندہ کچھ دیر تک پتھرائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ یہ ناقابلِ یقین منظر دیکھتا رہا۔ وہ سونا جو تپتی ہوئی بھٹی میں بہت دیر کے بعد پگھلتا ہے اسے معمولی سی آگ کے شعلوں نے چند لمحوں میں جلا کر خاک کر ڈالا تھا۔ مسلمان درویش کی یہ کرامت دیکھ کر وزیر نے قدموں پر سر رکھ دیا۔ پھر جب وزیر کانپتے قدموں کے ساتھ واپس جانے لگا تو آپ نے نہایت پرجلال لہجے میں فرمایا:

''اپنے راجہ سے کہہ دینا کہ ہم یہاں سے واپس جانے کے لیے نہیں آئے ہیں۔ حاکمِ سیہون اپنی سلامتی چاہتا ہے تو خود یہاں سے چلا جائے۔''

وزیر دوبارہ حاکمِ سیہون کی خدمت میں پہنچا اور اس نے لعل وجواہر کے راکھ ہوجانے کا پورا واقعہ سنایا تو راجہ جیر جی اور زیادہ غضبناک ہوگیا اور کہنے لگا تو بزدل ہے کہ ایک معمولی سی بات سے ڈر گیا۔ میں نے اس سے بھی بڑی شعبدہ بازیاں دیکھی ہیں۔ میری سلطنت میں ایسے ایسے کامل جادوگر موجود ہیں جو مسلمان سنیاسی کے طلسم کو پارہ پارہ کردیں گے۔

عشاء کی نماز میں عجیب واقعہ پیش آیا۔ حضرت شہباز قلندر نے خدمت گاروں کی موجودگی میں قلعہ کی جانب رُخ کرتے ہوئے فرمایا: ''بودلہ! اب تم ہمارے پاس چلے آؤ۔''

خدمت گار حیران تھے کہ مرشد کسے پکار رہے ہیں؟

سکندر بودلہ جو راجہ جیر کی قید میں تھے اور کئی مہینوں سے دردناک سزائیں برداشت کر رہے تھے۔ ادھر آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات ادا ہوئے اور ادھر بودلہ کا جسم اچانک زنجیروں سے آزاد ہوگیا۔ بودلہ ابھی اسی حیرانی میں تھے کہ یکایک زندان کا دروازہ کھل گیا۔ بودلہ کو اپنے مرشد کی آواز سنائی دی بودلہ سمجھ گئے کہ یہ مدد کے سوا کچھ نہیں۔ اس نے بے اختیار نعرہ لگایا ''میرا مرشد آ گیا۔ میرا مرشد آ گیا۔''

شدید زخمی ہونے کے سبب بودلہ تیزی سے اُٹھے اور قید خانے سے باہر کی جانب دوڑنے لگے۔ آخر اس میدان میں پہنچ گئے جہاں لعل شہباز قلندر اور ان کے ساتھیوں نے قیام کیا ہوا تھا۔ بودلہ سے مل کر آپؒ نے اپنے مریدوں کو بتایا کہ:

''یہی تمھارا بھائی بودلہ ہے۔ اسے حاکم سیہون نے ناحق ستایا ہے۔ ان شاءاللہ! بہت جلد وہ اپنے عبرتناک انجام کو پہنچے گا۔''

شدید مخالفتوں کے باوجود آپ نے سیہون شریف میں رہ کر اسلام کا نور پھیلایا۔ ہزار لوگوں کو راہِ ہدایت دکھائی، لاتعداد بھٹکے ہوئے افراد کا رشتہ خدا سے جوڑا، لوگوں کو اخلاق اور محبت کی تعلیم دی۔ سچائی اور نیکی کی لگن انسانوں کے دلوں میں اُجاگر کی۔ آپ کی تعلیمات اور حسنِ سلوک سے سیہون کی ایسی کایا پلٹی کہ بہت بڑی تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ آپ لاتعداد بھٹکے ہوئے افراد کو راہِ راست پر لائے۔

راجہ جیر جی کی نیندیں حرام ہوگئی تھیں۔ سیہون میں ایک مسلمان درویش کی موجودگی اس کے لئے مستقل عذاب بن کر رہ گئی تھی۔ راجہ کئی بار اپنی طاقت کا مظاہرہ کرچکا تھا مگر ہر مرتبہ اُسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا تھا۔ آخر کار حاکمِ سیہون نے اپنے علاقے کے کچھ جادوگروں کو طلب کر کے ان سے مسلمان درویش سے مقابلے کا کہا لیکن سیہون کے ساحروں نے مقابلے سے پہلے ہی اپنی شکست تسلیم کر لی تھی کہ انہیں ہرانا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ البتہ جادوگروں نے راجہ کو مشورہ دیا کہ اگر کسی طرح مسلمان درویش کے شکم میں حرام غذا داخل کردی جائے تو اس کی ساری روحانی قوت زائل ہوجائے گی اور پھر ہمارے جادو کی طاقت اس پر غالب آ جائے گی۔

راجہ نے ایک روز کسی حرام جانور کا گوشت پکوایا اور کئی دسترخوان سجا کر مسلمان درویش کی خدمت میں بھیج دیے۔ جب یہ دسترخوان حضرت لعل شہباز قلندرؒ کی خدمت میں پیش ہوا تو دیکھتے ہی شیخ کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپ نے یہ کہہ کر کھانے سے بھرا ہوا دسترخوان پلٹ دیا کہ:

''ہمارا خیال تھا کہ وہ کافر اتنی نشانیاں دیکھ کر اب ایمان لے آئے گا مگر جس کی تقدیر میں ہلاکت و بربادی لکھی جا چکی ہو۔ اُسے اللہ کے سوا کوئی نہیں ٹال سکتا''

مرشد کے اس عمل سے خدام پر لرزہ طاری ہوگیا۔ پھر دوسرے ہی لمحے زمین بھی لرزنے لگی۔ سیہون شدید زلزلے کی لپیٹ میں تھا۔ زمین نے دو تین کروٹیں لیں اور طاقت و اقتدار کا سارا کھیل ختم ہوگیا۔ ادھر آپؒ کے سامنے خوان اُلٹا پڑا تھا اور اُدھر راجہ جیر جی کے قلعے کی بنیادیں اُلٹی ہوگئیں تھیں۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ صرف باعمل بزرگ تھے بلکہ آپ نے علم کی ترویج کے لیے بھی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ حضرت لعل شہباز قلندرؒ صرف ونحو کے بھی ماہر تھے۔ ایک مغربی مورخ سر رچرڈ برٹن کی تحقیق کے مطابق حضرت لعل شہباز قلندرؒ ایک عظیم ماہر لسانیات بھی تھے۔ آپ نے چار (4) کتابیں گرامر اور لسانیات کے حوالے سے فارسی زبان میں تحریر کی تھیں۔

مشہور سیاح ابن بطوطہ دنیا کا سفر کرتے ہوئے 734ھ میں جب سیہون پہنچا تو اس نے آپ کے مزار مبارک کی زیارت کی اور آپ کی خانقاہ میں ٹھہرا۔

مشہور محقق شیخ اکرام نے بھی اپنی کتاب موجِ کوثر میں برٹن کی ہسٹری آف سندھ کے حوالے سے دو مشہور کتابوں میزان الصرف اور صرف صفر کا تذکرہ کیا ہے جو کہ حضرت لعل شہباز قلندرؒ کی تحریر کردہ تھیں۔ حضرت شہباز قلندر ایک مشہور شاعر بھی تھے۔ آپ کے کلام میں معرفتِ الٰہی اور سرکارِ مدینہ کی مداح سرائی، عشقِ حقیقی کے والہانہ انداز جابجا نظر آتے ہیں۔

آپ کی شاعری میں روحانی وارفتگی اور طریقت وتصوف کے اسرار اور رموز بے حد نمایاں اور واضح ہو کر سامنے آتے ہیں۔ جو اکابر صوفیاء کرام کا ایک خاص طرہ امتیاز ہے۔ حضرت لعل شہباز قلندرؒ اپنے کلام میں عبد و معبود کے رشتوں کی ترجمانی اتنے حسین پیرائے میں کرتے ہیں کہ پڑھنے اور سننے والوں کے قلوب میں گداز اور عشق و محبت کا جذبہ فروزاں ہونے لگتا ہے۔

آپ کو لعل کہنے کی مختلف روایات ہیں۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ لعل شہباز قلندر کا خطاب آپ کے پیرومرشد نے عطا فرمایا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ اکثر لال رنگ کا لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے کیونکہ یہ اہلِ مروند کا مخصوص لباس تھا۔ جب آپ اپنی عمر کے سو سال مکمل کر چکے تھے کہ آپ کو ملتان جانے کا خیال آیا۔ آپ کے دوست حضرت بہاؤالدین زکریاؒ اب اس دنیا میں نہیں رہے تھے۔ ان کے فرزند حضرت صدرالدین عارف جانشین تھے۔

حضرت صدرالدین عارف کو جیسے ہی معلوم ہوا کہ حضرت لعل شہباز قلندر چند خدمت گزاروں کے ہمراہ ملتان آرہے ہیں تو آپ کو نہایت تزک واحتشام کے ساتھ اپنی خانقاہ پر لے آئے۔ اس وقت شہزادہ سلطان محمد تغلق حاکمِ ملتان تھا۔ اس نے بھی اپنے دربار میں محفل سماع رکھی اور حضرت لعل شہباز قلندرؒ کو اپنے دربار میں مدعو کیا۔ آپ نے دعوت قبول کر لی۔ کہتے ہیں کہ اس محفل میں دورانِ سماع اچانک حضرت لعل شہباز قلندرؒ پر وجد کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ حالتِ وجد میں اٹھے اور رقص کرنے لگے۔ آپ کا یہی وجدانہ رقص اس دھمال کی بنیاد بنا جو آج بھی آپ کے مزار پر دیکھا جا سکتا ہے۔ سلطان نے خواہش ظاہر کی کہ آپ ملتان میں ہی قیام فرمائیں مگر آپ نے فرمایا کہ آپ سیہون ہی میں رہیں گے۔

آپ کے ساتھ سلطان محمد تغلق کو اتنی عقیدت تھی کہ سلطان کی وفات کے بعد سلطان کی میت کو ٹھٹھہ سے سیہون لایا گیا اور آپ کی خانقاہ کے قرب وجوار میں دفن کیا گیا۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ نے تقریباً 103 برس (بعض تذکروں کے مطابق 112 برس کی) عمر پائی۔

آسمان ولایت کا یہ شہباز سیہون اور سندھ کے گرد و نواح کے تاریک علاقوں کو نورِ اسلام سے منور کرنے والا یہ آفتاب 18 شعبان المعظم 704ھ بمطابق 1275ء میں غروب ہو گیا لیکن لوگوں کے دلوں میں تا قیامت اس آفتاب کی روشنی باقی رہے گی۔

****

حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شمس تبریزؒ کا پورا نام محمد شمس الدین تھا۔ شہر تبریز کے حوالے سے شہرت دوام پائی۔ حضرت شمس تبریزؒ کی پیدائش 5 شعبان المعظم 560ھ کو ایران کے شہر سبزوار میں ہوئی۔ آپ کا شجرہ مبارک امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا انیسویں پشت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ شمس تبریزی یا شمس الدین محمد (1185ء 1248ء) ایران کے مشہور صوفی اور مولانا روم کے روحانی استاد تھے۔

آپ کے والد گرامی کا نام سید صلاح الدین محمد نور بخش تھا۔ حضرت تبریز کا سلسلۂ نسب براہ راست حضرت جعفر صادق ؒ سے ملتا ہے۔ ہوش سنبھالتے ہی حضرت شمس تبریزؒ کو تعلیم و تربیت کے لئے ان کے چچا عبدالہادی کے سپرد کر دیا گیا۔ چچا نے بھتیجے پر بہت محنت کی یہاں تک کہ تفسیر، فقہ اور حدیث کے ساتھ دیگر علوم سے بھی آراستہ کر دیا۔ حضرت شمس تبریز کو بچپن سے ہی دوشوق بہت عزیز تھے۔ رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں اکثر روزہ رکھ لیتے تھے۔ جب بھی روزے سے ہوتے ذکرِ خدا میں اکیلے کہیں کونے میں بیٹھ جاتے تھے۔ اچھے اور لذیز کھانوں کا کبھی شوق نہ رہا۔ اکثر آسمان کی طرف دیکھ کر تبسم فرماتے رہتے جن کا راز کوئی نہ جان سکا۔

حضرت شاہ شمسؒ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سید صلاح الدین محمد سے حاصل کی۔ ۵۷۶ ہجری ۱۶ سال کی زندگی میں آپ نے تمام دینی و دنیاوی تعلیم مکمل کر لی تھی۔ آپ اپنے والد محترم کے ساتھ ۵۷۹ ہجری میں سبزوار سے دنیا کے مختلف ملکوں میں تبلیغ کی خاطر تشریف لے گئے جہاں جا کر آپ نے اسلام کی شمع کو روشن کیا اور ہزاروں غیر مسلم لوگ آپ کے کرم وفیض سے مشرف با اسلام ہوئے۔ ۵۸۶ ہجری میں آپ اپنے والد محترم کے ساتھ اپنے آبائی وطن ایران سبزوار تشریف لائے اس طرح آپ کے والد سید صلاح الدین نے آپ کی شادی اپنے حقیقی بھائی حضرت سید جلال الدین کی دختر سے کر دی۔ خداوندِ کریم نے آپ کو دو فرزند عطا فرمائے۔ آپ کے پہلے فرزند سید نصیر الدین ۵۸۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۲ سال بعد آپ کے دوسرے فرزند سید علاؤالدین پیدا ہوئے۔ آپ کے دونوں فرزند علم و ادب میں کامل ہوئے۔

آپ نے اپنے والد سید صلاح الدین محمد سے شہر تبریز جانے کی اجازت طلب کی اور شہر تبریز تشریف لے گئے۔

روایات میں آتا ہے کہ ایک روز حضرت شاہ تبریزؒ بعد نماز عشاء قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے سو گئے تو خواب میں آپؒ نے ایک بزرگ کو دیکھا جن کی لمبی سفید داڑھی تھی۔ وہ بزرگ آپؒ کے سرہانے کھڑے تھے اور فرما رہے تھے کہ بیٹے! تم اب ظاہری و باطنی وعلوم سے سرفراز ہو چکے اللہ تعالیٰ تم سے ایک بڑا کام لینا چاہتا ہے جس کے لئے تمہیں روم جانا ہوگا اور وہاں پر ایک نامور عالم دین مولانا محمد جلال الدین رومیؒ ہیں جن کو تمہاری راہنمائی کی ضرورت ہے وہ بڑے عالم دین ہیں تم ان کی راہنمائی فرماؤ۔

حضرت شاہ شمس تبریزؒ جب نیند سے بیدار ہوئے تو آپؒ نے اپنے مرشد پاک حضرت بابا کمال الدین جندیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا خواب ان کے گوش گذار کیا۔ حضرت بابا کمال الدین جندیؒ نے خواب سننے کے بعد فرمایا "تم ابھی کچھ دیر ٹھہر جاؤ۔ چنانچہ آپؒ نے اپنا ارادہ ترک کر دیا"۔ اسی رات آپؒ کو پھر انہی بزرگ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے پھر آپؒ کو روم جانے کا حکم دیا۔

حضرت شاہ شمس تبریزؒ نے اگلے روز پھر حضرت بابا کمال الدین جندیؒ سے اس خواب کا ذکر کیا۔ حضرت بابا کمال الدین جندیؒ نے فرمایا "اگر تم دوبارہ خواب دیکھو تو مجھے بتانا"۔ آپؒ حضرت بابا کمال الدین جندیؒ کے کہنے پر ایک مرتبہ پھر رک گئے۔ تیسری شب مسلسل آپؒ کو خواب میں انہی بزرگ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے آپؒ کو روم جانے کا حکم دیا۔ آپؒ نے اگلے روز حضرت بابا کمال الدین جندیؒ سے اپنے اس خواب کا ایک مرتبہ پھر ذکر کیا۔ حضرت بابا کمال الدین جندیؒ نے آپؒ کو روم جانے کی اجازت دے دی۔

حضرت بابا کمال الدین جندیؒ کی جانب سے اجازت ملنے کے بعد آپؒ نے فوراً سفر کی تیاریاں شروع کر دیں اور عازم روم ہوئے۔ قونیہ پہنچنے کے بعد آپؒ نے مولانا محمد جلال الدین رومیؒ کی تلاش شروع کر دی۔

آپؒ کو معلوم ہوا کہ مولانا محمد جلال الدین رومیؒ قونیہ کی ایک بڑی مسجد کے امام اور عالم دین ہیں۔ ان سے ملنے والون کا ایک ہجوم ہوتا ہے اس لیئے ان سے ملاقات ممکن نہیں ہے۔ آپؒ نے فی الحال ان سے ملاقات کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے لئے کسی رہائش کی تلاش شروع کر دی اور پھر بالآخر آپؒ کو ایک سرائے میں رہائش مل گئی۔

حضرت شاہ شمس تبریزؒ نے جس سرائے میں رہائش اختیار کی وہ سرائے برنج فروش کی تھی۔ آپؒ کی ملاقات اس سرائے میں قیام پذیر مزدوروں سے اکثر و بیشتر ہوتی رہتی

تھی۔ان مزدوروں نے ہمیشہ آپؒ کے ہاتھ میں ہمہ وقت قلم اور کتاب کو ہی دیکھا جس سے انہوں نے اندازہ لگایا کہ آپؒ تعلیم یافتہ انسان ہیں اسی لئے غوروفکر میں ڈوبے رہتے ہیں۔

ان مزدوروں میں سے اگر کوئی آپؒ سے گفتگو کر لیتا تو آپؒ کا گرویدہ ہو جاتا۔ان لوگوں میں دو شخص محمد عمر اور محمد زبیر بھی شامل تھے جن سے آپؒ کی اچھی علیک سلیک ہوگئی۔ ان دونوں نے مولانا محمد جلال الدین رومیؒ کے بارے میں بیشمار معلومات آپؒ کو دیں۔

ایک روز یہ دونوں شخص آپؒ کے پاس آئے اور کہنے لگے "آپؒ ہمیشہ اپنے حجرہ میں ہی مقیم رہتے ہیں شہر میں ایک بلند چبوترہ موجود ہے جو دریچہ امراء کے نام سے مشہور ہیں جہاں شہر کے نامور علماء اور عمائدین جمع ہوتے ہیں اگر آپؒ ان سے ملنے کی خواہاں ہیں تو ہم آپؒ کو وہاں لئے چلتے ہیں اور لوگوں سے آپؒ کا تعارف کرواتے ہیں۔ مولانا محمد جلال الدین رومیؒ بھی اکثر و بیشتر اس چبوترہ پر تشریف لاتے ہیں ہوسکتا ہے وہیں ان سے بھی ملاقات ہو جائے"۔

حضرت شاہ شمس تبریزؒ نے ان کی بات سننے کے بعد ان کے ساتھ جانے پر آمادگی ظاہر کر دی۔آپؒ نے عمدہ لباس زیب تن کیا اور قلم کتاب تھامے ان دونوں کے ساتھ دریچہ امراء روانہ ہو گئے۔

جب آپ (شاہ شمس تبریزؒ) وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک بلند چبوترہ ہے جس کے اطراف میں ایک چھوٹا سا باغیچہ ہے۔اس چبوترے کے اطراف میں ہر قسم کے پھول موجود تھے۔وہاں آپؒ کی ملاقات مختلف علماء دین سے ہوئی لیکن مولانا جلال الدین رومیؒ کہیں نظر نہ آئے۔چبوترے پر باقاعدہ مجلس کا آغاز ہوا تو تصوف پر بحث شروع ہوگئی۔ اس دوران محمد عمر نے با آواز بلند اعلان کیا کہ "ہمارے درمیاں آج علم وادب کی ایک نامور شخصیت حضرت شاہ شمس تبریزؒ موجود ہیں"۔ساتھ ہی وہ آپؒ کا ہاتھ پکڑ کر سامنے لے آیا۔آپؒ نے اپنا مختصر تعارف کروایا۔علماء نے آپؒ سے علم القران کے بارے میں اظہار خیال کرنے کو کہا۔آپؒ نے قدرے توقف سے کام لیا پھر اپنی تقریر شروع کی۔

حمد وثناء درود وسلام کے بعد آپؒ نے فرمایا کہ "مسلمانوں کے زوال کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ علم القرآن کو بھلا بیٹھے ہیں یہاں تک کہ قرآن کریم کے پیغام کو بھول ہی بیٹھے ہیں۔دولت دنیا اور عیش کو سجدے کر رہے ہیں۔موجودہ دور میں اس بات کا جائزہ لیا جائے تو مسلمان دولت اور عیش عشرت میں ایسے گم ہو چکے ہیں کہ اب لوگ انہیں علم کی بجائے دولت سے ہی پہچانتے ہیں اور ان کی دولت کو ہی سلام کرتے ہیں۔قرآن پاک کی تعلیم اور اس میں موجودہ پیغام کو پہچاننا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے۔

مسلمانوں کی دولت پرستی کی روش نے انہیں اب تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا ہے۔قرآن مجید کا علم حقیقت میں علم کا سمندر بحر بیکراں ہے۔قرآن مجید کے علوم کا حصول ہر انسان پر واجب ہے اور اس کے علوم کسی ایک انسانی زندگی پر ختم نہیں ہوتے"۔قرآن مجید میں اللہ تعالی نے خود فرمایا ہے کہ "اگر جن اور انسان مل کر بھی کوشش کریں تو وہ ایک آیت بھی نہیں لا سکتے"۔

حضرت شاہ شمس تبریزؒ نے علوم قرآن پر سیر حاصل بحث کی۔آپؒ کی گفتگو کے دوران ہی مولانا جلال الدین رومیؒ تشریف لے آئے تھے۔انہوں نے آپؒ کی گفتگو سنی۔جب آپؒ اپنی گفتگو کے اختتام کے بعد مسند ارشاد سے نیچے تشریف لائے تو آپؒ کی مولانا جلال الدین رومیؒ سے ملاقات ہوئی۔محمد زبیر نے آگے بڑھ کر آپؒ کو بتایا کہ یہی مولانا جلال الدین رومیؒ ہیں۔مولانا جلال الدین رومیؒ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "میں نے آپؒ کی تمام تقریر سنی آپؒ کے پاس بہت علم ہے "۔

ایک روایت میں حضرت شمس تبریزؒ کی مولانا رومیؒ سے ملاقات کا ذکر اس واقعہ سے کیا گیا ہے کہ ایک دن حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتب جا پہنچے وہاں حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے کچھ کتابوں کا مطالعہ کر رہے تھے تو حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا "ایں چیست "؟ یعنی یہ کیا ہے؟ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو کوئی عام ملنگ سمجھ کر جواب دیا "ایں آں علم است کہ تو نمی دانی" یعنی یہ وہ علم ہے جس کو تو نہیں جانتا۔حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ یہ جواب سن کر چپ ہو گئے۔تھوڑی دیر بعد حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کسی کام سے اندر کسی جگہ گئے واپس آئے تو اپنی وہ نادر و نایاب کتابیں غائب پائیں چونکہ حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ وہیں بیٹھے تھے تو ان سے پوچھا "میری کتابیں کہاں ہیں" ؟ حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے مکتب کے اندر کے پانی کے تالاب کی طرف اشارہ کیا اور کہا "میں نے اس میں ڈال دیں "۔یہ سن کر حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ حیران و پریشان رہ گئے جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں اتنی قیمتی کتابوں کے ضائع ہونے کا احساس ان کو مارے جا رہا تھا۔تب کتابیں کچی سیاہی سے ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں پانی میں ڈالنے سے ان سب کتابوں کی سیاہی ڈھل جاتی تھی۔

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ سے دکھ زدہ لہجے میں بولے "آپ نے میرے اتنے قیمتی نسخے ضائع کر دیے"-حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ ان کی حالت دیکھ کر مسکرائے اور بولے "اتنا کیوں گبھرا گئے ہو ابھی نکال دیتا ہوں"-یہ کہہ کر حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور تالاب سے ساری کتابیں نکال کر حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے آگے ڈھیر کر دیں-یہ دیکھ کر حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ سب کتابیں بالکل خشک ہیں-

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ یہ دیکھ کر چلا اٹھے "این چیست"؟ یہ کیا ہے؟ حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا "ایں آں علم است کہ تو نمی دانی" یہ وہ علم ہے جس کو تو نہیں جانتا-یہ کہہ کر حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ چل پڑے-حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کے اندر کی دنیا جیسے الٹ پلٹ چکی تھی اپنی دستار پھینک کر حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے بھاگے اور جا کر ان کے پاؤں میں گر پڑے کہ اللہ کے لیے مجھے معاف کر دیجیے اور مجھے اپنے قدموں میں جگہ دیجیے-

مولانا جلال الدین رومی پر ایک کیفیت طاری ہوگئی-پھر وہ حضرت شاہ شمسؒ کے دستِ مبارک پر بیعت ہو گئے-مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے:

صدورق صد کتب در نار کُن
روئے خود را جانب دلدار کُن
مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

یعنی تمام کتابیں بیکار تھیں اگر میں حضرت شمس تبریزیؒ کی غلامی میں نہ آتا، پس زمانے کا کوئی شمس تبریز ڈھونڈ لو۔نہ اس کے بغیر کوئی علم کام آئے گا نہ کوئی ریاضت کام آئے گی اور نہ ہی کوئی مجاہدہ کام آئے گا۔

ایک دن مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے پوچھا "حضرت آپؒ تبریز سے یہاں کیوں تشریف لائے"؟ آپؒ نے فرمایا "میں محض تم سے ملنے کے لئے آیا ہوں"۔پھر حضرت شمس تبریزؒ نے مولانا جلال الدین رومیؒ سے سوال کیا "آپؒ ملک روم کے سب سے بڑے عالم ہیں آپؒ مجھے بتا سکتے ہیں کہ مجاہدہ اور ریاضت کا کیا مقصد ہے"؟ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ نے فرمایا "مجاہدہ اور ریاضت درحقیقت اتباع شریعت کا دوسرا نام ہے"۔اس پر حضرت شاہ شمس تبریزؒ نے فرمایا کہ "یہ تو سبھی جانتے ہیں لیکن ریاضت اور مجاہدہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ انسان اپنی منزل مقصود کو پالے"۔پھر آپؒ نے یہ اشعار پڑھے؛

علم کز تو ترا نہ بستاند
جہل زاں بہ بود بسیار

ترجمہ: جو علم تجھے تجھ سے نا لے لے، اس علم سے جہل بہتر ہے (یعنی جب تک انسان کی میں نہیں مرتی وہ جاہل رہتا ہے-)

حضرت شاہ شمسؒ نے مولانا جلال الدین رومی کو طریقت کے اسرار و رموز سے آگاہ کیا-اس کے بعد مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی پوری زندگی حضرت شاہ شمسؒ کے نام وقف کر دی۔حضرت شاہ شمس رحمۃ اللہ علیہ طویل عرصہ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں سکونت پذیر رہے۔

پھر آپ تبلیغ کے لئے قونیہ سے دمشق، دمشق سے عراق، عراق سے مشہد، مشہد مقدس سے عراق اور پھر عراق سے مدینہ منورہ گئے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تمام عمر تبلیغ کے لئے وقف کر دی تھی-

وفات:-آپ کی وفات ۲۸ صفر المظفر ۶۷۵ ہجری کو ملتان پاکستان میں ہوئی۔آپ کے مزار مبارک کی اول تعمیر ۷۷۶ ہجری میں ہوئی۔جبکہ دوئم تعمیر ۷۳۰ ہجری میں کی گئی۔اور موجودہ مزار مبارک کی تعمیر ۱۱۹۴ ہجری میں نئے سرے سے کرائی گئی۔آپ کا مزارِ مبارک قلعہ نما ایک ٹیلے پر واقع ہے مزار کے گرد مسجد، امام بارگاہ، اور صاحبِ مزار کی اولاد کی قدیمی رہائش گاہیں موجود ہیں۔جس کا کل رقبہ 46 کنال 10 مرلے ہے۔جبکہ مزار کا احاطہ تقریباً 4 کنال پر ہے-

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نوربصیرت

حدیث:

نبی کریم نے فرمایا:

ترجمہ:"ڈرو مومن کی فراست سے کہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے"۔(جامع ترمذی)

مشہور واقعہ ہے،محمود غزنوی نے ہندوستان پر 16 حملے کئے اور ناکام رہا۔کسی نے کہا"حضرت ابوالحسن خرقانیؒ بڑے بزرگ ہیں ان کے پاس جاکر دعا کروا۔انشاءاللہ کامیابی ہوگی"۔محمود غزنویؒ کے دل میں خیال آیا کہ جانا تو ہے ہی ذرا پیر صاحب کو ٹیسٹ تو کرلیں کہ وہ صاحب بصیرت بھی ہیں کہ نہیں؟ محمود غزنوی نے چند عورتوں کو مردانہ لباس و مردانہ شکل وصورت بنا کر اور چند آدمیوں کو عورتوں کی طرح میک آپ وغیرہ کر کے عورتوں جیسا لباس پہنوایا اور اپنے ساتھ لے لیا۔جب حاضر ہوا تو جو عورتیں مردوں کی طرح بنی ہوئیں تھیں ان کو ساتھ لیا۔اندر گیا جونہی حضرت ابوالحسن خراقانی نے محمود غزنویؒ کو دیکھا فوراً ہی کہا"پہلے ان غیر محرموں کو باہر نکال دو"۔محمود غزنوی سہم گیا اور ان کو باہر بھیج دیا پھر کہا"حضور مجھے بایزید بسطامیؒ کی کوئی بات سنائیے"؟۔انہوں نے جواب دیا"بایزیدؒ فرمایا کرتے تھے جو مجھے دیکھ لے کافر نہیں رہ سکتا"محمود غزنوی نے جواب دیا "حضرت کیا وہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے بڑھ گئے تھے؟ کیونکہ ابولہب نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا اور کافر ہی رہا"۔یہ جواب سن کر حضرت ابوالحسن خرقانیؒ جلال میں آگئے اور کہا" محمود خاموش،ابولہب نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو بھتیجے کی نظر سے دیکھا تھا،نبی خاتم النبیین ﷺ کی نظر سے نہیں دیکھا تھا ورنہ شقی القلب نہ رہتا"۔سلطان محمود خاموش ہوگئے۔پھر جب محمود غزنوی اٹھ کر جانے لگا تو ابوالحسن خرقانیؒ نے آپ کو اپنا جبہ مبارک عطا فرمایا اور کہا"جب تو یہاں آیا تھا تو تیرے اندر تکبر بھرا ہوا تھا،اب تو عاجزی سے جارہا ہے"۔

حضرت شیخ نذیرالدین عطارؒ تذکرہ الاولیاء کے صفحہ نمبر 344 پر بیان فرماتے ہیں،"سومنات کی جنگ میں جب محمود غزنوی نے پھر ہارنے کے آثار دیکھے تو اچانک گھوڑے سے اتر کر ایک گوشے میں چلا گیا۔ابوالحسن خرقانی کا جبہ مبارک ہاتھ میں لیا اور سجدے میں جاکر دعا مانگی"یا اللہ اس جبہ مبارک کی برکت سے اس کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں کہ ہمیں کافروں پر فتح ونصرت عطا فرما۔اس فتح کا تمام مال غنیمت میں،درویشوں میں تقسیم کردوں گا"۔اس کے بعد شیخ فریدالدین عطارؒ بیان کرتے ہیں کہ اچانک دشمن کیطرف سے ایک شور سا اٹھا اور تاریکی چھا گئی اور کافر آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے،کفار کا لشکر مختلف گروپوں میں بٹ گیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔اسی رات محمود غزنوی نے حضرت ابوالحسنؒ خرقانی کو خواب میں دیکھا اور یہ فرماتے ہوئے سنا"محمود تم نے دربار خداوندی میں میرے جبہ کی لاج نہ رکھی۔تم نے قدر نہ کی۔اگر تم اللہ تعالیٰ سے اُس لمحے ان تمام کافروں کے مسلمان ہونے کی دعا کرتے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمام کافروں کو مسلمان کردیتا"۔

اب دیکھئے۔محمود غزنوی کا عورتوں کو مردانہ لباس پہنا کر لانا اور ابوالحسن خرقانیؒ کا ان کو پہچان لینا،اور پھر حضرت ابوالحسنؒ کا یہ کہنا کہ محمود جب تو آیا تھا تو تیرے اندر تکبر تھا اب عاجزی سے جارہا ہے،یہ وہ باتیں ہیں جو چھپی ہوئی تھیں،لیکن ظاہر ہوگئیں کس پر؟ ولی پر،اس لیے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا۔"ڈرو مومن کی فراست سے کہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے"۔(جامع ترمذی)

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی جاتی رہی۔مصر میں حضرت یوسفؑ کو معلوم ہوگیا،فرمایا:(سورہ یوسف،آیت نمبر 93)

ترجمہ:"میری یہ قمیض لے جاؤ اور والد محترم کی آنکھوں پر ڈال دینا بینائی لوٹ آئے گی"۔(یہاں نبی کی قمیض کام کررہی ہے)۔

اسی طرح حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوریؒ والی سرکار کے دربار پر جاکر چار سکھ بیٹھ گئے۔ان کا ارادہ تھا کہ رات کو ڈاکہ ڈالیں گے۔اب دن میں یہاں کھانا وغیرہ کھاتے ہیں اور آرام بھی کرلیں گے۔رات ڈھل جائے تو اپنا کام کریں گے۔جب لنگر کھل گیا اور لنگر تقسیم ہونے لگا تو میاں صاحبؒ باہر تشریف لائے اور ان سکھوں کے پاس پہنچے اور اپنے ملازمین کو آواز دے کر کہا"ان سرداروں کو کھانا پہلے دو۔انہوں نے جاکر آرام کرنا ہے اور پھر ڈاکہ بھی ڈالنا ہے"۔یہ مومن کی فراست ہے۔یہ مومن کی بصیرت ہے،وہ سکھ یہ سنتے ہی فوراً کھڑے ہوگئے اور کہاں"میاں صاحب ہمیں مسلمان کردیں،ہمیں اپنا کلمہ پڑھا دیں ہم تو واقعی ڈاکہ ڈالنے آئے تھے"۔آپ نے انہیں کلمہ پڑھایا،مسلمان ہوگئے اور اب میاں صاحب کے خلفاء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔یہ تمام چیزیں اسلام جیسے مذہب اور دین سے ہیں۔اولیاء کرام میں کئی ولی صرف چہرہ دیکھ کر دل کی بات بتادیتے تھے اور سمجھ لیتے تھے کہ آنے والا کس نیت سے آیا ہے۔اس کے دل میں کیا ہے؟

حدیث قدسی میں ہے کہ ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں،رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:"اللہ تعالیٰ نے فرمایا:"جو شخص میرے کسی پسندیدہ شخص سے دشمنی رکھے تو میرا

اس سے اعلان جنگ ہے، اور میرا بندا جن جن عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سے وہ عبادت مجھے بہت محبوب ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں، جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور اگر وہ مجھ سے کوئی چیز مانگتا ہے تو میں اسے عطا کر دیتا ہوں، اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اسے پناہ دے دیتا ہوں، میں نے جو کام کرنا ہوتا ہے اس کے کرنے میں مجھے کبھی اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا کسی مومن کی جان قبض کرتے وقت تردد ہوتا ہے وہ موت کو ناگوار جانتا ہے اور میں اس کی ایذا کو ناگوار جانتا ہوں، حالانکہ وہ (موت) تو اسے ضرور آنی ہے۔'' (رواہ البخاری (۶۵۰۲)۔ مشکوۃ المصابیح)

تو وہ اللہ تعالی کا نور جس سے کوئی مومن دیکھتا ہے یہ نور بصیرت ہے۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ وہی نور لے کر آئے ہیں آپ خاتم النبیین ﷺ سراپا نور ہیں اور یہی نور آپ خاتم النبیین ﷺ لوگوں میں تقسیم فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ علم حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو عطا فرمایا اور آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے کرم سے صحابہ کرامؓ کو دیا اور اب اولیاء کرام کو عطا فرما رہے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اب ٹی وی اور فون وغیرہ کی ایجاد سے علم غیب کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ اب علم غیب، غیب نہیں رہا، ہزاروں میل کے واقعات دیکھے جا سکتے ہیں اور کڑوروں میل سے آواز آ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندو یہ علم غیب نہیں۔ علم غیب وہ ہے جس کا ادراک حواس خمسہ سے نہ ہو۔ نہ دیکھا جا سکے۔ نہ سونگھا جا سکے، نہ چکھا جا سکے، نہ سنا جا سکے، نہ چھوا جا سکے۔ وہ علم غیب ہے۔ ہم تمام زمانے کے ٹی وی کیمرے، خوردبین، دوربین، جو چاہیں قبر میں لگا دیں اور معلوم کرنا چاہیں کہ قبر میں عذاب ہو رہا ہے؟ یا ثواب؟ یا باہر اس کی آواز آ جائے یا فوٹو آ جائے یا منکر نکیر اور ان کے سوالوں و جواب سکرین پر آ جائیں۔ یہ ہرگز نہیں ہو گا۔ ہم قبر کے اندر ہونے والی کسی بات کا پتہ بھی باہر بیٹھ کر نہیں لگا سکیں گے لیکن نور بصیرت والے جانتے ہیں کہ قبر کے اندر کیا ہو رہا ہے؟۔

(ایک مرتبہ) رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ دو قبروں پر گزرے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''ان دونوں قبر والوں کو عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی بڑے گناہ پر نہیں۔ ایک تو ان میں سے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا''۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک ہری ٹہنی لے کر بیچ سے اس کے دو ٹکڑے کئے اور ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ لوگوں نے پوچھا ''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ! آپ نے (ایسا) کیوں کیا''؟ آپ نے فرمایا ''شاید جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں ان پر عذاب میں کچھ تخفیف رہے''۔ (بخاری و مسلم)

اب دیکھئے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ جانتے ہیں کہ عذاب ہو رہا ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ کیوں ہو رہا ہے؟ یہ علم غیب کا جاننا ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے عطا کرنے سے اولیاء کرامؒ کو بھی کشف قبور ہوتا ہے۔ وہ میت کے حالات کو بھی جانتے ہیں اور میت سے گفتگو کرنے کا تصرف بھی رکھتے ہیں۔

کوفہ کے کچھ لڑکوں نے ایک شرارت کی چند نوجوانوں نے ایک لڑکے کو مردہ ظاہر کر کے جنازہ حضرت علیؓ کے پاس لائے کہ حضور اس کا نماز جنازہ پڑھا دیں اور اس لڑکے کو بتا دیا کہ ''جب حضرت علیؓ نماز جنازہ شروع کریں گے تو ہم ایک کنکری تجھ پر گرائیں گے تو اٹھ کھڑا ہونا۔ ہم ان کا مذاق اڑائیں گے۔ کہتے ہیں کہ میں علم کا دروازہ ہوں اور یہ پتہ نہیں ہے کہ آگے رکھی ہوئی چارپائی پر مردہ ہے یا زندہ ہے''؟ وہ جنازہ حضرت علیؓ کے پاس لائے اور جنازہ پڑھانے کو کہا تو حضرت علیؓ نے پوچھا ''میت کا وارث کون ہے''؟ ایک شخص نے کہا ''میں اس کا والد ہوں''۔ آپؓ نے ان سے اجازت مانگی ''اگر اجازت ہو تو میں نماز جنازہ پڑھاؤں''؟ وہ والد بھی اس شرارتی ٹولے میں شامل تھا۔ اس نے کہا ''ہاں ہاں ضرور پڑھائیں''۔ حضرت علیؓ نے نماز جنازہ پڑھانی شروع کی۔ سکیم کے تحت جنازہ پر کنکر مارا گیا لیکن وہ لڑکا نہ اٹھا، کئی مرتبہ کنکر پھینکے گئے لیکن وہ لڑکا نہ اٹھا، نماز جنازہ ختم ہوئی۔ لوگوں نے جلدی سے چہرہ سے چادر اٹھائی تو وہ حقیقت میں فوت ہو چکا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ''یہ میرے نماز جنازہ پڑھانے سے فوت ہوا ہے۔ اب قیامت میں بھی میری اجازت سے ہی اٹھے گا''۔ یہ نور بصیرت ہے۔ اللہ والے جانتے ہیں کہ آگے میت ہے یا زندہ اور مذاق کے انجام کو بھی جانتے ہیں۔ یہ نور بصیرت ہے۔ یہ مومن کی فراست ہے کہ مومن اللہ کے نور سے وہ سب کچھ دیکھ لیتا ہے جو کوئی دوسرا نہیں دیکھ پاتا۔

حضرت امام ابو حنیفہؒ وضو فرما رہے تھے، ایک لڑکا برابر میں وضو کر رہا تھا۔ آپؒ نے اس سے فرمایا ''بیٹا زنا کرنا گناہ کبیرہ ہے، زنا نہ کیا کرو''، وہ نوجوان بے حد شرمندہ ہوا توبہ کی اور کہا ''حضرت بے شک میں یہ گناہ کرتا تھا لیکن آپ کو کیسے معلوم ہوا''؟ آپؒ نے فرمایا ''جب تو وضو کر رہا تھا تو تیرے گناہ دھل دھل کر جا رہے تھے، ان میں زنا کا گناہ بھی تھا''۔ وضو سے اعضاء کے گناہ دھل جاتے ہیں لیکن یہ صرف صاحب بصیرت ہی کو نظر آتے ہیں کہ کون کون سے گناہ دھل رہے ہیں؟ یہ مومن کی بصیرت اور فراست ہے۔ یہی بات ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ ''ڈرو مومن کی فراست سے کہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'' اور اللہ کے نور سے کوئی بات

پوشیدہ نہیں رہتی۔اہل بصیرت دھوکا نہیں کھاتے ان کو یہ تصرف عطا ہوا ہے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں۔اس لیے جب ولی کے پاس جانا ہوتو دل کو صاف کر کے جاؤ، کیونکہ اہل بصیرت دلوں کے بھید جان لیتے ہیں۔

حضرت سرکار غوث اعظمؒ طالب علم تھے۔وہ اوران کے دوساتھی طالب علم کسی ولی اللہ کے پاس ملاقات کے لیے گئے۔ایک نے کہا''میں ایسا سوال کروں گا کہ اس ولی اللہ کو جواب نہیں آئے گا''۔دوسرے نے کہا''سوال تو میں بھی پوچھوں گا لیکن امید ہے کہ انشاءاللہ وہ جواب دیں گے''۔تیسرے طالب علم غوث پاکؒ تھے انہوں نے کہا کہ''میں تو صرف زیارت کے لیے جارہا ہوں۔میرا سوال پوچھنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔میں تو انہیں ولی کامل سمجھتا ہوں اور صرف ان کے دیدار اور حاضری کے لیے جارہا ہوں''۔جب یہ تینوں وہاں پہنچے تو وہ بزرگ جلال میں آگئے۔انہوں نے پہلے طالب علم سے کہا''یہ تیرا سوال ہے اور یہ اس کا جواب تو سمجھتا تھا کہ مجھے جواب نہ آئے گا، جاؤ نکل جاؤ یہاں سے اور فرمایا تو کفر پر مرے گا''۔دوسرے سے کہا''تو نے ادب کیا ہے، یہ تیرے سوال کا جواب ہے، جاؤ دولت خوب کمائے گا اور ایمان پر مرے گا''۔پھر سرکار غوث اعظمؒ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا''آپ نہایت ادب سے آئے ہیں انشاءاللہ آپ کا قدم ہر ولی کی گردن پر ہوگا''۔

جو پہلا طالب علم تھا وہ مناظر اسلام بن گیا اس نے عیسائیوں سے بڑے بڑے مناظرے کئے اور کامیاب رہا، ایک مناظرہ کے دوران اس کی نظر بادشاہ کی بیٹی پر پڑ گئی۔اس نے پوچھا''یہ لڑکی کون ہے''؟ انہوں نے بتایا''یہ ہمارے بادشاہ کی بیٹی ہے''۔اس نے اس لڑکی سے شادی کی خواہش ظاہر کی-انہوں نے کہا''یہ عیسائی ہے ،آپ عیسائی ہوجائیں تو شادی ہوسکتی ہے''۔اس نے عیسائیت قبول کر لی شادی ہوگئی، کچھ دنوں کے بعد اس کے جسم پر پھوڑے پھنسیاں نکل آئیں کوڑھ کا مرض ہوگیا اور اسی کفر کی حالت میں مرگیا۔

دوسرا طالب علم وزیر اوقاف ہوا، خوب دولت سمیٹی لیکن خاتمہ ایمان پر ہوا اور فوت ہوگیا۔یہ نور بصیرت ہے، یہ نور فراست ہے جو ولی نے بتایا جیسا بتایا ویسا ہی ہوا۔تیسرے طالب علم غوث اعظمؒ کا نام آج بھی ہے۔اور ان ہی کا فرمان ہے'' میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے''۔کوئی ولی نہیں بن سکتا جب تک حضرت غوثؒ پاک کا قدم اس کی گردن پر نہ آئے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو نور بصیرت عطا فرمائے اگر نہیں تو پھر ان کی خدمت میں حاضری نصیب کرے جس کے پاس نور بصیرت ہے۔اولیاءکرام سے دنیا قائم ہے، یہ دنیا اللہ اللہ کرنے والوں سے قائم ہے۔

جناب غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو غیب کے بعض امور دکھادیتا ہے۔وہ انہیں اپنے قلب اور باطن کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، پھر ان کے نزدیک دنیا اور اس کی حکومت کی کوئی قدر نہیں رہ جاتی''۔

اللہ تعالیٰ جسے جتنی عطاؤں کا مظہر بنانا چاہتے ہیں۔اُسے اُتنی ہی ادائیں بخش دیتے ہیں۔سوال بھی ثواب ہے اور عطا بھی ثواب ہے۔سوال اِس لیئے ثواب ہے کہ معطی (دینے والے) کی سخا کو سکون پہنچایا۔جو اصل سائل ہیں وہ دعا تو سخی کو دیتے ہیں۔لیکن شکر رب کا ادا کرتے ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ اِس سخی کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ اپنے خزانوں پر قدرت دینے والا کون ہے؟ اِس سخی کے دل میں سخا کی تحریک پیدا کرنے والا کون ہے؟ یہ نور بصیرت ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ منظور نہیں فرماتے کسی کی جیب سے ایک پیسہ نہیں نِکل سکتا۔اور اگر وہ عطا فرمانا چاہے تو کوئی روک نہیں سکتا۔

کچھ لوگ یہ نہیں مانتے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اپنے بعض عشاق کو بیداری کے عالم میں بھی شرف باز یابی عطا فرماتے ہیں۔وہ بھی سچے ہیں اِس لیئے کہ اِس عالم دنیا میں ہمارے مراسم ہر ایک کے ساتھ ایک جیسے نہیں ہیں۔ایک شخص ہمارے گھر آتا ہے دروازے پر کھڑے کھڑے علیک سلیک ہوتی ہے۔اور بات سُن کر اُسے باہر ہی سے رخصت کر دیا جاتا ہے۔ایک دوست ایسا بھی آتا ہے جِس کے لیئے دروازے کھل جاتے ہیں اندر بلایا جاتا ہے۔اندر بیٹھا کر اُس کی تواضع کی جاتی ہے اور ایک دوست خاص الخاص بھی آتا ہے جِس کی تواضع بھی کی جاتی ہے اور اُس سے راز بھی بانٹا جاتا ہے۔اہل ظاہر کا تعلق چونکہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے زبانی جمع خرچ تک ہی ہے۔اس لیئے یہ وہ ہیں جنہیں دہلیز سے رخصت کر دیا جاتا ہے اور اندر نہیں بلایا جاتا۔

یہ عشق کی فطرت ہے کہ ہر عظمت کو محبوب سے منسوب کر کے خوش ہوتا ہے۔

****

مُصَنِّفہ کی تمام کُتُب

خاتم النبیین ﷺ مِحبُوبِ ربُّ العٰلمین	خاتم النبیین ﷺ مُحسِنِ اِنسانیت (۱،۲)	مقصدِ حیات	عبدیّت کا سفر ابدیّت کے حصُول تک
تعلُّق مع اللہ	مُختصراً قُرآنِ پاک کے علُوم	راہِ نجات	فلاح
اہلِ بیت اور خاندانِ بنُو اُمَیّہ	ثواب و عتاب	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۱)	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۲)
مختصر تذکرہ صحابہ کرامؓ مختصر تذکرہ انبیاء کرامؑ	اولیاءکرامؒ	کتاب الصلوٰۃ وَ اوقاتُ الصّلوٰۃ	عشرہ مُبشرہؓ اور آئمہ اربعہؒ
حیاتِ طیّبہ	آگہی	اِسلام عالمگیر دِین	عقائد واِیمان
دِینِ اِسلام (بچّوں کےلئے)	کتابِ آگاہی (تصحیح العقائد)	تصَوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۱)	تصَوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۲)

www.jamaat-aysha.com